او جدیدہ فلبسہ ثم تسرج وخرج یامر وینہی قال فقال لہ بعض اصحابہ جعلت فداک لقد ظننا انا
لا ننتفع بک زماناً لما رأینا من جزعک فقال انا اهل بیت نجزع ما لم تنزل المصیبۃ فاذا انزلت
صبرنا انتہی عن ازالۃ الغین وقال الصادق علیہ السلام انا اهل بیت نجزع قبل المصیبۃ فاذا نزل
امر اللہ عزوجل رضینا بقضائہ وسلمنا لامرہ ولیس لنا ان نکرہ ما احب اللہ لنا انتہی عن من لا یحضرہ
الفقیہ پس جبکہ حق تعالیٰ شانہ کی پسندیدہ امر کو مکروہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ محبوب سمجھتے ہونگی تو رنج و الم کیا
اور جزع و فزع کیونکر ہان جزع و فزع قبل المصیبت حسب روایات شیعہ بمثل مشہور قبل از مرگ واویلا بیشک
انبیا و ائمہ علیہم السلام کی شان کے شایان ہی حضرات محبان اپنی جو دل چاہی انکی جناب کیطرف نسبت فرمادین
لیکن جزع و فزع قبل البلا کے علت اگر یہہ ہی بلا موہوم الوجود یا متوقع الوجود ہی تو جزع و فزع بعد حلول اور نزول آفت
بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق حرمت ہی اور اگر امر آخر ہی تو محتاج بیان ہی۔ اور یہی اوسی من لا یحضرہ میں
یہہ ہی موجود ہی۔ وقال علیہ السلام ان البلاء والصبر یستبقان الی المومن فیاتیہ البلاء وهو
صبور وان البلاء والجزع یستبقان الی الکافر فیاتیہ البلاء وهو جزوع اور نیز مذکور ہی ولما
قبض علی بن محمد العسکری رای الحسن بن علی علیہما السلام قد خرج من الدار وقد
شق قمیصہ من خلف وقدام انتہی اب ذرا اہل انصاف ان روایات میں بغور و امعان نظر فرمادین
اور جناب مجیب بھی بنظر انصاف ملاحظہ کرین روایتین اولین و رابعہ کو صغری بنادین اور ثالثہ کو کبری قرار دین
اور پہر نتیجہ کے مضمون کو ائمہ رضہ کی شان ہی تطبیق دوین بعد اوسکی اگر مذہب تشیع سالم باقی ہی تو اہلسنت سے
دست گریبان ہونیکو تیار ہون لیکن انصاف شرط ہی۔ **قولہ** اور بعد فراغ امور ضروریہ اور انعقاد بیعت کذائیہ وہ
حسب شہادت روایت ازالۃ الخفا جو تحریر ہو چکی ہے خانہ حضرت زہرا میں نقض خلافت کے مشورے کرتے تہے
اور اس خلافت کے برہم کرنے کی تدبیرین فرماتے تہے جسکی لیے خلیفہ ثانی نے انکے گہر جلانے کی دہمکی دی تہی

---

۵۱ جب اسمٰعیل ابن ابی عبد اللہ کی وفات قریب پہونچی تو امام ابو عبد اللہ نے نہایت فریاد و فغان کی اور جب وفات پا چکی تو آپنے دہویا ہوا تہا قمیص منگایا اور پہنا پہر
کنگہی کی اور نکلکر امر و نہی فرمائی آپکے بعض اصحاب نے عرض کیا میں قربان جب ہمنے آپکا جزع دیکہا تو یہہ گمان تہا کہ ہم ایک مدت تک آپ کی (برکات سے)
منتفع نہونگے فرمایا ہم اہل بیت جبتک مصیبت نازل نہو جزع فزع کرتے ہیں اور جب نازل ہو جاتی ہے تو صبر کرتے ہیں ۵۲ امام جعفر صادق نے فرمایا
ہم اہلبیت مصیبت سے پہلے جزع فزع کرتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ کا حکم نازل ہو جاتا ہے تو راضی بقضا اور اسکے حکم کو تسلیم کرتے ہیں اور ہمکو لائق نہیں کہ جو کچھ خدا ہمارے لیے پسند کیا ہے اسکو مکروہ
سمجہیں ۵۳ امام علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کیطرف دوڑتے ہیں پس مصیبت اسکے پاس پہنچتی ہے اور وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بیصبری کافر کی
طرف دوڑتے ہیں پس مصیبت اوسکے پاس پہنچتی ہے اس حال میں کہ وہ بیصبر ہوتا ہے ۵۴ جب امام عسکری کے فرزند علی کی وفات ہو چکی تو علی بن الحسن کو دیکہا کہ گہر سے نکلے اور کرتا

ما نقض خلافت کی شوری کی [illegible]

اقول اگرچہ ماسبق مین اسکا جواب مذکور ہوچکا ہی لیکن اسجگہ بہی کیا اسکا ہی نام شہادت ہی
چونکہ ہماری مجیب لبیب نے مکرر ذکر فرمایا اوسکا اعادہ باضافہ افادات کیاجاتا ہی واضح ہو کہ اگر مذہب
تشیع پر بنار گفتگو ہو تو حضرت مجیب ہی جواب کا فکر فرمادین کہ اولاً حضرت رض بسبب ترک تقیہ واجبہ وسکوت
ماموره وعدم منازعہ آثم ہوتے ہین - اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ امر مین مبتلا ہوی اگر بسبب علم ہان کان ومایکون
آپکو معلوم تہا کہ یہہ امر شدنی نہین اور نیز اوس روایت کی بہی تکذیب ہوتی ہی جو آپکی عالم الغیب والشہادۃ
ہونے پر دلالت کرتی ہی ثالثاً باوجود اوس قوت وشجاعت مفرطہ کی جو روایت بساط سے بمقابلہ
ومقاتلہ قوم عاد ومعاملہ قتل ابوبکر اشجع عامل فدک سی معلوم ہوتی ہے اور باوجود اوس عقل وفراست کا ملہ
جسکا بیان ناممکن ہی آپ کا زنان پردہ نشین ہین حسب روایات شیعہ مانند جنین بلطخ بنجاسات اور جاحنین
منہمک بمعاصی وسیات کی بیٹھکر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب نہونا اور ذرا سی دہمکی سے
اپنی دعوی سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علاوہ اسکی کہ اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہی مکذب روایات
جنین تمدہ تو ذاتی اگلی محامد کی روایت کی ہین - اور اگر مذہب اہل سنت کی اعتبار سے گفتگو مدنظر ہو تو سنی اہل سنت
جناب امیر کو معصوم کب کہتی ہین اور عالم ماکان ومایکون کب تسلیم کرتے ہین اگر آپنے ابتدا مین بالفرض
نقض خلافت کی شوری کیے تو یہہ خطا تہی ہمرنگ خطا اجتہادی کی اور بعد اوسکی جب آپ متنبہ ہوئی
اور اوسکی حقیقت پر کما حقہ وقوف حاصل کیا تو بیعت بہی کی اور شہادات بہی بیان فرمائی - غرض جبتک
بیعت نہین کی ممکن ہی کہ شہادات بیان نفرمائے ہون اور جب حق منکشف ہوگیا اور بیعت کرلی اور
رنجش دور ہوگئی بعد اسکی شہادات بہی بیان فرمائی ہون اسمین کونسا تناقض اور کیا استحالہ ہی اور یہہ تقریر
اوسوقت تک ہی کہ ہم علی سبیل التنزل نقض خلافت کے مشورونکی وقوع کو تسلیم کرلین لیکن بحول اللہ تعالے
ہمکو یہہ امر حاصل ہی کہ ہم ابتدا وقوع مشورونکو ہی باطل کرین لیجیے - اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی
حق ہی اور وہ بیعت اہل حل وعقد وجوہ مہاجرین وانصار سے واقع ہوئی اور صحابہ مین سے کوئی فرد اوسکا
مخالف نہ تہا اور کسیکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کی استحقاق خلافت مین انکار یا شک
وتردد نہ تہا حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کو بہی اگر ملال تہا تو اس امر کا تہا کہ ہمکو شریک مشورہ کیون

نہ کیا جب ہم اہل حل و عقد مین سے تہی تو ہم مستحق مشورہ تہی چنانچہ جو عذر وہی کیا گیا وہ پذیرای جناب ہوا
اور بعد اسکی رنجش دور ہوگئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہمکو اسمین کلام نہیں ہے کہ ابوبکر رض احق بالخلافت
ہین چنانچہ اس مضمون کو حدیث بخاری صراحۃً مثبت ہے اور جب ہم حدیث ازالۃ الخفا کو جو جناب مجیب کا
مستدل ہی دیکھتے ہین تو اوسمین یہہ الفاظ ہین فیشاورہا ویتبعون فی امرہم جسکا ترجمہ مجیب لبیب نے
یہہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرتے تہے اور اپنی کام مین مراجعت کرتے تہے اور ان الفاظ مین
کہان ہے کہ آپ نقض خلافت ہی کے مشوری کرتے تہے اور صرف مشورہ کرنے سے کیونکر لازم آیا
کہ وہ مشوری نقض خلافت ہی کے تہے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تہی اگرچہ بعض
اکابر شریک نہ تہی کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کی نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد
کو واسطی ضروری نہین ہے تو پہر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ اوسکی نقض کے بابت دیدہ دانستہ مشوری
اور تدبیرین کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا آپکی جناب مین منسوب کرین بلکہ فی الحقیقت یہہ مشوری
اس امر کے لیے تہی کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت صدیقی مین بلا مشورہ سبقت کی اور استبداد کیا
اگرچہ ضرورۃً ہوا تاہم بمقتضای بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور عموماً صحابہ کو آپکا یہہ ملال
اور یہہ تاخیر باعث ناخوشی اور کشیدگی ہوئی تو جب کشیدگی و شکر رنجی طرفین سے ہوئی تو جناب امیر رض
اور انکے ساتہیون نے چاہا کہ کسیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہماری پاس آوین اور ہم اونسے برادرانہ شکایت
کرین اور وہ عذر واجبی بیان فرماوین تو باہمی شکر رنجی دور ہو اور ظاہری ملال رفع ہو اور بیعت کرلین کیونکہ
اگر یہہ قصہ مجمع مین ہو تو مبادا بسبب اسکے کہ مختلف الطباع لوگ جمع ہونگی کوئی ایسا امر نہو جاوے جو باعث
زیادتی ملال ہو بس صرف اسی امر مین مشورہ تہا اور اسی بابت تخلیہ مین گفتگو ہوتے تہے چنانچہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور حضرت عمر کو تنہا جانے سے مانع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تنہا
اونکہا تشریف لیگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑہا اور اسمین ابوبکر رض کے حقیت بالخلافت کا اعتراف
کیا اور عدم مشورہ اور استبداد بالبیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر رض نے بجواب اوسکی آپکی فضائل محامد
بیان فرمائی اور عدم مشورہ و استبداد کا عذر کیا جو قبول ہوا اور شکایتین رفع ہوئی اور سرّاً و جہراً بیعت ہوگئی

چنانچہ آخر تک باہم شیر و شکر رہی اور شہادات فضائل و محامد خلفا رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی
یہہ مدعا ہی صحاح اہلسنت و تصریح علما شیعہ سے بدلالت مطابقی ظاہر و باہر ہی چنانچہ میر محسن بلا قرداماد نے
نبراس میں اسکو تسلیم کیا ہی اور تشئید المطاعن کے مجلد ثانی مین عبارت مذکور ہی چونکہ خوف تطویل تہا اسلیے مخدوف
روایات مختصراً عرض کیا گیا - اب باقی رہا یہہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ مین
یہہ جملہ جو تحریر فرمایا ہی (جمع شدند درباب نقض خلافت مشورتہا بکار میبردند) پہر اسکی کیا معنی ہونگی
سو اسکا جواب یہہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ منشا اس ملال کا یہہ ہی امر خلافت تہا تو جب گروہ مخالف نے
خفیہ مشورے کیے تو اگرچہ یہہ مشورے بابت نقض خلافت کی نہون تاہم عوام مین شورش و اختلال
پیدا ہونے کے باعث متہم نقض خلافت کے ہو سکتی ہین علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ منافقین
اور اعداء دین تخریب دین متین کے کمین مین بیٹھے ہوئی ہون تو چونکہ یہہ مشورے منتج نقض خلافت
تہی تو اسلیے انپر اطلاق کیا گیا کہ یہہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ مین تہی اسکی صدہا نظیرین عالم مین موجود ہین.
چنانچہ قاتل خطا گو قاتل کہتی ہین اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہرا رضہ کی دولت سرا مین
ہوتا تہا حضرت عمر رضہ تک ان بزرگوار دنین سے تو کسینی نہین پونہچایا ہوگا جو باعث اسقدر
جوش و خروش کا ہوا جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمر رضہ نے ان مشورونکی ظاہری حالت سے
سبب نقض خلافت کا سمجہکر اسقدر تنبیہ فرمائی اور اسیوجہ سے کہا گیا کہ یہہ مشورے نقض خلافت کی بابین تہی - ثانیاً
سلمنا کہ یہہ مشورے درباب نقض خلافت کرتے تہے لیکن اسکی معنی یہہ کہانسے پیدا کیے کہ یہہ مشورہ
کرتے تہی کہ جسطرح ہوسکی خلافت کو توڑ دیجیے بلکہ درباب نقض خلافت مشورتہا میکردند - کی معنی یہہ ہین
کہ نقض خلافت کی بارہ مین مشورے کرتے تہی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہین چنانچہ بالآخر
یہہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہین اور بیعت فرمائی - ثالثاً سلمنا کہ یہہ مشورے درباب نقض
خلافت باین مراد تہی جو حضرت مجیب نے سمجہی لیکن یہہ حکم مجموعہ کیطرف نسبت کیا گیا ہی جسکا
صدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے بہی ہو سکتا ہی تو ہم یہہ نہین تسلیم کرتے کہ یہہ حکم حقیقۃً
جناب امیر رضہ اور حضرت زبیر رضہ کی طرف راجع ہی بلکہ یہہ فعل حقیقی طور پر اون حضرات کا تہا جو

اونمین ادنی درجہ کی تہی اور مہمات شرع پر اونکو پورا وقوف حاصل نہ تہا لیکن چونکہ حضرت امیرؓ اور زبیرؓ
اونمین سرگروہ تہی اور بڑی تہی تو بشرکت مجموعی مجازًا ان حضرات کیطرف بہی وہ فعل منسوب ہوگیا
چنانچہ عبارت تحفہ کی اسی طرف ناظر ہی پس انصاف سے ملاحظہ فرمائیے اگر بالفرض ان حضرات سے
اس قسم کی مشورہ واقع ہوئی بہی ہون تو بہی وقوع شہادات کو مضر نہین ہان اسقدر گذارش باقی رہگئی
کہ ہمارے مجیب صاحب یہہ جو تحریر فرما رہے ہین کہ (خلیفہ ثانی نے اونپر گہر جلانے کی دہمکی دی تہی) اور
پہلی تحریر مین یہہ عبارت ہی اور بیعت لینے کے لیے گہر جلانے کی دہمکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت فاطمہؓ
بہت سی اہل سنت کی کتب معتبرہ مین درج ہی مگر چونکہ بعض علماء عصر انکار کرتے ہین اور شیعون کا افترا
بتاتے ہین اسلیئے گذارش ہی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مجیب کو دہمکی اور قصہ احراق مین امتیاز اور تفرقہ
نہین حالانکہ فرق بدیہی ہی۔ **قولہ** پہر جناب امام حسنؓ و امام حسینؓ علیہما السلام نے جو بالقوہ امام
تہی خلیفہ اول و ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ مین فرمایا کہ منبر سے اوتر کیونکہ یہہ میری باپ کی جگہ ہی
اور ہر دو خلیفون نے بجز اقرار کے کچہہ چارہ نہ دیکہا چنانچہ کتب معتبرہ اہلسنت مثل تاریخ الخلفاء و
کنز العمال مین یہہ حال تحریر ہی پہر مین حیران ہون کہ کس جرأت سے ہماری مجیب فرماتے ہین کہ خلافت
خلفاء ثلثہ شہادات ائمہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہماری حضرت مجیب کے جوش و خروش کو دیکہنا
کہ کس شد و مد سے اپنی روایات سے چشم پوشی فرماکر فرما رہے ہین۔ اجی حضرت آپکی یہان تو بالقوہ نبی
بہی معصوم نہین چہ جائیکہ امام بالقوہ ہو آپ اپنی کتابونکو تو ملاحظہ کیجیئے اپنی علمائکی شہادتونکو تو سنیئے
تفسیر صافی مین جو اسوقت میری سامنی کہلی ہوئی رکہی ہی محمد بن مرتضیٰ معروف ملا محسن حضرت آدم کے
قصہ مین تحریر فرماتے ہین وفی العیون[1] عن الرضاء قال لهما لا تقربا هذه الشجرة واشار لهما الی شجرة
الحنطة ولم یقل لهما ولا تاکلا من هذه الشجرة ولا مما کان من جنسها فلم یقربا تلک الشجرة وانما
اکلا من غیرها لما ان وسوس الشیطان الیهما ثم قال وکان ذلک من آدم قبل النبوة ولم یکن

[1] ۔ عیون مین امام رضاؑ سے مروی ہی خدا تعالیٰ نے آدم و حوا کو گیہون کے درخت کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس درخت کے نزدیک مت جاؤ اور یہہ نہین فرمایا تہا کہ نہ اس درخت کو نزدیک ہونا اور نہ اسکی ہم جنس کے تو وہ اوس درخت کی نزدیک نہین ہوئی اور صرف دوسرے مین سے کہایا جبکہ شیطان نے اونکو بہکایا پہر فرمایا اور یہہ آدم سے نبوت سے پیشتر واقع ہوا تہا ۔۱۲۔

ذلک بذنب کبیر استحق بہ دخول النار وانما کان من الصغائر الموہوبۃ التی تجوز علی الانبیاء
قبل نزول الوحی الیہم فلما اجتباہ اللہ تعالی وجعلہ نبیا کان معصوما لایذنب صغیرۃ ولا کبیرۃ
قال اللہ تعالی فعصی آدم ربہ فغوی ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی وقال ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الایۃ
وفی روایۃ ان اللہ عزوجل خلق آدم حجۃ فی ارضہ وخلیفۃ فی بلادہ لم یخلقہ للجنۃ وکانت المعصیۃ
من آدم فی الجنۃ لا فی الارض لتتم مقادیر امر اللہ عزوجل فلما اہبط الی الارض وجعل حجۃ وخلیفۃ
عصم لقولہ عزوجل ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الایۃ - ان روایات سے واضح ہے کہ قبل النبوۃ بینی
بالقوہ سے ایسی معصیت کا صدور جسکی پاداش مین جوار خداوند تعالی سے بعید کیے گیے اور جنت سے نکال دیے گیے
اور بتوسط ائمہ معصومین دعا و التجا جناب آلہی مین کی جب معافی ہوئی جائز ہے بلکہ واقع پس اگر بالقوہ
ائمہ سے کوئی ایسی معصیت جس سے مستحق خلود یا دخول نار نہوں اور وہ معصیت ہم جنس اس معصیت کے ہو
جو حضرت آدم سے بروایات سامی صادر ہوئے علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف مین جو مصداق
حدیث رفع القلم کی ہے تو بلحاظ روایات سابقہ کیا استحالہ و استبعاد ہے لیکن ہم اس قول کو حسب ارشاد جناب
امیر علیہ السلام بمقتضای سن اوسی فعل کے برابر سمجھتے ہین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک پر
سوار ہونے کی بابت مروی ہوا - قطع نظر اس سے مجیب کا مدعا اوسوقت ثابت ہو جبکہ امور مفصلہ ذیل
ثابت ہون - (۱) آپکو اوسوقت رفع تقیہ جائز ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہون (۳)
مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو - (۴) آپ اوسوقت کامل العقل اور مکلف ہون
(۵) عرفاً آپکی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول نجانین جائین مگر کل محال
اما امر اول پس حسب زعوم شیعہ جن قاسطین و مارقین و ناکثین نے معاذ اللہ جناب فاطمی کے دشمنونکی

---

۱ - اور کچھہ بہت بڑا گناہ بھی نہین تھا کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہون اور وہ صرف گناہ صغیرہ بخشا ہوا تھا جو انبیا
سے نزول وحی سے پہلی جائز ہین - پھر جبکہ خدا نے برگزیدہ کرکے نبی بنایا تو معصوم ہوگئی کہ نہ گناہ صغیرہ کرتے تھے نہ کبیرہ حق تعالی نے
فرمایا - آدم نے اپنی رب کے نافرمانی کی پس گمراہ ہوا - پھر خدا نے اوسکو برگزیدہ کیا اور اوسکی توبہ قبول کی اور ہدایت کی
اور فرمایا اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا - اور ایک روایت مین ہے - اللہ تعالی نے آدم کو جنت کے لیے
نہین پیدا کیا تھا بلکہ اوسکو اپنی زمین مین حجت اور اپنے شہرون مین خلیفہ پیدا کیا تھا - اور گناہ آدم سے جنت مین ہوا تھا نہ زمین مین
تا کہ اللہ کے امر کی تقدیر پوری ہو پس جب زمین پر اوتارا اور حجت اور خلیفہ بنایا تو معصوم ہوے بسبب قولہ تعالی - ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الایہ - ۱۲ -

گھر کو جلایا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پونہچا کر محسن شش ماہہ اسقاط کرایا اور بر سر منبر فاحشہ کے
ساتھہ متہم کیا اور اسد اللہ سے جبراً گلی مین رسی ڈالکر بیعت لی اور بنات طیبات کو غصب کیا اور فدک
چہینا اون سے کیا توقع تہی کہ وہ ایسی فتنہ انگیز باتونسے سکوت کرین گے۔ اور اونپر امامین معصومین کا
کیا رعب ہوگا جو ایذا رسانی سے باز رہینگی پس رفع تقیہ کی کوئی وجہ نہین۔ معہذا تعجب ہی کہ خلافت
صدیقی سے تو جو بظاہر حسب تصریحات مطابق شرع تہی اسقدر رستکرہ فرماوین اور خود ہی بلاضرورت اوس خلافت کو
حوالہ امیر معویہؓ فرماوین تو معلوم نہین کہ حسب اصول طائفہ خدا و رسولؐ کو کیا جواب دینگے۔ زیادہ تعجب صاحب
تشیید المطاعن سے ہی کہ باین تبحر اوسنی بجواب طعن صدیقی کے عدم تقیہ کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہؑ
قرار دیا ہی اور یہہ خیال نفرمایا کہ حسب روایات شیعہ پہلی کونسا دقیقہ بیحرمتی کا اوٹہا رکہا ہی جو اب حضرت
فاطمہ کا لحاظ کرینگی یا ڈر جاینگی۔ علاوہ اسکی یہہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی مین جو یہہ ہی قول امام ثالث سے
صادر ہوا نہین جاری ہوگی۔ امر ثانی ہم کہتی ہین کہ لفظ اب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین نہ
جناب امیرؓ کیونکہ اطفال کی عادت ہی۔ جب اپنی بزرگ کی جگہ کسیکو بیٹہا دیکہتی ہین یا اپنی بزرگ کا
کپڑا کسیکو پہنی دیکہتی ہین تو ناگوار سمجہتی ہین اور بتقاضی نزع ہوتی ہین تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اوس جگہہ دیکہا۔ اب اونکی جگہ دوسری لوگونکو بیٹہا دیکہکر بمقتضاء عمر غبطہ فرمایا
اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے اوتر اور یہہ ہی وجہ ہی کہ حضرت صدیق اکبر نے اونکی تصدیق فرمائی
اور نیز اپنی ہونے سے بہی نفی نہین فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہی نہ میری باپ کا۔ اور روپڑی
یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہی نہ میری باپ کا اور اونکی مفارقت کو یاد فرماکر رو پڑی
پہر صاحب تشیید کا اسکو حاشیہ تشیید مین بعضم نفس پر محمول کرکے مقدمہ ہی جواب ہونا طرفہ تماشا ہی۔
امر ثالث اگر مقصود بیان استحقاق تہا تو ایسی الفاظ سے بیان کرنا جسمین اندیشہ ثبوت خلاف مقصود ہو
خلاف فصاحت اور نہایت مستبعد ہی اور کچہہ مفید نہین چنانچہ اس عبارت سے بفرض محال اگر یہہ ہی
مدعا ہو تو ہرگز پایہ ثبوت کو نہین پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تہا اور بموافق تقریر صاحب
تشیید مخالفین کا کچہہ خوف نتہا تو یون فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخلافۃ بعد جدی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھو ابی علی بن ابیطالب و ان ابابکر تقمصہا غصبا وعدوانا[۱]
فانزلوہ عن منبر جدی فانہ لیس لہا اھلا - اوسوقت شیعہ کو گنجایش استدلال ہوئی ورنہ ایسی بڑی
امر کو ایسی طرح چیستان اور پہیلی مین بیان کرنا اور ایسی عبارت مین ادا کرنا جسمین خلاف مقصود
اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نکریگا - امر رابع بدیہی البطلان ہے انبیاء کی نسبت ارشاد ہے فلما بلغ
اشدہ واستوی جو صراحۃً دال ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور استوی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے
اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہین محمد بن مرتضی المعروف ملا محسن تفسیر صافی مین تحت قولہ تعالے
فاراد ربک ان یبلغا اشدہما ای الحلم وکمال الرای[۲] فرماتے ہین - تو اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ
بلوغ اشد سے پیشتر کمال عقل ورائے حسب شہادت ملا محسن مفسر نہ تہا معہذا استثناء اطفال کا عموماً
تکالیف شرعیہ سے اسکی دلیل ایسی واضح ہے جسمین کچھہ خفا نہین - امر خامس کے بطلان کے لیے حاجت تجشم
استدلال نہین یاد آتا ہے کہ خود جناب امیر نے جناب حسنین کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی
اور شیعہ روایت کرتے ہین وہ یہہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ حضرت کی دوش مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تہے
جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اونکی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہین سمجہا پس ایسے
استدلال خصم کے روبرو پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دانشمند کا کام ہے مگر کیا کرین جب استدلال صحیح
ہاتھہ نہ آوین تو کیا ان ابلہ فریب تقریرون سے ہی دل خوش نکر لین - یہہ معلوم نہین کہ کس حوصلہ پر یہہ جرات ہے
اور کس بہروسہ پر دعوی تناقض مابین اقوال ائمہ وشہادات ہے - **قولہ** جبکہ یہہ خلافت کتاب اللہ
وشہادات ائمہ[ع] وغیرہ سے واقع نہین ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلیئے اہل سنت کو وضع اصول کی
اشد ضرورت ہوئی - **اقول** جبکہ مجیب لبیب کی شبہات کا استیصال قرار واقعی کیا جاچکا
تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہگیا کہ خلافت خلفاء رضہ کتاب اللہ تعالے اور شہادات ائمہ عنہ سے

---

[۱] ای لوگو مستحق خلافت بعد میری نانا صلے اللہ علیہ وسلم کے میری پدر بزرگوار علی بن ابیطالب ہین
اور ابوبکر نے قمیص خلافت غصب و تعدی کے طور سے پہن لیا ہے - اسکو میری نانا کے منبر سے اوتارو - کیونکہ
یہہ اوسکا اہل نہین ہے - ۱۲ - [۲] پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دو تو اپنی کمال عقل کو پہنچ جاین
۱۲ — ف

واقع ہی اور اہل سنت کو اوسکی لیئی اصول بنانیکی کچہہ ضرورت نہین قال الفاضل المجیب
قولہ - ہان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ وشہادات ائمہ سے ہی جن اصول وشروط
پر واقع ہوئی ہی اہل سنت کی نزدیک وہی اصول صلوح وقوع کی لیئی معتبر ہین - اقول -
اس آپکی قول سے معلوم ہوا کہ سوای کتاب اللہ وشہادات ائمہ رض کی ہی خلافت راشدہ کی لیئی
اصول وشروط ہین پہر آپکا یہہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچہہ ضرورت نہین - کیونکر
صحیح ہو - یقول العبد الفقیر الی مولاہٗ اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت
مجیب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو بہولی ہوئی ہین جو ایسا بے سروپا اعتراض فرماتی
ہین لیجیئی اب مین مختصراً خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہون اور اوسپر جو کچہہ مینی عرض کیا تہا
وہ بہی مختصراً لکہتا ہون اہل انصاف خود دیکہہ لیوین - کہ اوسپر ہماری مجیب کیا فرما رہی ہین اولاً
جناب مجیب تحریر فرماتی ہین شیعہ کی نزدیک امامت مشروط بشرائط ثلثہ نص وعصمت وافضلیت ہے
اور اہلسنت ان شرائط کو شرط خلافت نہین مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کیے ہین جن سے اونکی
نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہی اور ماخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفاء ثلثہ متنازعہ فیہا کا
وقوع ہی اور یہہ ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہی انتہی - بندہ نے اسپر بایں مضمون عرض کیا کہ
جبکہ خلافت خلفاء ثلثہ رض کتاب اللہ وشہادات ائمہ رض سے ثابت وواقع ہی تو اہلسنت کو اوسکی
اثبات کی لیئی اصول گہڑنے اور بنانے کی کچہہ ضرورت نہین لیکن ظاہر ہی کہ خلافت کچہہ خلافت خلفاء ثلثہ مین ہی
منحصر نہین ہی اور اگرچہ لفظ خلفاء مقید بثلثہ نہ تہا تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ
فیہا ہی مفہوم ہوتے تہی اور ظاہر ہے کہ بعد خلافتہائی منصوصہ راشدہ کی دوسری خلافتونکی لیئی
اصول کے ضرورت تہی تو جب یہہ خلافتہائی راشدہ حق ہو گی اور اونکا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور ائمہ رض نے
انکی حقیت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہہ خلافتہائی راشدہ واقع ہوئی ہین وہ اصول
لامحالہ حق ہونگی اور جو خلافت اون اصول کے مطابق واقع ہوئی - وہ بہی حق منعقد ہوگئی بس اسپر جناب مجیب کا
یہہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کی لیئی سوای کتاب اللہ وشہادات ائمہ کے بہی

اصول و شروط ہین تو آپکا یہہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھہ ضرورت نہین کیونکہ صحیح ہو عدم
فہم مطلب عبارت سے ناشی نہین تو کیا ہے کیونکہ اولاً اس کلام سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ محجیب نے کتاب
و شہادات کو بھی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہہ غلط ہے کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف و صریح ہے کہ
اسجگہ اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہین جو اونہی جزئیات پر منطبق ہون مثل قضایاء شخصیہ علاوہ اسکی کتاب
و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہین ہو سکتا کہ یہہ وہ اصول ہین جو بطور خود وضع کیے ہین جسکا
الزام لگایا گیا تھا۔ ثانیاً مینی یہہ عرض کیا تھا کہ خلافتہای متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول
کی ضرورت نہین لیکن جو اصول کہ اون سے مستنبط ہین وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر
ہین اور اس سے ہر ایک نوکی دہاید سمجھہ سکتا ہے کہ اس سے یہہ مراد نہین ہے کہ وہ اصول مستنبط جو
خلافتہائے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوتی ہین اپنی ہی صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہونگی اگر اونکا اعتبار
ہو گا تو آیندہ کی لیے ہو گا۔ لیکن ہماری محجیب لبیب اپنی کمال دانشمندی سے یہہ سمجھہ گئے
کہ گویا لفظ صلوح و وقوع کا مضاف الیہ منوی وہی خلافتہای متنازعہ فیہا مراد ہین اور غلط
سمجھکر اعتراض فرما دیا۔ ثالثاً حضرت محجیب نے اہل حق کیطرف ان اصول کا الزام لگایا تھا جو بلا حجت
شرعیہ کی ہوائی نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کمترین نے اون ہی اصول موضوعہ کا
انکار نسبت خلافتہائی متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض مین معلوم ہوتا ہے کہ ہماری محجیب
اپنی اصلی قید کو فراموش فرما گیے ہین جو متعلق اثبات اصول کی دہمکی دیتی ہین۔ اور یہہ تمام گفتگو
اوسوقت تک ہے کہ ہم جناب محجیب کی خاطر سے تسلیم کر لین کہ ازالۃ الخفا کا مطلب جو ہماری محجیب نے
سمجہا ہے وہ صحیح ہے ورنہ فی الحقیقت اگر دیکہا جاوے تو ہماری محجیب صاحب اصل مطلب ازالۃ الخفا تک ہی
نہین پونہچی مکرر سوچین اور اہل علم و انصاف سے پوچہین بندہ نے ہی ابحاث سابقہ مین اس کو مجملاً و مختصراً
بیان کیا ہے۔ **قولہ** معہذا تا وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہون اور دلائل خارجی سے
ثابت نکیے جاوین یہہ کہنا کہ جن اصول و شروط پر واقع ہوگی ہے اہل سنت کے نزدیک وہی اصول
صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہین مصادرہ علی المطلوب ہے **اقول** سبحان اللہ حضرت محجیب

مناظرہ دانی ختم ہی کیون جناب میر صاحب ذرا سوچکر فرمایئی تو سہی کہ مصادرہ علی المطلوب کسکو
کہتے ہین اور یہان مصادرہ علی المطلوب کیونکر لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سی بظاہر
کوئی فائدہ معلوم نہین ہوتا - **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف
کی آنکھین کہولکر دیکھیی ورنہ کسی دوسرے سے پوچھیی کہ یہہ تکرار ہی یا نہین پہلی یہہ تو فرمایئی کہ تکرار کسکو کہتے
ہین تعجب ہی کہ جناب اپنی تکرارات بیفایدہ نہین دیکھتے جو کہ بندہ بنظر اغماض و مسامحت قلم
انداز کر آیا ہی نقض خلافت کی مشورہ - پہر جلالی کی دہمکی فعلیت امامت جناب امیر - جناب امیر کی تجہیز
و تکفین حضرت مین مشغولی - ابتلا رنج والم مین کسیکا بات نپوچہنا وغیرہا یہہ سب امور اور
علاوہ انکی بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ مین مذکور ہین قطع نظر تکررات تمام کتاب سی اگر یہہ تکررات
بیفایدہ نہین تو کیا ہی اب انصاف سی سوچکر دیکھیی اور فرمایئی کہ تکرار بیفایدہ اسکو کہتی ہین
جو آپکے عبارات مین موجود ہی یا اسکو کہتی ہین جو آپنے بندہ کی عبارت مین پیدا کیا **قولہ**
ہان لفظ ہان سی یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلی کیا ہی وہ خلافت راشدہ
نہین - **اقول** عبارت کا مضمون سمجہنا یہہ خاص آپکا ہی حصہ ہی بیشک خلافت کا ذکر پہلی
اسطرح اس عبارت مین کرچکا ہون (ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفا رضہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سی
واقع ہی تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچہہ ضرورت نہین ہی) اور ہر ایک ذکی و بلید اس عبارت کو دیکہکر
سمجہہ سکتا ہی کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سی ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت کا
راشدہ ہونا تو اپنی اختیار سی ہی جسکو چاہا راشدہ کہدیا جسکو چاہا امارت و سلطنت کہدیا نہ کتاب اللہ کی سنی
نہ ائمہ کی غرض نہ یہہ مضمون ہماری مجیب نے خوب سمجہا لیکن یہہ کچہہ نئی بات نہین حضرت مجیب
اور آپکی اکابر علما ہمیشہ کتاب و سنت کی مضامین ایسی ہی سمجہتی چلی آتے ہین یا ہذہ اول فاروقہ
کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ مین بہی یہہ ہی بات ہی **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ
اور شہادات ائمہ سلی ثابت ہو اوسکو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہماری مجیب جیسی منصف کا ہی
کام ہی پس یہہ محض ہماری جناب مجیب کے ظن مین ہی نہ واقعہ مین **قولہ** حضرت کا یہہ فرمانا

کہ شہادت ائمہ سے خلافت راشدہ ثابت ہے سمجھہ مین نہین آتا کیونکہ خلافت راشدہ و امامت دونون
لفظ مرادف ہین۔ ائمہ خود خلفاء راشدین ہین اونکی شہادت اپنی سوا کسیکی خلافت راشدہ پر
کیا معنی۔ اگر وہ ائمہ ہین تو خود خلفائے راشدین ہین اور اگر خلفاء راشدین ہین تو وہی امام ہین
پہر سوائے خلفاء راشدین کے اونکی غیر کو ائمہ کہنا کیا معنی رکہتا ہے **اقول** سبحان اللہ
ہمارے مجیب صاحب نے اپنی کمال لیاقت و دانشمندی سے دو اعتراض خلط کرکے ذکر فرمائی اول
متعلق وقوع شہادات اور ثانی متعلق اطلاق لفظ ائمہ ان دونو اعتراضونسے اہل علم پر بخوبی روشن
ہو سکتا ہے ع کہ تا کجا رسیدست پایگاہ علوم + پہر شہادات ائمہ سے ثبوت خلافت
راشدہ کی عدم فہم کی دلیل جو کچھہ ارشاد ہوئی وہ اور بہی نور علی نور ہے لیجیے سنیے اس تقریر کی اغلاط
مختصر اگذارش ہین اولاً خلافت راشدہ اور امامت کو (مرادف) مترادف فرمایا ہے اس پر مبنی ہے
کہ آپنے شاید میزان منطق اور تہذیب بہی نہین دیکہی جو حضرت کو مرادف کی تعریف معلوم ہو لی
اور اگر ازالۃ الخفا کی بعض عبارات آپکو شبہہ ڈالین تو واضح ہو کہ بعد تامل وہ آپکی مفید مدعا نہو نگے
جو کچھہ فرمائین سوچ سمجھکر فرمائین۔ ثانیاً مسلّمنا کہ یہہ ہر دو لفظ اصطلاحاً مترادف ہین لیکن
کس کے نزدیک اگر شیعہ کے نزدیک مراد ہے تو اہل حق پر اونکی مسلمات حجت نہین اور اگر اہل حق کے
نزدیک مراد ہے تو بداہتہً غلط ہے آخر یہہ تو آپ نے بہی سنا ہو گا کہ امام مالک رح امام شافعی رح
امام غزالی رح امام رازی رح علی العموم اطلاق کرتے ہین اور انکو ہرگز خلفاء مین سے نہین سمجہتے اگر آپنے
ایسا ہی مرادف سمجھہ رکہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین بہی ہر جگہ یہہ ہی سمجہتے ہونگے تو پہر
ائمۃ الکفر مین کیا کہیگا قرائن کو اگر پیش کیجیگا تو پہر آپکی خصم کو بہت وسعت اور گنجائش ہو جائیگی اور
آپ تنگ ہونگی علاوہ اسکی ابن بابویہ نے خصال مین روایت کی ہے عن ابی عبد اللہ ع
قال ثلثۃ یدخلہم الجنۃ بغیر حساب وثلثۃ یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنۃ
بغیر حساب فامام عادل وتاجر صدوق وشیخ افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ عز وجل واما الثلاثۃ

لہ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہین جو جنت مین بے حساب داخل ہونگے اور تین شخص ہین جو دوزخ مین بے حساب داخل ہونگے جو جنت مین بے حساب داخل ہونگے وہ امام عادل اور سچا سوداگر اور وہ بڈہا جسنے اپنی عمر عبادت مین صرف کردی اور وہ تینون ۱۲-

الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فامام جائر وتاجر کذوب وشیخ زان - تو اس روایت مین قرائن
کو بھی کچھ سمجھئے اور فرمایئے کہ امام سے کیا مراد ہی چونکہ اسوقت نقل روایت سے مقصود اسی قدر ہی اسلیئے اس حدیث
شریف کی تفصیل فوائد کسی دوسری وقت پر منحصر کرتا ہون ثالثاً عموماً ائمہ کا خلفاء راشدین ہونا یہہ بہی
انہی تاویلات سے ذکر فرمایا ہی جو صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ اوسی بنار فاسد پر مبنی ہی - رابعاً اگر حصر مراد ہی تو پہر
خلفاء اور غیر مسلم ہیں کہ جس سے دریافت کیجیگا آپکو بتا دیگا کہ جب خلفاء اور ائمہ باہم متقابل مناظرہ مین ہونگے
تو ائمہ سے ائمہ اہل بیت مراد ہونگی اور خلفاء سے خلفاء ثلثہ تو یہہ بہی غلط اور از قبیل بنار فاسد علی الفاسد ہی
خامساً اگر ائمہ خود خلفاء راشدین ہین اور خلفاء راشدین ائمہ ہین تو ہم کب کہتے ہین کہ وہ اپنی سوائے
کسیکی خلافت راشدہ پر شہادت دیتے ہین بلکہ بعضہم لبعض شہادت دیتے ہین اور اسکو کوئی مانع
نہین پس اپنی سوائے کسیکی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے معنی ہی
سادساً یہہ فرمانا کہ اگر وہ ائمہ ہین تو خود خلفاء راشدین ہین الخ نے الجملہ مسلم ہی لیکن یہہ قضیہ
محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہی اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہی - پس عبارت حقر کے
معنی بلا غبار ظاہر ہین یا بایں معنی کہ جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو انہین کی شہادت
سے خلفاء ثلثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہی یا یہہ کہ جو متفق علیہم امام فی الدین ہین انکی شہادت سے
ثابت ہوتا ہی کہ خلافتہا ثلثہ راشدہ ہین یا یہہ کہ وہ ائمہ جنکی خلافت و امامت اپنی زمانہ مین راشدہ
متفق علیہ ہی انکی شہادات ثابت کرتے ہین کہ خلافتہاء ثلثہ سابقہ خلافتین راشدہ ہین اور ان
سب توجیہات مین کچھہ خلل نہین پس اگر اب بہی آپ نہ سمجھین اور ہٹ دہرمی کرین تو خدا سمجھی
قولہ اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادات ائمہ کا جواب پہلی گذرچکا ہی **اقول** اس کا جواب
الجواب بہی وہین ملاحظہ فرمالیجیگا **قال الفاضل المجیب** - قولہ بخلاف حضرات شیعہ کی
کہ انکی اصول ثلثہ باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین مستلزم دور ہین یا لغو تہ اول یا آخرین لان الشئی
اذا ثبت بلوازمہ فلوازمہ مصادرہ علی المطلوب علی اصول اہل السنۃ بالکل باطل ہی - اقول - اصول ثلثہ کی

جو موزخین بلاحساب داخل ہونگی وہ امام ظالم اور جہوٹا سوداگر اور بڈہا زانی - ۱۲ -

نسبت آپکا یہہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین دعوی بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو تعرض
کیا جاتا۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** سبحان اللہ ہمارے مجیب لبیب باین ہمہ
ادعاء مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ مین اپنی اصول ثلثہ کی نسبت اپنی خلاف منصب بے دلیل
دعوی فرما چکے ہین کہ ہماری شرائط ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہین اور جب مانع نے اوسکی ثبوت کو
منع کیا تو اولٹے اوس سے اوسکی منع پر دلیل کے طالب ہوتے ہین اور یہہ خیال نہین فرماتے کہ ہمارا
منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہہ معلوم کہ دعوی کسکو
کہتے ہین اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہین پھر اوسپر یہہ کچھہ لن ترانیان ہین
قولہ سواے عصمت کے دو شرطون یعنی فضلیت خلفاء و نص کے حضرات اہل سنت بہی
قائل ہین اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین تو حضرات ان شرطونکو کن دلائل سے ثابت
کرتے ہین۔ **اقول** یہہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے مجیب لبیب سے سرزد ہوئی ہے اور ہم متنبہ
کر چکے ہین اور اب بہی ہم متنبہ کرتے ہین کہ حضرت یہہ آپ غلط سمجہے ہوئے ہین اہل سنت ہرگز ان
شرائط کو شرائط نہین جانتے آپ وجود کو اشتراط سمجہے ہین جو منشاء اس غلطی کا ہے حالانکہ
بداہتہ وجود اور اشتراط مین یون بعد ہے جو اطفال مدرسہ پر بہی مخفی نہوگا **قولہ** یہہ کب ہوسکتا ہے
کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہون۔ **اقول** بیشک آپنے یہہ صحیح و درست فرمایا
یہہ ہرگز ممکن نہین کہ اہلسنت کسی امر کی بلا قیام دلائل شرعیہ قائل ہون اور یہانتک متمسک بشرع ہین کہ انکی بیان
تو حسن و قبح بہی شرعی ہے ولله الحمد والفضل ما شہدت به الاعداء **قولہ** گو خلافت پر کوئی
دلیل شرعی قائم ہو **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتے ہین پس اپنی اصلی حالت پر آگئے ابہی حضرت
کیا آپکے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہین لیکن اس بارہ مین تو آپ اوسکی قطعیت کا اعتراف فرما چکے
ہین گو آپکے اکابر علماء کی خلاف ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کرینگے پہر خلافت کے
بارہ مین کیون قابل قبول نہین اگر ائمہ رض نے تقیۃ کچھہ فرمایا ہو تو حق تعالی شانہ نے تو تقیہ نہین
کیا ہوگا ذرا اوسکو بنا ل صادق دیکہیے اور اپنی علماء کی تاویلات کو اوسکے ساتھہ میزان انصاف مین

وہ امام خلق و نائب رسول ہے) قیاس اسطرح ہوگا۔ الرسول یوجد فیہ ھذہ الشرائط
وکل من یوجد فیہ ھذہ الشرائط فھو امام و نائب عن الرسول ینتج الرسول نائب
عن الرسول۔ اور یہہ بدیہی البطلان ہے اور لزوم لغویۃ کے جواب مین تو آپ طرح ہی دیگئے معلوم
ہوتا ہے کہ شاید سمجھے ہی نہین ورنہ اوسیمین ہی نبوت کی معارضہ فاسدہ ہی ٹالتی **قولہ** اور لزوم مصادرہ
علی المطلوب آپکی ہی پہلی قول سے ثابت ہے **اقول** ای جناب گستاخی معاف پہلی آپ
مصادرہ علی المطلوب کے تعریف سیکھئے اوسکی بعد اعتراض کیجئے۔ اسکا کیا علاج کہ آپ یہہ ہی نہین
جانتی کہ مصادرہ علی المطلوب کسکو کہتی ہین یہہ آپکا عذر کافی نہوگا کہ مین محض فارسی خوان ہون **قال
الفاضل المجیب** ۔ قولہ۔ پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف مین بحث منظور نہی
تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل مین بحث شروع کی ہوتی جو آخر پہنچی بہ بحث امامت
ہوتی۔ اقول۔ مجھکو کسی اختلاف مین خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تہی کیونکہ کتب
مناظرہ فریقین موجود ہین اور اونمین ہر قسم کی بحث لکھی ہے منصف و حق کے طالب کے لیئے کافی ہے
صرف بپاس خاطر عزیز عنایت فرمای دلی جنکا حال شروع مین تحریر ہوا یہہ سوال لکھا گیا اور جو کچھہ لکھا جاتا ہی یا لکھا
جائیگا محض اونکی خاطر سے ہوگا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** ۔ ای جناب۔ آپ
اصل منشاء سوال ہی نہین سمجھے آپنے اپنی سوال مین تحریر فرمایا تہا (فرقہ اہل سنت و جماعت
و شیعہ اثنا عشریہ مین اگرچہ اصولاً و فروعاً بہت سی اختلاف ہین مگر بہت بڑی مخالفت امر خلافت
مین ہے) تو اس تمہید مین جنابنے گویا ظاہر فرمایا تہا کہ علت تخصیص بابحث مسئلہ خلافت کے
اوسکی عظمیت ہے بندہ نے اوسپر یہہ عرض کیا کہ اگر یہہ ہی علت ہے تو اصل سے نزاع معاملہ
صحابہ ہے اوسپر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپکی ضرورت کا اثبات کیا تہا
جو آپنے اوس سے تبری و تحاشی فرمانی شروع کی اور ہمنی مانا کہ اصلی غرض تحریر سوال سے پاس
خاطر عزیز عنایت فرمای دلی تہی لیکن یہہ تو جنابنے تحریر نہین فرمایا کہ اصل فرمائش اونکی یہہ ہی
تہی کہ مسئلہ امامت مین ہی سوال لکھے جائین بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ اونکا مدعا یہہ تہا کہ کسی

تو لیجی تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت بلا دلیل شرعی خلافت کے قائل ہوئی ہین یا بدلائل دلکن اللہ بہدی
سن بہت ار - **قولہ** چونکہ دور کا ذکر آپنے بالاجمال کیا ہی مجملاً جواب بہی گذارش کر ہر چند آپکی
کتب عقائد وغیرہ سے یہہ ہرسہ شرائط خصوصاً پہلے دو شرطین یعنی فضلیت ونص تو ضرور
ثابت ہین مگر ہماری مقابلہ مین انہی انکار ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالی دلائل شرائط مین انکا ذکر کسیقدر
تفصیل سے آئیگا - مگر یہان اسقدر گذارش ہی کہ اگرچہ آپ امامت مین ان شرائط کے منکر ہین تاہم ثبوت
نبوت مین تو ضرور ہی قائل ہونگی جو جواب آپ وہان فرماوین - وہی جواب ہماری طرف سے امامت مین کہ تائی
نبوت ہی قبول فرمائیے - **اقول** یہہ غلطی وہی ہی جسپر بارہا متنبہ کیا جاچکا ہی کہ اہلسنت کے
نسبت تسلیم اشتراط فضلیت ونص کا مبنی محض ایک خفیف التباس پر ہی جو ادنی طلبہ پر بہی
واضح ہو سکتا ہی باقی رہا لزوم دور کے جواب مین جو بطور الزام ارشاد ہوا ہی کہ اہلسنت شرائط
ثلثہ کے اگر امامت مین منکر ہین تو نبوت مین تو ضرور قائل ہونگی سو جو جواب اس دور کا دینگی وہی جواب
ہماری طرف سے یہان قبول کرین اس الزام کا مدار محض اپنی گمان پر ہماری محبیب نے رکہہ چہوڑا ہی
کیونکہ فرماتے ہین (مگر ثبوت نبوت مین تو ضرور قائل ہونگی) اول چاہیے ہتا کہ شرائط ثلثہ کا اشتراط
اہل سنت کی نزدیک ثابت فرمانی لبعد بعد اوسکی الزام دیتی اب بہی اگر کچہہ ہوش اور خیال ہو تو بسم اللہ لیکن پہلے
اس ہی شرائط اور لوازم مین تغایر اور امتیاز سمجہہ لین یہہ اگر نبوت مثلاً نص پر موقوف ہو اور
نص موقوف نبوت پر تو البتہ دور لازم آوی لیکن ہم کہتی ہین کہ نبوت کا توقف محض اجتبا اور اصطفاء
خداوندی پر اور ظہور اوسکا موقوف معجزات پر ہے نہ نص پر بخلاف شرائط ثلثہ امامت کے کہ امامت
موقوف نص پر اور نص موقوف عصمت وافضلیت پر اور عصمت افضلیت موقوف امامت پر تو امامت
اپنی نفس پر موقوف ہوئی اور یہہ ہی دور ہی قطع نظر اس سے ان ہی شرائط ثلثہ مین جو دوسری خرابی
آپ ہی کے تقریر سے لازم آئی وہ بہی ملاحظہ فرمالیجیے وہ یہہ کہ آپنے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا
تو لامحالہ یہہ شرائط ثلثہ امامت منبوت کے بہی شرائط ہونگی - تو ہم ایک قیاس بنائینگی جسکا کبری وہ قضیہ
کلیہ ہوگا جو آپ اپنی تحریر سابق مین تحریر کر آئے ہین وہ یہہ کہ جسمین یہہ شرائط متحقق ہون

مسئلہ مین بحث شروع ہوجائی کیونکہ وہ خود چندان اس مسلک سے واقف نہین تہے لیکن یہہ تعیین مسئلہ
جناب نے بطور خود مناسب سمجھکر فرمائی سو یہہ عذر باین خاطر عزیز کا بہی بجا نہین **قولہ**
پہلی گذارش ہو اگر اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے نہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**
اوسجگہ یہہ بہی عرض ہوچکا ہی کہ اس اصل کے اصل بہی وہی معاملہ صحابہ ہے کیونکہ اونکی ماخذیۃ
اور عدم ماخذیۃ باعتبار اون اوصاف کے ہے جنمین فریقین اہلسنت وشیعہ باہم مختلف ہین۔
قولہ حضرت نے یہان محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جاتی کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل
وایمان مین گفتگو کرتی ہین حاشا وکلا یہہ ہرگز نہین کہ کل صحابہ کے فضائل کے منکر ہون
یا کل کے ایمان مین کلام ہو۔ بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت البتہ گفتگو ہے۔ اور یہہ صرف اہل حق
ہی نہین کہتی بلکہ حضرات اہلسنت کا بہی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہی کہ کل صحابہ کے
فضائل کے یہہ حضرات بہی قائل نہین۔ **اقول** شروع رسالہ مین کسیقدر تفصیل کے ساتہہ
بیان کیا جاچکا ہی کہ علماء شیعہ کو کل صحابہ کے فضائل وایمان مین گفتگو ہے یا بعض کے اور اسجگہ ثابت
کیا گیا ہی کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل وایمان مین گفتگو ہے کیونکہ
انکے نزدیک معصیت خلاف کرمت ہے اور صحابہ مین سے بالاتفاق کوئی معصوم نہین اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سماک بن خرشہ یوم احد جنگ سے فرار کرچکے اور بعد انتقال حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہوچکے تو فرمائیے
وہ کونسے صحابہ ہین جنکا ایمان اور جنکی فضائل ومحامد مسلم ہین اور بفرض محال اگر پانچ چار بلکہ دس بیس ہے
ہوئی تو لاکہون کے شمار مین کس تعداد مین محسوب ہونگی باقی رہا اہل سنت کی نسبت یہہ الزام کہ وہ بہی کل
صحابہ کے فضائل کے قائل نہین محض دہوکہ دہی اور افترا ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ادنے
صحابی کے رتبہ کو بہی نہین پہونچ سکتا مگر پہر بہی عصمت صحابہ مسلم نہین پس بمقابلہ اہلسنت
صحابہ کی خطایا اونکی مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ اونکی فضائل کا
اعتراف ہے اونکی عصمت مسلم نہین تو اونکو یہہ روایات کچہہ مضر نہین **قولہ** فضائل ایکطرف بعض کو

آگے خاتم المحدثین صاحب خیانت واشرار فساد پیشہ ومردودان جناب الٰہی تحریر فرما [illegible]

اقول بحول اللہ وقوتہ اسکا مفصل جواب ابحاث سابقہ مین جسجگہ ہمارے حضرت مجیب [illegible]
شدومد سے یہہ اعتراض فرمایا ہے تحریر ہوچکا ہے حاجت تکرار واعادہ نہین مگر اسقدر گذارش [illegible]
بالفرض یہہ کلمات الزاماً نہین لکھے تاہم یہہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الٰہی لکھتے ہین [illegible]
افترا اور بہتان ہے۔ **قولہ** ہان اگر ان امور مین خلفاء ثلثہ کی بابت تحریر فرماتی تو مضائقہ نہ تھا
کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہین نہ ہم **اقول** اگر آپکو اور علماء شیعہ کو صرف خلفاء ثلثہ [illegible]
فضائل وایمان مین گفتگو ہوتی تو بیشک کچھہ مضائقہ نہ تھا کہ خلفاء ثلثہ کے ہی بابت تحریر کیجاتی
لیکن آپکو تو حسب روایات کافی وغیرہ سوای چند چہار یا چہہ صحابہ کے سب ہی کے فضائل وایمان مین گفتگو ہے
معہذا آپ بہی اگر سوای خلفاء ثلثہ کے باقی صحابہ کے فضائل وایمان کو تسلیم فرماتے تو ہم بہی [illegible]
معاملہ خلفاء ثلثہ ہی پیش کرینگے اور جبکہ آپکو ہزارون بلکہ لاکہون صحابہ کے فضائل وایمان مین کلام ہے
تو پہر خصوصیت خلفاء ثلثہ بالکل بیجا ہوگی اوسوقت عام طور پر بحث ہوگی جسمین خلفاء ثلثہ بہی [illegible]
ہونگی باقی رہا یہہ کہ اہلسنت کی طرف یہہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہین محض [illegible]
منشا اس غلطی کا یہہ ہے کہ فضائل کو ملزوم عصمت تصور کر رکہا ہے اور یہہ سراسر غلط ہے **قولہ**
ونیز یہہ بحث بہی آپکی قول کے موافق بالآخر منجر بہ بحث امامت ہے ہوتی سو خیر یہہ بہی قبول ہے [illegible]
اب آپکا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھہ ہے آپ کچھہ سمجھہ رہے ہین [illegible]
جواب از ریسمان۔ تاہم جو کچھہ ہو آپنے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت [illegible] کے موافق ہو یا نہ [illegible]
آپنے بہت اچھا کیا۔ آفرین ومرحبا اصل غرض یہہ تھی کہ علت کچھہ بیان کی [illegible]
تو شاید بزعم خود اس خاص مبحث مین وثوق کچھہ زیادہ ہوگا ورنہ ہماری طرف سے [illegible]
کبہی ہم خود کیا دعوی کرین جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ قال الفاضل [illegible]
قولہ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت مین زیادہ دعوی ہے [illegible]

واعتماد ہوگا اسلیے اوّل اسیکو چھیڑا - اقول - ہر مسئلہ مختلف فیہ مین دعوی اور وثوق واعتماد ہی اسی
مسئلہ کی خصوصیت نہین - یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی - حضرت مجیب کے
دعوی اور وثوق و اعتماد کا حال کسیقدر ابحاث گذشتہ مین اہل انصاف و دانش پر منکشف ہوچکا ہی
اور رہا سہا آئندہ کھل جائیگا لیکن تعجب یہہ ہی کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہہ اعتماد و وثوق
کس راہ سے آیا اور مرتبہ حق الیقین کا کیونکر حاصل ہوا ہم جہانتک تحریر کو دیکھتے ہین اوس سے
توصرف یہہ معلوم ہوتا ہی کہ یہہ محض دعوی ہی دعوی ہی - اور کیا عجب ہی شاید بعض
اوقات مین آدمی کو غلطی پر بھی اعتماد اور وثوق ہوجاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوف اپنے آپکو دانشمند
تصور کر لیتے ہین اور بعض جاہل اپنے زعم مین عالم بن بیٹھتے ہین آخر آپکو معلوم ہوگا کہ علمانے ایک
قسم یقین کا جہل مرکب ہی تو قرار دیا ہی جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہی - قوله
مگر چونکہ اس مسئلہ مین پہلی سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہہ ہی مسئلہ اہم تھا
اسلیے اسکو چھیڑا گیا اقول یہہ عذر جنابنے اسی تحریر مین فرمایا اگر اصل مین
اسکو ظاہر فرماتے تو کچھہ گفتگو نہ تھی - باقی اہمیت متنازعہ فیہا اس مسئلہ کے تو آپ ثابت کر چکے
نہ تھی اور جو کچھہ ثابت فرمایا وہ مفید مدعا نہین تو انحصار اہمیت اس مسئلہ مین جسکا دعوی اس
عبارت مین کیا گیا ہی بالکل غلط اور دعوی بلا دلیل ہے - قال الفاضل المجیب
قوله - پس ہم پاس خاطر منظور کر کے گذارش کرتے ہین - جناب مخاطب مدعی ہین کہ شروط ثلثہ امامت
یعنی نص و عصمت و افضلیت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہین تو اوّل جناب کو لازم ہی کہ تعریف
امامت کی فرمادین اور بعد اوسکی شروط ثلثہ مین سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل معہودہ
سے ثابت فرمادین - اقول - آپکی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہون یقول العبد الفقیر
الی مولاہ حضرت تسلیم قوله مجھکو امید ہی کہ بفضل الہی آپ امامت اور سہ شرائط
کی تعریف بخوبی جانتی ہونگی مگر بخیال میری اس قول (اور اپنی اصول خلافت جو لکھین پہلی
انکی تعریف صرف لغتہ ذکر) کی منقلب کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا اقول مین جانتا ہون

خواہ نہین جانتا آپ سے دریافت کرنےمین کیا حرج ہی اگر مین جانتا ہون تو یہہ کیا ضرور ہے کہ آپ اوسکی موافق ہی ہون معہذا جبکہ آپکو جمیع مسائل مین وثوق واعتماد ہی اور حق الیقین کا مرتبہ حاصل کرلیا ہے تو محض پوچھنی ہی پر منقلب کرنے کی ڈر سے کیون گھبرائی ہین اور آب ندیدہ موزہ کشیدہ کیون ہوئی جاتے ہین مگر تعجب یہہ ہی کہ یہان تو بندہ کو علم کی ایسی معتقد ہوئی کہ یہہ امر خود بخود تسلیم کرلیا کہ مین امامت اور اوسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہونگا اور جسجگہ امامت کے فروع مین ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہی وہان کیون ایسے ناخوش ہوئی کہ میری جاننی کو بھی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** افسوس کہ جنابنے میری عرض قبول نفرمائی مین آپکی ارشاد کی تعمیل بسر وچشم کرتا ہون متوجہ ہوجیی - **اقول** جناب کا ارشاد بی موقع و بے محل تہا اسلیی کہ مدعی ہوکر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز واعراض کرنا اور دوسرد لنسی مطالبہ اثبات معتقدات کا اتہم کرنا بے محل ہت اسلیئی جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب اپنی واجب سے سبکدوش ہوجائینگی اور اپنی دعوی کو خصم پر ثابت فرماوینگی تو البتہ اوسوقت جناب کو استحقاق مطالبہ دلیل ہوگا و دونہ خرط القتاد - باقی رہا بندہ کی گذارش قبول فرمانا گو جنابنے اپنا ذمہ ہی وجوب سے بزعم خود فارغ کیا ہو اور فی الحقیقت صحیح ہو یا نہو اوسکا بندہ ممنون عنایات ہی **قولہ** امامت کی تعریف یہہ ہی دین دنیا کے جمیع امور مین نیابت پیغمبر سے کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہی کہ خداوند تعالی کے لطف وعنایات سے کسی شخص مین ثابت ہو کہ اوس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کی بدی و گناہ کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہوجاوی - نص سے یہہ غرض ہی کہ خدا اور رسول سے صاف حکم اوسکی امامت کی بابت صادر ہو - افضلیت کے یہہ معنی ہین کہ کل امت سے جسکا امام ہو صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ مین افضل ہو **اقول** یہہ تعریفات بوجوہ چند محل بحث مین اولاً یہہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہی یہہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہی یا لفظی یہہ تعریف لغتہً ہی یا اصطلاحاً اگر اول ہی تو بے محل اور نیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہہ معنی پائی

تعریفات شرائط امامت مین جرح قدح

بھی نہین جانتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرع ہے یا غیر شرع اگر غیر شرع ہے تو قابل التفات نہین اور اگر اصطلاح شرع ہے تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعوی بے دلیل کب قابل سماعت ہے ہمکو تو تتبع موارد کلام شارع سے جن مواقع مین یہہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہے جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونے کے ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حد اپنے محدود پر منطبق نہین کیونکہ جامع نہین - حق تعالے شانہ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا - اِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا[1] - اور نیز انبیاء ع کی باب مین ارشاد فرمایا - وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا[2] اور بدیہی ہے کہ انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کی صحیح نہین ہے - ثانیًا سلمنا کہ یہہ اصطلاح شرعی اور حقیقت شرعیہ ہی تو جسجگہ بلا قرینہ صارفہ اسکا اطلاق ہوگا یہہ ہی معنی مراد ہونگی تو پہر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہین مانتے اور جو کچہہ امام علیہ السلام نے نسبت شیخین رض فرمایا ہما امامان عادلان اوسمین کیون معنی حقیقی شرعی مراد نہین لیتے اور کسواسطے تاویلات بعید از عقل فرماتے ہین - ثالثًا یہہ تعریف مانع بھی نہین ہے کیونکہ یہہ تعریف اون انبیاء پر بھی صادق آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اوسکی شریعت کے احیاء کے واسطے بعد اندراس اسکے مبعوث ہوئی حالانکہ باعتبار اس اصطلاح کے اونکو امام اور خلیفہ راشد نہین کہتے - رابعًا عصمت کی تعریف حالت کے ساتھہ فرمانے ہے کہ جسکی ثبوت پر مثبت لطف ہین اوسکی سبب سے معصیت کی رغبت منتفی ہو جاوے اور یہہ غلط ہے کیونکہ عوام مومنین مین بہی بعض اوقات یہہ حالت بعنایت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے کہ رغبت معصیت اوس حالت کے سبب اوسوقت منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکابرہ ہے حالانکہ آپ اوسکو عصمت نہین فرماتی اور تعریف عصمت اوسپر صادق آتی ہے ہان اگر ملکہ کے ساتھہ تعریف کیجاتی تو شاید صحیح ہوتی کہ اوسمین معنی رسوخ کے ہین اور حالت مین معنی تغیر و تبدل کے - خامسًا لفظ خواہش و رغبت سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ بدون رغبت کے مثلًا سہوًا ناداستگی کی حالت مین صدور معصیت جائز ہے حالانکہ آپ اسکی قائل نہین ہین - سادسًا تقیہ کی آڑ مین تو حضرات نے کیا کیا بلکہ کفر و شرک تک

---

[1] مین تجکو لوگونکا امام بنانیوالا ہون ۱۲ [2] یعنی اونکو امام بنایا کہ ہماری کام کے ہدایت کرین ۱۲

ہی ائمہ پر ثابت کردیا جو بخواہش و رغبت کرتے ہین کیونکہ تقیہ حسب تعریف قوم وہی[ف] موافقۃ اہل الخلاف
فیمابینہم نہیں ہوتا ہے تو پھر عصمت کس کا نام ہے۔ سابقاً افضلیت کی تعریف مین تو ہمارے مجیب لبیب نے
رہا سہا اپنا تمام علم ہی خرچ کر ڈالا اجی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنے معرف پر محمول تو فرمائیگا اور پہر
ذرا یہہ بہی تامل فرماکر دیکہہ لیجئے کہ دور مصرح لازم آتا ہے یا آپکا وہ ہی مصادرہ علی المطلوب اور بعد
اس مرحلہ کے یہہ بہی تحقیق کیجئیگا کہ بنی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہے اور ادراک
بالعقل ہے یا مدار کثرت ثواب اور قرب من اللہ تعالے پر ہے اور غیر مدرک الا بالشرع بعد ان سب کے
اپنی تعریف صحیح فرماکر درج جواب کیجئے گا چونکہ خوف طوالت تہا اسلیئے مختصراً اعتراضات بتدا خل بعضہا
فی البعض عرض کر دیئے۔ **قولہ** اور ان ہر سہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اسقدر گذارش کافی ہے
کہ جب امامت ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل کہ عصمت انبیاء پر دال ہین
وہی بعینہ یا کچہہ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہونگی اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کے آپ قائل ہے ہونگی
افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہین نص کے باب مین بہی آپ تحریر فرماتے ہین کہ اہلسنت نص کے
علی الاطلاق منکر نہین پس اس صورت مین ہمکو ہر سہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنیکی چندان ضرورت
نہ تہی مگر چونکہ آپنے بپاس خاطر یہہ بحث منظور فرمائی ہے اسلیئے اسکی رعایت ہمکو بہی ضرور ہے **اقول**
یہہ تقریر دلفریب بالکل ناتمام بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ مراد ہے
تو اوسکی شرح کرنے چاہیے اور اوسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی مراد ہے اور جملہ (نیابت
نبی سے مراد ہے۔) عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہونگی
وہی بعینہ عصمت ائمہ پر دال ہونگی سراسر سفسطہ ہے کیونکہ اسکا مدار اسپر ہے کہ اصل مین جسقدر اوصاف
ہونگے وہی فرع مین بہی ہونگی حالانکہ یہہ بداہۃً غلط ہے ہان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب تساوی
فرماتے تو مضائقہ نہ تہا اور اگر یہہ مراد ہے کہ بعض اوصاف اصل نائب مین ہوتے ہین تو قطع نظر ترجیح بلا
مرجح یہہ آپکا قیاس غلط اور باطل ہوگا عصمت انبیاء کا مین قائل ہون اور اس امامت کو احیاء شرائع دین

ف تقیہ اہل خلاف کے موافقت ہے اونکی دینی امور مین ۔ ۱۲ ۔

اور اجرائی شعائر و مراسم اسلام مین نیابت نبوت اعتقاد کرتا ہون لیکن باوجود اسکی اوصاف نبوت کو
نبی کے ساتھہ مختص سمجھتا ہون اور اوصاف امام کو اوسکی ساتھہ - اور عصمت لوازم نبوت سے ہے دبس آ
پس ثبوت عصمت کے لیئے امام مین بجاے دلائل کے امامت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا
محض ہماری مجیب کے ناجائز تقلید ہے کیونکہ یہہ ہی غلطی آپکی شہید ثالث وغیرہ کو بہی سد راہ حق ہوئی ہے
وہ مجالس المومنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی مین فرماتے ہین زیراکہ امام قائم مقام نبی ست در جمیع امور
مگر در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ تتبع کیا جاوی تو نزول وحی کا بہی مختصات نبوت سے ہونا
باطل ہوگا اپنی امام کلینی کی حدیث ملاحظہ فرمایئے عن السجادؑ ان علی بن ابی طالب کان محدثا[1]
وھو الذی یرسل اللہ الیہ الملک فیکلمہ ویسمع صوتہ ولا یری الصورۃ عن تحفہ اور کتاب
مختوم بخواتیم الذہب در مصحف فاطمی اگر بطور وحی کے نازل نہین ہوئی تو کیونکر آئی - بہرکیف معلوم ہوتا ہے کہ
شاید خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور ہبہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ
مختص بہ نسبت عوام امت کی ہین نہ نسبت ائمہ کے تو بس یہہ اصل آپکی اور آپکی اہل نحلت کی ہے مسلم ہے نہ اہل
حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا یہہ آپ جیسی مناظرہ دان ہی کا کام ہے علاوہ اسکی یہہ
محض قیاس ہے جسکو آپ فروع مین بہی قابل اعتبار نہین سمجھتے تو معلوم نہین کہ ایسی کیا مجبوری پیش آئی
کہ جسکی بدولت اصول عقائد مین اوسکو تسلیم کرکے مستدل قرار دیا - معہذا یہہ دلائل آپکی مدعا کو کیونکر مثبت
ہونگی کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اوس مذہب کے وارد کیے ہین کہ جسمین
انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت مین تسلیم کی گئی ہین اور عصمت معتقد علیہا سامی جسکی آپ اثبات کے
درپے ہین وہ ہے جو صغائر و کبائر سے سہواً و عمداً از مہد تا لحد ہو تو جس مدعا پر آپ یہہ دلائل وارد فرماتے
ہین خصم پر اوس سے حجت لانا بالکل لغو اور باطل ہے - پس سیر الانبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا ائمہ کے
عصمت کو مستلزم نہین اور آپکا قیاس قیاس مع الفارق اور غلط ہے - باقی رہا تشتر افضلیت و نص کے

[1] امام سجادؑ سے مروی ہے کہ حضرت علی رض محدث تہے اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جسکی طرف خدا فرشتہ بہیجے وہ اوس سے باتین کرے اور وہ اوسکی آواز سنے اور صورت نہ دیکہے ۱۲

ثبوت مین صرف میرے اعتقاد افضلیت کو جو خلفاء کے نسبت ہی کافی سمجہنا اور میری اس قول کو
مکتفی خیال کرنا کہ اہل سنت علی الاطلاق نص کے منکر نہین وہ بدیہی غلطی ہی جو اونے طلبہ بہی نکرین
اور ہماری علامہ مجیب گذشتہ ابحاث مین بہت جگہ لکہ چکی ہین اور ہم متنبہ کرچکی ہین اب اس
تقریر سے صاف واضح ہوگیا کہ ہماری مجیب لبیب کو ہرسہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کسقدر
ضرورت تہی لیکن کیا کرین ہماری پاس خاطر کے رعائت لابدی تہی اسلیے جب کوئی دلیل ہم
نہ پوہچی تو امام رازی کے ہر دامنہومین پناہ لی ولات حین مناص۔ **قوله** لہذا گذارش ہی کہ اگرچہ
دلائل عقلیہ ونقلیہ عصمت امام پر بیشمار ہین اور ہمین سے بہت سی ہماری علماء کرام نے کتب مبسوطہ
کلامیہ مین تحریر فرماتے ہین مگر یہان صرف اسیقدر پر اکتفا کیا جاتا ہی کہ آپکی محققین فحج کم نے بہی اونکو
لکہا ہی تاکہ آپکو بہی جائے اعتراض نرہی۔ **بیت** خواہی کہ شود خصم تو عاجز ز سخن + می بند لگار قول
پیران کہن + خصم از سخن تو چون نگردد ملزم + او را بسخنہائی خودش ملزم کن + **اقول**
ای حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشبدیز انصاف کو دیکہنا چاہیی کہ اس میدان مرد آزما
مین کسقدر طریق عدل سے منحرف ہی کہ مبحث اثبات عصمت ائمہ از عہد تا لحد مین دلائل عصمت
انبیاء کے جو زمانہ نبوت مین ہی تسلیم کے گیی ہی پیش فرماتے ہین اسکا نقض مجملاً گذشتہ
قول کے تحت مین عرض کرچکا ہون اور انشاء اللہ تعالے ہر ہر دلیل کے ساتہہ اوسپر جرح قدح
کرکے اوس خطا پر متنبہ کرونگا کہ جو ہماری مجیب اور اونکی ہم مذہبونکو واقع ہوئی ہی پہر باہمہ
خوبیہا کس ناز وافتخار سے رباعی زیب جواب فرماتے ہین۔ **قوله** پوشیدہ نرہی کہ امام
فخر الدین رازی صاحب نے سولہ ۱۶ دلیلین عصمت انبیاء ع پر قائم کی ہین کہ وہ سب بغیر تسبیر
عصمت ائمہ ع پر انہین جاری ہین بنظر اختصار اونمین سے بعض لکہی جاتے ہین حضرت مجیب
تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائین۔ امام صاحب موصوف سورہ بقر پارہ اول رکوع ۴ مین ذیل
قولہ تعالے فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطَانُ عصمت انبیاء مین اختلاف مذاہب کے ذکر کی بعد فرماتے ہین والمختار
عندنا انہ لم یصدر عنہم الذنب حال النبوة البتة لا الکبیرة ولا الصغیرة ویدل علیہ وجوہ احدہا لو صدر الذنب

بحث عصمت

عنہم لکانوا اقل درجۃ من عصاۃ الامۃ وذلک غیر جائز بیان الملازمۃ ان درجات الانبیاء کانت فی غایۃ الجلال والشرف وکل من کان کذلک کان صدور الذنب عنہ افحش الا تری الی قولہ تعالی یانساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین والمحصن یرجم وغیرہ یحد وحد العبد نصف حد الحر واما انہ لا یجوز ان یکون النبی اقل حالا من الامۃ فذلک بالاجماع انتہی۔ آپ ہی غور فرمائیے کہ یہہ دلیل بعینہ عصمت امام مین بہی جاری ہی ائمہ کے درجہ بہی نہایت شرف وجلال مین ہین پس ایسی گناہ کا صادر ہونا بہی افحش ہوگا اور یہہ بات کہ امام کا امت سی کم درجہ ہونا جائز نہین ہے افضلیت کی بحث سی ظاہر ہے چنانچہ اسکا بیان بہی آگے آئیگا آپ افضلیت خلفاء کی معتقد ہین۔ **اقول** یہہ دلیل جو امام رازی نے عصمت انبیاء مین وارد کی ہی کسیطرح عصمت ائمہ کو مثبت نہین ہو سکتی ہی اور بوجوہ محل بحث ہی اولا ظاہر ہی کہ ائمہ مطیع انبیاء اور داخل افراد امت ہین انبیاء نہین جو جلال و شرف انبیاء کو حاصل ہی ائمہ کو نہوگا کیونکہ بالاجماع ہر نبی اپنی تمام امت سی اجل واشرف ہی ائمہ اگر جلال و شرف کی کسی مرتبہ مین واقع ہون تاہم افراد امت سی خارج نہین ہو سکتی اور انبیاء کی جلال و شرف کو نہین پہونچ سکتی تو صدور معصیت اگر منافی ہی تو اوس غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہی جو صرف انبیاہی کو حاصل ہی اور افراد امت کو حاصل نہین ہو سکتا افراد امت مین سی اگر کسیکو کوئی شرف وجلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال و شرف بداہۃً نہوگا تو صدور معصیت کو بہی منافی نہوگا پس درصورت صدور معصیت مستلزم کونسی استحالہ کو ہوگا ہمین کیا استحالہ ہی کہ امت مین کا فرد اعلی فرد سافل ہو جاسی۔ ثانیًا افراد امت مین ہی ائمہ سی لیکر عدول و صلحاء امت تک جسقدر افراد و اصناف ہین سبکو اپنی مرتبہ کی موافق جلال و شرف حاصل ہی صحابہ مقبولین غایت درجہ جلال و شرف مین واقع ہین بلکہ اوصیائ مثل ابوطالب غایت درجہ شرف و جلال مین واقع ہین ازواج مطہرات مین آپکی نزدیک حضرت ام سلمہ رض غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہین اہلبیت سوائے ائمہ خصوصًا حضرت

ابن تیمیہ ... امام رازی ... کا ابطال۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر مین بہی داخل ہین غایت درجہ شرف وجلال ہین واقع ہین
تابعین لہم باحسان غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہین علی ہذا القیاس محدثین فقہا
اخیار ہین اصولیین متکلمین خصوصاً جنکی شان مین ہے لولاہم لانقطعت آثار النبوۃ [1] غایت درجہ
شرف وجلال مین واقع ہین علاوہ ان سبکے نائب صاحب الزمان جو ہنگام غیبت کار کن ہے
جسپر تمام دین کا دارمدار ہوگا غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہے پس اگر شرف وجلال
مطلق مستلزم عصمت ہے تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ولم یقل بہ احد۔ اور اگر شرف خاص ہے
تو وہ فقط انبیا کا شرف وجلال ہے کہ جو غایت اعلی درجہ کا ہے ائمہ کی شرف وجلال کا استلزام کسی
دوسری دلیل سے ثابت فرمایئے۔ ودونہ خرط القتاد۔ ثالثاً نبی کا امت سے اشرف واجل
واعلی وافضل ہونا اور اقل حالا نہونا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود
افراد امت مین داخل ہین آپ انکا اسیطرح اجل واشرف ہونا بہی بالاجماع ثابت کیجیئے
ورنہ اس دلیل سے ہاتہہ دہو لیجیئے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیاء امت سے افضل کہنا ہماری
مجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ فی الحقیقت یہہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے
تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ ائمہ احاد امت مین داخل ہین پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے
تو اپنی نفس سے بہی افضل ہونگے اور یہہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے وہو تفضیل الشئی علی نفسہ پس
افضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیاء باطل ہوئی اور اگر ائمہ سے مراد ماعدا انفسہم ہے تو پہر انبیا پر
قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ رابعاً آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم
کہتے ہین تو اس وجہ سے کہتے ہین کہ جو علت عصمت انبیا ہے وہ بعینہ ائمہ مین بہی پائی جاتی ہے یعنی
جیسے انبیا غایت درجہ جلال وشرف مین واقع ہین اسیطرح ائمہ بہی واقع ہین اور جسطرح انبیا کا
امت سے کم درجہ ہونا جائز نہین ائمہ کا بہی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہین تو بوجہ اشتراک
اس علت کے جیسے انبیا معصوم ہین ائمہ بہی معصوم ہونگے اور یہہ صریح قیاس ہے کیونکہ قیاس کے

---

[1] اگر یہہ لوگ نہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے ۱۲

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہہ کی ہے۔ القیاس ہو الحکم علی معلوم بمثل الحکم الثابت[ف۱] لمعلوم
اٰخر لاشتراکہما فی العلۃ اور یہہ تعریف بداہۃً اس جگہ صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو
دیکھتے ہین ظاہر ہے کہ یہہ علت منصوصہ تو نہین ہے۔ تو مستنبطہ ہوئی پہر اگر آپ معالم الاصول
وغیرہ کتب اصول دیکھینگے تو معلوم ہوگا کہ وہ قیاس جسکی علت مستنبطہ ہو آپکی نزدیک بالاجماع
باطل ہے معالم الاصول مین مذکور ہے[ف۲]۔ والمشترک جامعاً وعلۃ وہی اما مستنبطۃ او منصوصۃ
وقد اطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ وحکی اجماعہم فیہ غیر واحد منہم
وتواترت الاخبار بانکارہ عن اہل البیت ؑ وبالجملۃ فمنعہ یعد من ضروریات المذہب اور بالفرض
ہمنے تسلیم کیا کہ علت منصوصہ ہے ہوئی تاہم مستلزم جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ
باب اعتقادات مین ظنیات کو دخل نہین ہے پس یہہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ مین بالکل
ناکافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال وشرف جو انبیاء مین موجود ہے ہم کہتے ہین کہ وہ بہی معلول
کسی علت کا ہے اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال وشرف جسکی علت نبوت ہے مستلزم عصمت ہے
اور ظاہر ہے کہ وہ جلال وشرف جسکی علت نبوت واقع ہے ائمہ مین بالمرہ مفقود ہے تو یہہ قیاس
بہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع مین مشترک ہی نہین سادساً حکم علی المشتق علیۃ
ماخذ پر دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اجل واشرف ہونی کا کیا گیا ہے تو ظاہر دلیل ہے کہ اس
حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہہ شرف وجلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اوسکی علت نبوت
اور اصطفاء خداوند تعالےٰ شانہ ہے اور یہہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہوگا
اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اسکا لازم یعنی عصمت وہ بہی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی
پس اگر بفرض محال یہہ دلیل عصمت ائمہ مین جاری ہو تو ہماری محبیب کے مدعا کو مثبت نہوگی کیونکہ

[ف۱] قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہے مثل حکم دوسری امر معلوم کے بسبب اسکی کہ دونو علت مین مشترک ہین ۱۲

[ف۲] اور امر مشترک کو علت اور جامع کہتے ہین اور علت یا مستنبط ہوتے ہو یا منصوصہ اور ہماری اصحاب بجز شاذ کے مستنبط ہین...ستنبطہ پر عمل منع ہے اور بہت لوگون نے اسمین اجماع بیان کیا ہے اور اہل بیت سے اسکا انکار بتواتر ثابت ہے
الغرض اسکو ممانعت ضروریات دین سے ہے ۔ ۱۲

مدعی اثبات عصمت از عہد تا لحد ہے اور اس دلیل سے غایت سے غایت یہہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ امامت
مین معصوم ہین وآین نہ امن ذاک - ہم بہ انداز اس دلیل کا اس پر ہے کہ اگر انبیا سے معصیت صادر
ہوگی تو انبیا رباانہمہ جلال و شرف عصات امت سے اقل درجہ ہونگی اور ظاہر ہے کہ اسکا جریان
اوسی وقت ممکن ہے جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہین تو امت کہان ہوگی کیونکہ امت بعد
بعثت ہوگی اور جب امت نہوئی تو اقل درجہ ہونا در صورت صدور معصیت لازم نہ آیا تو عصمت
قبل نبوت ثابت نہوئی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامامت کیونکر ثابت ہوگی پس ہمارے حضرت
مجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماوین کہ یہہ دلیل عصمت ائمہ مین کیونکر جاری ہو سکتی ہے -

قولہ پہر امام صاحب موصوف فرماتے ہین ثانیہما انہ لو اقدم علی الفسق وجب
ان لا یکون مقبول الشہادۃ لقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا لکنہ مقبول الشہادۃ و
الا لکان اقل حالا من عدول الامۃ وکیف لا نقول ذلک وانہ لا معنی للنبوۃ والرسالۃ الا
انہ یشہد علی اللہ تعالیٰ بانہ شرع ہذا الحکم وذلک وایضا فہو یوم القیمۃ شاہد علی الکل لقولہ تعالیٰ لتکونوا
شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرماتا ہے
اور شہادت دیتا ہے کہ خدا و رسول نے یہہ حکم امت کے لیے مشروع کیا ہے پس یہہ دلیل بھی عصمت
امامت مین جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین قول خلیفہ کو دین مین
حجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہین چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم مین یہہ عبارت
درج ہے صفحہ ۱۴ مطبوعہ مطبع مذکور کے آخر سے شروع ہوئی ہے - واز لوازم خلافت خاصہ آنست
کہ قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بآن معنی کہ تقلید عوام مسلمین او را صحیح باشد زیرا کہ این معنی
از لوازم اجتہاد ست و در خلافت عامہ بیان آن گذشت و نہ بآن معنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد بر تلقی
آنحضرت صلعم واجب الطاعت باشد زیرا کہ این معنی غیر نبی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منزلتی ست بین
المنزلتین تفصیل این صورت آنست کہ آنحضرت صلعم حوالہ فرمودہ باشند بعض امور را بشخصی بخصوص
اسم او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت امر آنحضرت صلعم بمقتضاے امر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آنحضرت خلفاء راشدین ہمان مینماید کہ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم باید
ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب رض در قرأت
بر قول دیگران و قول اہل مدینہ را نزدیک اختلاف مت بر قول دیگران آنحضرت بتعلیم اللہ عز و جل
دانستند کہ بعد آنحضرت اختلاف ظاہر خواہد شد در بعض مسائل بحیرت در اندافت کاملہ
آنحضرت حاضر است قسم صفا فرمود کہ مخلص آن حیرت برای ایشان تعیین فرمائید و درین باب حجتی برای
امت قائم کنند و این معنی ثابت ست برائے خلفاء اربعہ۔ انتہی بقدر الحاجۃ ۔ پس یہہ دلیل بہی
عصمت امام مین جاری ہی اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے
ثابت ہی پس وہ جناب بہی معصوم ہین۔ **اقول** یہہ دلیل بہی مثبت مدعا نہین اور بوجوہ
مبیندا اسمین اختلال ہی چنانچہ وجوہ اختلال جو دلیل اول کے ابطال مین بیان کیے گیے ہین اس دلیل
مین بہی جاری ہین اور علاوہ ازینکی اور بہی بعض وجوہ ہین جو قادح استدلال ہین پس مختصر اگذارش ہی
اولاً اس دلیل کا مدار اسپر ہی کہ رسول صلعم بنص تمام امت پر شہید ہی یا البتہ خداوند تعالی کے
پر شہید ہی کہ اونہی یہہ احکام مشروع فرمائے اور نیز اسپر ہی کہ رسول کا عدول امت سے کم درجہ
ہونا باطل ہے اب ہم امام کو دیکھتے ہین تو نہ وہ بحکم نص تمام امت پر شہید ہے اور نہ خداوند تعالی
پر اونکی تشریع احکام کا شہید ہی۔ امر اول کے وجہ یہہ ہی کہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی وَكَذَٰلِكَ
جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا
اور اس آیت شریفہ کا حاصل یہہ ہی کہ ہمنے تمکو امت وسط اسلیے بنایا ہی کہ تم امم ماضیہ پر جبکہ وہ
اپنی رسل کے تبلیغ کا انکار کرینگی اونکی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول صلعم تمہاری توثیق
فرماوے اور تمہاری صدق فی الشہادت پر شہادت دیوے تو اسمین حسب قاعدہ اصول مسلمہ
سامی یا خطاب اون لوگونکو ہی جو ہنگام نزول آیت موجود تھی یا خیار امت کو یا تمام امت کو
بہر کیف اگر یہہ شہادت اول مستلزم عصمت ہی تو قرار پاتا ہی امت معصوم ہونگی کیونکہ

ع اور اسیطرح کیا ہمنے تمکو گروہ عدل تا کہ تم لوگون پر گواہ ہو اور رسول تمپر گواہ ہو ۔ ۱۲

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال

اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق تعالے شانہ نے کسیکو امت میں سے
شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہے جو کسی دوسری کی شریک کرنے
کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ جو شخص احاد امت میں سے شریک شہادت رسول ہوگا اوسکی
شہادت اپنی صدق و توثیق میں بہ ہوگی وہو بدیہی البطلان اور ظاہر ہے کہ جب یہہ شہادت
جناب امیر کے واسطے ثابت نہوئی تو عصمت بھی ثابت نہوئی۔ امر ثانی کے وجہ یہہ ہے کہ جملہ
وانہ لامعنی للنبوۃ والرسالۃ الا ان یشہد علی اللہ تعالی انہ شرع ہذا الحکم وذالک ف
کو یہہ معنی ہیں کہ رسول بلا توسط کسی بشر کی بلکہ بتوسط وحی الہی کے یہہ شہادت دیتا ہے کہ یہہ احکام
خداوند تعالے نے مشروع فرمائی اور یہہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہیں کیونکہ بشہادت شہید ثالث
شوستری ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہے امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہادت
دیتا ہے اور بواسطہ رسول کے کہتا ہے کہ حق تعالی نے بواسطہ اپنی رسول کے امت کے لیے فلان احکام
مشروع فرمائی اور یہہ امر کچھہ محض امام کے ساتھہ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علما و فقہا و
مجتہدین و قضات و نواب و رواۃ وغیرہ سبکے سب اپنی اپنی درجہ کی موافق اس امر کی
شہادت دیتی ہیں کہ خدا تعالی نے بواسطہ اپنی رسول کے یہہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائی
تو یہہ شہادت بھی کسیطرح مستلزم عصمت کو نہیں ورنہ یہہ سب فرقہ معصوم ہوں پس
اس تقریر سے صاف و صریح ہے کہ ہماری مجیب نے جو عبارت ازالۃ الخفا سے استدلال کیا ہے وہ محض
لغو اور قلت فہم ہے ورنہ اگر تھوڑی سی بھی فہم ہو تو ازالۃ الخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہے
اور اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بالاستقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین میں حجت
نہیں وہ فرماتے ہیں ورنہ باین معنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت ص واجب الطاعت
باشد اس عبارت سے جو مطلب بصراحۃ ظاہر ہے وہ ادنے فارسی خوان بھی سمجھہ سکتا ہے
لیکن معلوم نہیں ہماری حضرت مجیب نے باینہمہ ادعائی ہمہ دانی کیونکر اوسکو اپنا مستدل قرار دیا

ف نبوت اور رسالت کے سوا اسکی اور کچھہ معنی نہیں ہیں کہ خدا پر گواہی دی کہ اوسنی یہہ دردہ حکم مشروع فرمایا ہے ۱۲

اہل انصاف ملاحظہ فرمائین اور اگر اور بہی کچہہ نکرین تو حضرت کی خوش فہمی کے تو ضرور ہی داد دیوین۔
باقی رہا یہہ جملہ کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہی یہہ محض برات عاشقان
بر شاخ آہو کا مصداق ہی اگر واقعی ثابت ہی تو لائیے ہم بہی تو آپکا پایہ علم دیکہین علاوہ
اسکے احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح بہی تسلیم کرلین تو آپ حضرات ہی فرماتے ہین کہ اعتقادات
مین احادیث احاد کو کچہہ دخل نہین علی الخصوص جبکہ نقیض کے معارض واقع ہو۔ معہذا ہم نے
جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہی لیکن یہہ شہادت مستلزم عصمت نہین کیونکہ اگر
یہہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزارہا احاد امت معصوم ہونگے۔ اور امام کے امت سے کم درجہ ہونے کے
پہلی دلیل کے جواب مین اسکی بحث گذر چکی ہی۔ ہم بخوف تطویل اوسکا اعادہ نہین کرتے۔ ثانیاً
بفرض محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت مین شریک ہونا ثابت ہو بہی تاہم آپکا مدعا ثابت
نہین ہوسکتا کیونکہ آپ صرف عصمت جناب امیر ہی کی تو قائل نہین ہین بلکہ آپکے نزدیک ائمہ
احد عشر باقی بہی معصوم ہین اونکی شہادت بہی ثابت کیجیے ورنہ اونکی عصمت سے دست بردار
ہوجیے۔ ثالثاً یہہ دلیل مثبت مدعا مجیب نہین ہی کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہی معصیت
صغیرہ اور کبیرہ سے سہواً ہو خواہ عمداً اور وہ اس سے ثابت نہین ہوتا وجہ اسکی یہہ ہی کہ اس
دلیل کا مدار در صورت صدور معصیت کی عدم قبول شہادت پر ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ اوسی معصیت
کے ساتھہ مخصوص ہی جسکا صدور مستلزم رد شہادت ہو نہ جو معاصی ایسے ہین جنکا صدور مستلزم
رد شہادت کو نہین مثلاً سہواً کوئی صغیرہ گناہ صادر ہو جائے کہ وہ ممتنع نہو حالانکہ اوسکا صدور
بہی مثل کبائر کے ممتنع الصدور معتقد ہی۔ رابعاً اس دلیل مین قیاس در قیاس واقع ہی کیونکہ جناب
امیر المومنین رض کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرکے حکم عصمت کا لگایا ہی اور باقی گیارہ
ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا وہو ظاہر البطلان **قولہ** پہر امام رازی صاحب فرماتے ہین
لو صدرت المعصیة من الانبیاء لکانوا مستحقین للعذاب لقولہ تعالی ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ
نار جہنم خالدا فیہا ولا لمستحق اللعن لقولہ تعالی الا لعنة اللہ علی الظالمین واجتمعت الامة علی ان احد

من الانبیاء لم یکن مستحقا للعن والعذاب فثبت انہ ما صدرت المعصیۃ عنہم انتہی اسطرح ہم کہتے ہیں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب ولعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا کہ ان حضرات سے گناہ صادر نہین ہوا ہے **اقول** یہہ دلیل بہی مثل دلائل سابقہ مخدوش اور محل بحث ہی ہم کہتے ہین کہ جناب فاطمہ رض اور صحابہ مقبولین اور ذریہ طاہرہ غیر مستحق لعن و عذاب کے تہے تو پہر یہہ بہی معصوم ہونگے۔ بلکہ ادنے ادنے صلحاء امت و اہل تقوی مستحق لعن و عذاب خلود نار نہین منشاء اس تلبیس اور مغالطہ کا یہہ ہی کہ امامت کو ہم جنب نبوت جیسا کہ خود معتقد ہین ویسا ہی خصم کی نزدیک بہی سمجہہ لیا ہی حالانکہ خصم اسکو تسلیم نہین کرتا اور چونکہ وصف نبوت بالبداہتہ بالاتفاق ایک ایسا وصف ہی جسمین غایتہ تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالے کی جناب کے ساتہہ حاصل ہی اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہین پہونچتا تو جو منافات کہ اس وصف عالی کو عدم استحقاق عذاب ولعن کے ساتہہ ہوگی وہ منافات کسی دوسری وصف کے ساتہہ نہوگی اور جو استحالہ و فساد اس وصف کی ساتہہ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آویگا وہ کسی وصف کی ساتہہ اجتماع سے لازم نہ آویگا تو پس نبوت مین اس دلیل کے جاری کرنمین یہہ معارضہ پیش نہین ہوسکتا علاوہ اسکی یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ اہل اسلام کا اجماع ہی کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر ائمہ طاہرین مستحق لعن و عذاب نہ تہی پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالاجماع امامت تو ثابت فرمائیے۔ اوسکی بعد اجماعی ہونی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعوی کیجیے اور بالاجماع ثبوت امامت محال ہی غرض اس دلیل سے بہی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہین ہوسکتا۔

قولہ پہر امام صاحب ممدوح فرماتے ہین کہ انہم کانوا یامرون الناس بطاعۃ فلو لم یطیعوہ لدخلوا تحت قولہ تعالے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الی قولہ کیف تخزون انبیاء الانبیاء آخر مین امام صاحب فرماتے ہین کہ جو بات واعظین امت کو لائق نہین کیونکر جائز ہوگی وہ انبیاء کے طرف نسبت کیجائی ائمہ بہی آدمیونکو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تہی کیونکہ امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر تعریف تفصیلی امامت مین داخل ہی پس اگر ائمہ خود اطاعت اللہ جل شانہ نکرین تو اس آیت کی تحت مین داخل ہون اور جو بات کہ واعظین امت کو لائق نہین وہ ائمہ کی حرمت کیونکر نسبت کیجاوے

اقول یہہ دلیل بہی ثبوت عصمت ائمہ مین مثل دلائل سابقہ کے مجروح و مخدوش ہے کیونکہ اگر مطلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستلزم عصمت عند المجیب ہے تو بہر قضات و ناہیان اور وعاظ وغیرہ کو بہی معصوم تسلیم فرماوین اور یہہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اندر تشکیک ہے اور عصمت مین تشکیک بالاجماع نہین تو امام رازی رح نے فرد اعلی اعتبار فرماکے بیان تحقق عصمت یقینی ہوگا حاصل یہہ کہ وصف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اولاً و بالذات انبیاء کو ثابت ہے اور ثانیاً و بالتبع ائمہ وقضات و محتسبان و وعاظ مین بہی پایا جاتا ہے تو جو امر ادنے درجہ کی لوگونکی شان کے لائق نہین وہ اعلے درجہ والونکی لیے ممتنع و محال ہوگا کیونکہ اوس مرتبہ کے ساتہہ اوس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہہ ضرور نہین کہ اگر کوئی امر اعلی درجہ والونکی واسطے ممتنع ہوجاوے تو ادنے درجہ سے بہی ممتنع ہوجاوے لائق نہونا دوسری بات ہے اور ممتنع ہونا دوسری ہان اسقدر مراتب متفاوتہ مین ضرور ہوگا کہ جو مراتب بلحق درجہ عالیہ کی ساتہہ ہونگی اونکو لحوق و قرب اور تشابہ اوس مرتبہ کے ساتہہ زیادہ ہوگا اور جو مراتب درجہ سافلہ سے اقرب ہونگی اونکو اوس درجہ کے اوصاف کے ساتہہ زیادہ تشارک ہوگا پس چونکہ مرتبہ امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ لحوق و قرب ہے تو اسلیے ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر معصوم نہین تو محفوظ ہین ـ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ یہہ معارضہ اوسی صورت کے ساتہہ مختص ہے جبکہ حکم فرد عالی سے متجاوز ہوکر کسی دوسری مرتبہ سافلہ مین بہی جاری کیا جاوے اور اگر اوسی مرتبہ پر منحصر رکہا جاوے تو معارضہ نہین ہوسکتا ـ علیٰہذا سہو و نسیان مین بہی یہہ دلیل جاری نہین ہوسکتی پس مدعا حضرت مجیب ثابت ہونا بہی ممتنع ہے اب بعد ختم جواب ادلہ سامی جو امام رازی سے منقول ہوئی مختصراً اسقدر اور گذارش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عموماً آپکی استدلال مین یہہ فساد ہے کہ آپکو یہہ بہی معلوم نہین کہ عدم عصمت انبیاء کے صورت مین جو محالات لازم آرہے اون محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت مین کونسا لزوم مثبت

اثبات عصمت ائمہ کی دلیل ماخوذ از تفسیر کبیر کا ابطال

مدعا ہی اور کونسا نہین آپنے صرف اپنی قلت استعداد کے سبب سے دہوکہا کہایا اور آپکی لوکیا حقیقت ہے
آپکی جلی وغیرہ نے الفین وغیرہ مین جنکی آپ خوشہ چین ہین یہہ غلطی کہائی - ایسی علماء اعلام
کی نسبت قلت استعداد کا گمان تو مستبعد ہی لیکن ہان انتصار مذہب کے واسطے بغرض فریب
وہی جہال ایسی لغزش کے مرتکب ہوتے ہونگی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ امام رازی نے دلائل منقولہ مین عدم عصمت انبیاء کی صورت
مین جو لزوم محالات بیان کیا ہی مثلا پہلی دلیل مین عصاۃ امت سی قلیت رتبہ کا لزوم ہی اور دلیل ثانی مین غیر مقبول الشہادۃ ہونے کا
لزوم ہی اور غیر مقبول الشہادۃ ہونے مین عدول امت سی اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل
ثالث مین استحقاق لعن وعذاب کا لزوم ہی اور دلیل رابع مین دخول تحت قولہ تعالے اتامرون
الناس - الخ - کا لزوم ہی پس عدم عصمت ائمہ کی صورت مین یہہ لزوم محالات تین طرح
ہو سکتا ہی یا باولویت ہوگا یا بالمساوات ہوگا یا بالضعف والقلت ہوگا لزوم بالاولویۃ
اور بالمساوات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعوی نہین لیکن
ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ مین محال - کیونکہ مستلزم افضلیت یا مساوات ائمہ کی انبیا سے ہی جو محال ہی
سو ثبوت لزوم بالاولیہ والاولویۃ اور بالمساوات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف والقلت مفید ثبوت
مدعا نہین تو اوسپر استدلال کا مدار رکہنا محض قلت فہم واستعداد یا دہوکہ دہی پر مبنی ہے آپ میری
گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائین اور سوچین واللہ الہادی **قولہ** غرضکہ اسیطرح کل دلائل
جو امام صاحب نے عصمت انبیاء مین تحریر فرمائی ہین وہ بعینہ یا کسیقدر تغیر سے عصمت ائمہ
مین جاری ہین بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا آب تفسیر کبیر کا یہہ مقام ملاحظہ فرماوین **اقول**
بندہ ارشاد سامی کی تعمیل کے اور تفسیر کبیر کا یہہ مقام دیکھا اوس کے دیکھنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ
جناب پر بخوبی منکشف ہو گیا ہوگا - غالبا جناب نے یہہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تغیر
عصمت ائمہ مین بزعم جناب جاری ہوتے ہین سو اونکا بعینہ کیا بلکہ بتغیر بہی عصمت ائمہ مین جاری
ہونا جناب پر خصوصا اور ارباب انصاف پر عموما منکشف ہی اور اون دلائل سے جو بتغییر یسیر
عصمت ائمہ مین بزعم جناب جاری ہوتی ہین چشم پوشی اور اغماض فرمانا حالانکہ ثبوت عصمت

مین بعض ادن دلائل مین سے اقوی بہی خالی از علت نہین - غرض اہل عقل و انصاف کی نزدیک دلائل
مذکورہ سے جو بعینہ عصمت ائمہ مین بزعم مجیب صاحب جاری ہوسکتی ہین حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس
کیا جاسکتا ہے - **قولہ** اب آپکی خاتم المحدثین صاحب کی تقریر جو تحفہ کے باب ششم عقیدہ سوم
مین تحریر فرمائے ہے لکھی جاتی ہے - اس سے بہی عصمت ائمہ ثابت ہے گو صاحب تحفہ اسکی منکر ہین وہ
عبارت یہ ہے - والحق مرتبہ نبوت وفائدہ بعثت مقتضی عصمت این بزرگواران ست بچند وجہ اول
آنکہ اگر از انبیار گناہان عمدا صادر شوند و امت مامورست باتباع ایشان قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی - ونعوذ ایشان از معاصی و گناہان مردم را باز میدارند و نہی میکنند پس تناقض درمیان
دعوت قولی و فعلی لازم آید - دوم آنکہ اگر گناہ کنند باید کہ باشد عذاب معذب شوند لقولہ تعالی
اذا لاذقناک ضعف الحیوۃ وضعف الممات ولقولہ تعالی یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ
مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین - و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافی و مخالف منصب
نبوت ست زیرا کہ نبی شفیع امت ست و شاہد نیکی و بدی ایشان ست و چون خود در کار خود
درماندہ باشد شفاعت کہ کند و شہادت کہ ادا نماید - سیوم آنکہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین
جابرہ میشدند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و ارتکاب فواحش و خود بعمل
می آرند و لابد بر دستش انبیا از ملوک جابرہ و سلاطین ظالم ممتاز و مباین می باید - چہارم آنکہ اگر گناہ
کنند مستوجب ایذا و اہانت و عقوبت گردند وقد قال اللہ تعالی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم
اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا - پنجم آنکہ اگر گناہ ایشان بر امت ظاہر شود استنکاف
نمایند از اطاعت ایشان واز نظر ایشان بیفتند بلکہ من بعد تصدیق نکنند و تکذیب نمایند و گویند
اگر ایشان در اخبار و مواعید خود راست میگفتند خود چرا مرتکب این کار میشدند انتہی بیان دلیل
اول یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت
مثل اطاعت خدا و رسول ہے ضرور ہے کہ جنکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے وہ معصوم ہون
ورنہ وہی تناقض لازم آیگا اور باتفاق مفسرین فریقین اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفا ہین - اور اس

اثبات عصمت ائمہ [illegible] کا ابطال

آیت مین جو توجیہات بلحاظ مابعد کی آیتون کی اہل سنت کرتے ہین اون سب کو لفظ اطیعوا باطل کرتا ہی **اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ مین بوجوہ محل بحث ہی مختصر اگذارش ہی اولاً اس استدلال مین غلطی یہہ ہی کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجہہ لیا حالانکہ ان دونو الفاظ کے معانی مین جو بہی تغایر ہی وہ ادنی طلبہ پر بہی مخفی نہین رسول کے حق مین اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہین اور اولوا الامر سی اگر مراد ائمہ ہی ہون تاہم انکی حق مین صرف اطاعت وارد ہوا ہی اتباع وارد نہین ہوا اور علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے استدلال عصمت انبیا پر لفظ اتباع سے کیا ہی اطاعت سی نہین کیا پس یہہ ہماری مجیب لبیب کے خوش فہمی اور عالی ہمہ دانی ہی کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت مین لگبہی حالانکہ اوسمین جاری نہین ہو سکتا ہی کیونکہ اگر ائمہ سے معصیت صادر ہو تو ہم کہہ سکتی ہین کہ ہم انکی اتباع کی مامور نہین ہو معصیت مین بہی اتباع لازم آوے اور انکا معصیت مین بہی اتباع کرین اور اگر معصیت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہین[1] کیونکہ مطاع مطلق نہین بلکہ مطاع محدود ہین کیونکہ واسطہ اطاعت خدا اور رسول ہین اور نیز لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق بہی مانع ہی بخلاف اتباع کے کہ اول اتباع بحق ائمہ منصوص نہین اور اگر کہین وارد ہوا ہو تو ظاہر ہی کہ اتباع مطلق نہین بلکہ وہ بہی محدود ہی اور حق تعالے شانہ نے رسول[2] کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کی ساتہہ مرتبط کیا ہی جو کسی امام کے حق مین نہین ہو سکتی فرمایا ہی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ حق تعالے شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا تعالے اور سبب مغفرت ذنوب قرار دیتا ہے اور ائمہ مین یہہ امر سراسر مفقود ہی۔ ثانیاً اس آیت سے یہہ دعوی کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا و رسول ہی بالکل غلط ہی ہرگز آیت سی مماثلت ثابت نہین ہوتی اور نہ آیت مین کوئی لفظ مماثلت پر لفظاً و تقدیراً دال ہی اور حرف

---

[1] جسمین خالق کی معصیت ہو اوسمین مخلوق کی اطاعت نہین [2] تو کہہ اگر تم اللہ کو دوست رکہتی ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمکو دوست رکہیگا اور تمہاری گناہ بخشیگا - ۱۲

تشبیہ ملفوظ یا مقدر ہی پس یہہ محض ہماری محبیب کا کمال علم ہی و بس۔ ثالثاً یہہ جملہ کہ اولوالامر
کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری محبیب کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہی کیونکہ
اگر مماثلت سی مراد صرف تشارک اور مماثلت فی الجملہ ہی تو مسلّم لیکن بداہتہً مفید مدعا نہین
کیونکہ نفس مماثلت مستلزم نہین کہ جو حکم مشبہ بہ کیواسطے ثابت ہو وہ مشبہ کے واسطے بہی ثابت
ہو ورنہ تشبیہ قالین بہی بفترس ہو اور صورت انسان علی الجدار ناطق علاوہ اسکی جو حکم کہ آپ
ائمہ مین جاری کرتے ہین وہ بہی ہم اون اولوالامر مین جاری کرینگے جنکو امام عام خاص
ولایات پہ عامل و حاکم مقرر فرماکر بہیجی جیسی زیاد بن ابیہ دعی ابی سفیان کہ جناب امیر کا
عامل تہا وہ بہی واجب الاطاعت ہونے مین آپکی نزدیک مثل خدا و رسول کے ہی
تو وہ بہی معصوم ہو معہذا ہم یہہ بہی سوال کرینگی کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہوئی
اور آپنے رسول کی اطاعت کے ساتہہ مماثلت سی تو ائمہ کو خاصہ رسول سے یعنی عصمت
مین شریک فرمایا کیونکہ ظاہر ہی کہ عصمت صرف صفت رسول ہی تو رسول کے ساتہہ ائمہ کی مماثلت
ائمہ مین عصمت کی ثبوت کی مقتضی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کی ساتہہ
بہی مماثلت فرمایا ہی تو اس مماثلت کے اعتبار سی ائمہ کو خداوند تعالے کی کونسی خاصہ مین شریک
فرمائیگا اور اگر مماثلت سی مراد مساوات ہی تو غلط اور غیر مسلّم ہی اولوالامر کی اطاعت مساوی
اطاعت خدا و رسول کے ہرگز نہین ہوسکتی کیونکہ خدا و رسول جو کچہہ امر فرماوی اوسمین ذرا گنجایش
چون و چرا کی نہین ہوسکتی کیونکہ وہ سراسر تشریع ہی اور اولوالامر کا امر تشریع نہین اوردہ مین
تامل ہوسکتا ہی اگر موافق کتاب و سنت ہی تو واجب الاطاعت ہوگا ورنہ نہین چنانچہ خود جناب
امیر نے اسکی نسبت شہادت فرمائی جو نہج البلاغہ مین منقول ہی لا تکفوا عن مقالة بحق او مشورة
بعدل فانی لست بفوق ان اخطی[1] خود خداوند تعالی نے اپنی کلام مجید مین اسکی طرف اشارہ
فرمایا اور فرمایا۔ فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول[2] الخ اس سی صاف معلوم ہوسکتا ہی

[1] اسکا ترجمہ سابق گذر چکا ہی ۱۲ [2] تم اگر کسی چیز مین جہگڑو تو اسکو اللہ اور رسول کیطرف لوٹاؤ ۔ ۱۲ ۔

کہ امراولوالامر مین تنازع ممکن ہی لیکن امرخدا ورسول ہرحال واجب الاطاعت ہی اوراوسمین تنازع ہی ممکن نہین بلکہ تنازع کا فیصلہ اونہی کے امر کے ساتھہ منوط ہی تو اس سی صاف ظاہر ہی کہ دعوی مساوات بین الاطاعتین صریح دہوکہا ہی جسکا منشا رکم فہمی ہی - رابعًا اگراولوالامر مراد ائمہ وخلفا ہین اوراونکی اطاعت مثل اطاعت خدا ورسول کے ہی توحسب شہادت جناب امیرؑ جسکو شریف رضی نے نہج البلاغہ اور ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح مین نقل کیا ہی ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ بھی رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور معصوم ہونگی علامہ رضی نہج البلاغہ کے خطبہ ومن کلام لہ علیہ السلام لما ارادہ الناس بالبیعۃ بعد قتل عثمان مین نقل فرماتے ہین وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ ابن میثم اسکی شرح مین تحریر فرماتے ہین قولہ وان ترکتمونی ای کنت کاحدکم فی الطاعۃ لامیرکم ولعلی اکون اطوعکم لہ ای لقوۃ علمی بوجوب طاعۃ الامام اس عبارت کو اگر آپ دیکھین تو مختصر شرح ابن میثم مین نہ دیکھین بلکہ شرح کبیر مین ملاحظہ فرماوین۔ ظاہر ہی کہ جو شخص خود امام مفترض الطاعۃ وخلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہوگا اوسپر کسیکی اطاعۃ لازم نہین توجناب امیرؑ اہل حل وعقد سی اونکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہہ ظاہر فرما رہی ہین جسمین صاف لزوم اطاعۃ امیر ذمہ جنابؑ ثابت ہوتا ہی تو اس سی صاف مفہوم ہوتا ہی کہ اوسوقت خود جناب امیرؑ امام مفترض الطاعت نہین تہی بلکہ امام مفترض الطاعت وہ شخص ہی جسکو اہل حل وعقد امام بناوین اور جس سی وہ بیعت کرین اور خلفا ثلثہ رض اہل حل وعقد کی بیعت سی امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفترض الطاعت اور اولوالامر ہوئی اور اونکی اطاعت مثل اطاعت خدا ورسول کے باعتبار اوس مماثلت کے جو مماثلت کہ آپ مراد لیتے ہوئی - خامسًا یہہ جو ہماری مجیب صاحب تحریر فرماتے ہین کہ باتفاق مفسرین فریقین اولوالامر سے مراد ائمہ ہین اگر اس سی مراد حصر ہی کہ سوای ائمہ کی اور کوئی مراد نہین تو غلط ہی باتفاق مفسرین حصر باطل ہی کیونکہ اس حکم مین امراء عمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ بھی شامل ہین بلکہ نزول اس آیت کا حسب تصریح محدثین ومفسرین اہل الحق امراء سرایا مین واقع ہوا ہے

اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قال نزلت فی عبد اللہ بن حذافۃ بن قیس بن عدی اذ بعثہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سریۃ[1] واخرج ابن عساکر من طریق السدی عن ابی صالح عن ابن عباس واخرج ابن جریر عن میمون بن مہران فی قولہ واولی الامر منکم قال اصحاب السرایا علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2] — درمنثور الی غیر ذلک من الروایات

اور غیر مجتہد جاہل مجتہد کی اطاعت کرے یہی منقوص ہے علی الخصوص جبکہ ایام غیبت امام مہدی علیہ السلام کا بین ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطیعوا سے اسی آیت کو وجوب تقلید ائمہ مجتہدین میں مستقل قرار دی رکھا ہے کیونکہ اسکی موید تفسیر بہ تفسیرین روایات شاہد ہیں۔

اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن عطاء فی قولہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ قال طاعۃ الرسول اتباع الکتاب والسنۃ واولی الامر منکم قال اولی الفقہ والعلم[3] واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس فی قولہ تعالی واولی الامر منکم یعنی اہل الفقہ والدین واہل طاعۃ اللہ الذین یعلمون الناس معانی دینہم ویامرونہم بالمعروف وینہونہم عن المنکر فاوجب اللہ طاعتہم علی العباد واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ فی قولہ واولی الامر منکم واخرج ابن ابی شیبۃ وابن جریر عن ابی العالیہ فی قولہ واولی الامر قال ہم اہل العلم الا تری انہ یقول وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ

---

[1] بخاری مسلم ابوداود ترمذی نسائی ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم بیہقی نے دلائل النبوہ میں ابن عباسؓ سے بطریق سعید بن جبیر تفسیر قولہ تعالی اطیعوا اللہ اطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں روایت کی ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن حذافہ کے بارہ میں نازل ہوئی جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لڑائی پر بھیجا تھا ۱۲

[2] ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے بطریق سدی اور ابن جریر نے میمون سے تخریج کی ہے کہ قولہ تعالی اطیعوا اللہ میں اولوالامر سے مراد حضرتؐ کے زمانہ کے چھوٹے چھوٹے لشکروں کے افسر ہیں ۱۲

[3] عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عطاء سے آیت اطیعوا اللہ میں تخریج کی ہے کہا رسول کی اطاعت کتاب وسنت کا اتباع ہے اور اولی الامر اہل فقہ اور علم ہیں۔ اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباسؓ سے قولہ تعالی اولی الامر میں تخریج کی ہے کہ مراد اس سے اہل فقہ اور دین اور اللہ کی اطاعت والے جو لوگوں کو انکے دین کے احکام سکھاتے ہیں اور انکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں پس خدا تعالی نے انکی اطاعت بندوں پر واجب فرمائی اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے اور اسکو صحیح کہا جابر بن عبد اللہ سے قولہ تعالی اولوالامر میں تخریج کی ہے اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے ابوالعالیہ سے قولہ تعالی اولوالامر میں تخریج کی ہے

مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ اور اگر حصر مراد نہین ہی بلکہ جو لغۃً مدلول لفظ اولی الامر ہی وہ
اس حکم مین شامل ہی تو پہر ہمارے مجیب ہی فرمائین کہ آپکی ثبوت مدعا کی کیا سبیل ہی ائمہ کی
عصمت کی خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیگا اور اوسکو عام مخصوص منہ البعض کس دلیل سے
قرار دیجیگا - سادسًا - اطاعت ماموربہا سے یا عام مراد ہی کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا
تقیہ - یا خاص مراد ہی اگر عام مراد ہی تو پہر حضرات شیعہ کو اسکا فکر فرمانا چاہیی کہ تمام سلاطین جابرہ
حتی کہ یزید بہی حسب اصول شیعہ واجب الاطاعت ہو کر اولو الامر مین داخل ہو گیا اور معصوم قرار پایا
کیونکہ تمام امراء جور باعتبار تقیہ کے واجب الاطاعت ہین - اور اگر خاص مراد ہی یعنی وہ خاص اطاعت
جو بلا تقیہ ہو تو چشم ماروشن ہم بہی اطاعت خاص ہی کہتے ہین یعنی وہ خاص اطاعت جسمین
خدا و رسول صلعم کی معصیت نہو تو اس صورت مین حضرات شیعہ نے بہی اطاعت مین ایک قید
لگا کر اوسکو مخصوص کیا اور ہمنی بہی ایک قید لگائی اور اطاعت کو خاص کیا - لیکن کوئی وجہ نہین ہی
کہ حضرات شیعہ نے جو قید لگائی ہی وہ تو صحیح ہو اور ہمنی جو قید لگائی وہ غلط ہو جائی بلکہ سیاق
آیت ہماری ہی تخصیص کے صحت کو مثبت ہی تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ ہی باطل ہوا -
سابعًا حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کی نکلنے کی گنجایش
ہی نہین چہوڑی - لیکن یہہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم ہی کہ اس آیت سے عصمت
ائمہ پر بمقابلہ اہل حق استدلال لاتی ہین وجہ اسکی یہہ ہی کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت استدلال
اس امر پر موقوف و منحصر ہی کہ لفظ اولو الامر سے صرف ائمہ معصومین ہی مراد ہون کیونکہ اگر یہہ
لفظ غیر معصومین کو بہی شامل ہوگا تو پہر اسکی دلالت ثبوت عصمت پر قطعًا باقی نرہیگی
بلکہ اوسوقت اسکا مدلول وہی مدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتے ہین - پس مین کہتا ہون
کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عروۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی الملقب
بصدوق طائفہ و حسب تاویل و تصحیح خاتم المحدثین و مجدد مذہب شیعہ علامہ باقر مجلسی کے تصریح فرمادی ھے
کہ اولو الامر سے ملوک مراد نہین اور جب ملوک مراد ہوئی تو وہ بہی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت

اولوالامر یہہ آیت نص ہی روایت سینی ابن بابویہ قمی نے خصال مین ورق ۳۵ پر نقل کی ہی اور
اوس سی علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول مطبوعہ سلطانی ۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہین روایت طویل ہی
مختصر عرض کرتا ہون۔ القطان عن احمد الهمدانی عن علی بن الحسن فضال عن ابیه
عن مروان بن مسلم عن الثمالی عن ابن طریف عن ابن نباتة قال قال امیر المؤمنین ؑ کانت
الحکماء فیما مضی من الدهر تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرة
اوجه اولها بیت الله عزوجل لقضاء نسکه والقیام بحقه واداء فرضه والثانی ابواب
الملوك الذین طاعتهم متصلة بطاعة الله عزوجل وحقهم واجب ونفعهم عظیم وضررهم
شدید والثالث ابواب العلماء الذین یستفاد منهم علم الدین والدنیا الی آخرها قال
علامہ مجلسی اسکی شرح کرتے ہین اور فرماتے ہین بیان یحتمل ان یکون المراد بالملوك ملوك الدین
من الائمة وولاتهم ویحتمل الاعم فان طاعة ولاة الجور ایضا تقیة من طاعة الله انتهی
حدیث سی صاف روشن ہی کہ جنکی اطاعت خدا تعالی کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت اطیعوا الله
واطیعوا الرسول واولی الامر مین پائی جاتی ہی وہ ملوک ہین اور بدیہی ہی کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہین
ہوتا بلکہ اون ہی امراء و سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے
اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال پیدا کیے اول یہہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہین جو ائمہ اور اونکی ولاة
کو شامل ہی دوسرا احتمال یہہ کہ ملوک سی عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو مشتمل ہو۔ پر دونون احتمال
اول قطع نظر اس سی کہ یہہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہی شیعہ کے سراسر مخالف اور ہماری

ا؎ جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا کہ گذشتہ زمانہ کے حکیمون نے کہا ہی کہ دس قسم کے دروازون پر آمد و رفت رکھنا مناسب ہی اول
بیت اللہ پر آمد و رفت اوسکی نسک ادا کرنے اور اوسکی حق کے برپا رکھنے اور اوسکی فرض کے بجا لانے کی لیے۔ دوسری اون
بادشاہون کے دروازہ جنکی فرمان برداری خدا تعالے کی فرمان برداری کے ساتھ ملی ہوئی ہی اور اونکا حق واجب ہی اور اونکا
نفع بڑا ہی اور اونکا ضرر سخت ہی۔ تیسری علماء کی دروازہ جن سے دین و دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲۔
۲؎ بیان۔ احتمال ہی کہ بادشاہون سے مراد دین کے بادشاہ ہون جو ائمہ اور اونکی صوبے ہین اور احتمال ہی
کہ عام بادشاہ مراد ہون۔ کیونکہ ظالم بادشاہونکی فرمان برداری بھی بطور تقیہ اللہ کی طاعت سے ہی واجب ہی

مدعا کو مثبت ہی ۔ کیونکہ جب علاوہ ائمہ کے اونکی ولاۃ وحکام کی اطاعت بہی خدا تعالے کی اطاعت
کی متصل ہوئی تو وہ بہی لفظ اولو الامر مین داخل ہوئی اور یہت اونکی بہی اطاعت کے مثل خدا و
رسول و ائمہ کی ماموربہ ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہہ بہی معصوم ہون لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک
سوای ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہین ۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اولوالامر پر استدلال فرماوین
اور اس آیت سے عصمت اولوالامر قطعی الثبوت سمجہین تو پہر سوائی ائمہ کے عصمت ولاۃ وحکام ائمہ
کی عصمت بہی قبول فرماوین اور اونکو بہی معصوم اعتقاد کرین ورنہ ائمہ کی عصمت سے بہی ہاتہہ دہو بیٹہین
اور بردی احتمال ثانی علاوہ اسکی کہ یہہ عموم اطلاق بہی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور اعتراض
گذشتہ بیان ہی وارد ہوتا ہے یہہ حدیث تمام ملوک جائرہ بنی امیہ وعباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی
عصمت کو بہی مثبت ہوگی کیونکہ وہ بہی اولوالامر مین داخل ہوئی اور وہ بہی واجب الاطاعت حسب زعم
شیعہ کے مثل خدا تعالے کی ہوئی ولو تقیۃً ۔ تو وہ بہی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس مین ہم اسکو بیان
کر چکی ہین لیکن امید ہی کہ حضرات شیعہ انکو معصوم تسلیم نفرمائینگی تو پہر ائمہ کی عصمت کا بہی ثبوت اس
آیت سے محال ہے ۔ الحمد للہ کہ جناب امیر کی ہی ارشاد سے بطلان دلیل شیعہ ثابت ہوا اور عدم
عصمت ائمہ اس آیت سے واضح ہوکر فیصلہ ہوا ۔ بعد اسکی ہم ارباب انصاف کو تکلیف دیتے ہین
ذرا متوجہ ہوکر ہماری مجیب کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع دخل مقدر اور حفظ ناظم
کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائین تو سہی اور ہماری مجیب کے دین و دیانت و عقل و فراست اور سیر
قیاس فرمائین پہلی تو یہہ دیکہین کہ مابعد کے آیتون سے کیا مراد ہو سکتی ہی جنکو لحاظ سے اہل سنت
اس آیت مین توجیہات کرتے ہین یہہ تو ظاہر ہی کہ یہہ آیت لفظ تاویلا پر ختم ہو چکی اسکی
مابعد کے آئتین بلکہ تمام رکوع جو لفظ مابعد سے متبادر الی الفہم ہی وجوب اطاعت خدا و رسول پر
صراحۃً دال ہین اور اوسکی موکد ہین ۔ تو اون آیات کے لحاظ سے اہلسنت کوئی ایسی توجیہ نہین کرتے
جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول مین فتور پڑے اور اگر اہلسنت بلحاظ مابعد کی آیات کی کوئی
توجیہ کرین تو کیا قباحت ہی تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض مین کیون داخل ہون

اور قاعدہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کو کیون ترک کرین اور اگر مابعد کے آیتون سے مراد جملہ شرطیہ تنفرعہ ہی جو فان تنازعتم سے شروع ہوتا ہی اور تتمہ اسی آیت کا ہی تو قطع نظر اس سے کہ یہہ اطلاق محاورہ مین کس درجہ غلط ہی اسکی بعینہ وہ نظیر ہی کہ کوئی ملحد بے دین ہوا پرست لاتقربوا الصلوٰۃ سے نماز کی ممانعت پر اور کلوا واشربوا سے وجوب مطلق اکل و شرب پر استدلال کری اور کہی کہ اسمین جو توجیہات بلحاظ مابعد کے مخالفین کرتے ہین اونکو لفظ لاتقربوا الصلوٰۃ اور کلوا واشربوا باطل کرتا ہی سبحان اللہ علم و فہم ہو تو ایسا اور انصاف ہو تو ایسا۔ ع
براین عقل و دانش بباید گریست ۔ اور اگر مابعد سے مراد اور الفاظ ہین جو بعد اسکی قرآن مین بعید واقع ہوئی ہین۔ تو اول تو سیاق کلام اوسپر دلالت نہین کرتا پہر جمیع آیات صحیح نہین علاوہ اسکی یہہ کہنا کہ لفظ اطیعوا باطل کرتا ہی بالکل غلط ہی **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان ادلہ امام رازی صاحب کے بیان مین ہو چکا ۔ یہی شفاعت سوا ائمہ بہی شفیع ہونگی فاضل رشید ایضاح لطافۃ المقال مین حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر مین کتاب فصل الخطاب سے نقل کرتے ہین ۔ عن الرضا انہ قال من شد رحلہ الی زیارتی استجیب دعاءہ و غفرت لہ ذنوبہ و من زارنی فی تلک البقعۃ کان کمن زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و کتب لہ ثواب الف حجۃ مبرورۃ و الف عمرۃ مقبولۃ و کنت انا و آبائی شفعائہ یوم القیمۃ انتہی یہہ روایت اسپر نص ہی کہ حضرت امام رضا رض اور اونکی آبا و طاہرین زائرین قبر اقدس امام ع کی شفاعت فرماوینگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لوازم سے ہی پس الحمد للہ اونکی ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہی۔ **اقول** اس دلیل کا جواب بہی بیان ادلہ امام رع کی جواب مین گذر چکا ہی لیکن شفاعت کے بابت جو تعجب بسبب روایت فصل الخطاب سے دہوکہا کہا کر غلطیون مین پڑی ہین اونپر متنبہ کرنا ضرور ہی اسلیے مختصر اگذارش ہی اول یہہ روایت حسب قاعدہ حدیث ہی نہین بعد اوسکی صحت مین کلام ہی صاحب فصل الخطاب التزام صحت روایات نہین کیا ہی جو اوسکا وارد کرنا تصحیح روایت سمجہا جاوی چنانچہ بہت سی روایات این

بابویہ قمی سی نقل کیے ہین جسمین ہے بعض روایات سی ہماری مجیب لبیب نے آئیندہ ابحاث مین الی
کیا ہی اوسکا جواب انشاءاللہ تعالے بشرح و بسط اوسیجگہ مذکور ہوگا اور ظاہر ہی کہ ابن بابویہ
اہل سنت کے روات مین سے نہین ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نضر اللہ مثواہ صواقع مین
اوسکو زاملۃ الکذب سی تعبیر فرماتے ہین معہذا قاعدہ ہی کہ جو روایات ثواب اعمال مین
مروی ہین اور اونمین تہوڑی تہوڑی اعمال پر بڑی بڑی مثوبات موعود ہین وہ اکثر ضعیف
و موضوعات ہین - خاتم المحدثین قدس سرہ العزیز عجالہ نافعہ حدیث مین فواعد کلیہ وضع کی
بیان مین فرماتے ہین ہشتم افراط وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط وعد عظیم بر فعل
قلیل چنانچہ من صلی رکعتین[ل] فلہ سبعون الف دار فی کل دار سبعون الف بیت
وفی کل بیت سبعون الف سریر و علی کل سریر سبعون الف جاریۃ - بلکہ
احادیث این نسق را خواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع باید شناخت - ہمچنین آنکہ بر عمل
قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید انتہی - باوجود اسکی یہہ روایت حدیث لا تشد الرحال کے بہی معارض ہے
پس قابل رد ہی بفرض محال سلمنا کہ یہہ حدیث صحیح سالم عن المعارضہ ہی لیکن تاہم ہماری حبیب کا
استدلال اس سے خطا ہی وجہ اسکی یہہ ہی کہ شفاعت دو قسم ہی شفاعت عامہ ہی کہ تمام امت
کی شفاعت ہو یہہ خاصہ رسول کا ہی اور شفاعت صغری شفاعت خاصہ ہی کہ خاص خاص
لوگونکی کیجاوے اور یہہ شفاعت صغری عوام صلحی مومنین کو بہی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ
اہل سنت و شیعہ کے کتابونمین اسکی موید مروی ہین اور یہہ شفاعت جو اس روایت مین مروی
ہوئی ہی وہ شفاعت خاصہ و صغری ہی کیونکہ زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے تو یہہ مقتضی
عصمت کو نہین ہوسکتی قطع نظر اس سے یہہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے افادہ سے
عصمت کے لوازم سے ہی یہہ بہی غلط ہی شاہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہہ افادہ نہین کہ شفاعت

ل جو دو رکعت پڑہی اسکی ہی ستر ہزار گہر اور ہر گہر مین ستر ہزار دالان اور ہر دالان مین ستر ہزار تخت
اور ہر تخت پر ستر ہزار چہوکریان - ۱۲ -

عصمت کے لوازم میں سے ہے ہان اگر کوئی یہہ کہے کہ شفاعت و عصمت دونوں نبی میں مجتمع ہیں اور نبی کے اوصاف لازمہ میں سے ہیں تو مستبعد نہیں لیکن ادعائے تلازم اور یہہ شاہ صاحب رح کا افادہ ہے سراسر غلط ہے پس اگر آپکا نام اعتراف عصمت ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکے یہان تو فارسی خوانی کا بھی حلیہ شاید کچھہ پیش بخا ہے۔ **قولہ** تیسری دلیل بھی بعینہ ائمہ علیہم السلام کی عصمت میں جاری ہے کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابرہ کے ہوتے کہ اور آدمیونکو رسوم فاسدہ اور ارتکاب فواحش پر زجر و سیاست کرین اور خود وہ امور عمل مین لائین ضرور ہے کہ ائمہ و خلفاء راشدین کی روش ملوک جابرہ سلاطین ظالم کے روش سے جدا ہو۔ **اقول** یہہ دلیل بھی عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ بوجوہ سابقہ منقوض ہے۔ از مہد تا لحد سہو او خطا اس دلیل سے عصمت ثابت کیجیے تب مدعا ثابت ہوگا۔ افسوس کہ سوق دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو بھول جاتے ہیں اتنا بھی خیال نہین رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہین علاوہ ازین وہ ائمہ خیالی جو از مہد تا لحد عوام کے زمرے میں سے اور تمام عمر بھی کبھی رائحہ حکومت کا نہین سونگھا نہ امر و نہی کا اختیار ہوا نہ زجر و سیاست کبھی کی ہمیشہ دوسرونکے محکوم و مطیع رہے انکو ملوک سے کیا مناسبت اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے انکی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون سے چشم پوشی و تغافل کرنا ہمارے مجیب جیسے منصف کا ہی کام ہے۔ ہان اگر اس دلیل سے بانضمام ارشاد جناب امیر رض کے جو نہج البلاغۃ میں منقول ہوا ہے واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین خلفائے ثلثہ رض کی عصمت پر استدلال کیا جاوے اور شارح ابن میثم نے جو کچھہ اپنی شرح کبیر میں اسکی شرح میں تحریر فرمایا ہے ملحوظ رکھا جاوے تو ہمارے منصف مزاج مجیب کیسے کچھہ بعید نہیں کہ اوس استدلال کو حق سمجھیں شارح ابن میثم فرماتے ہیں وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ہذا الامر ہو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورہم وسلامتہم عن الفتن وقد کان لہم ممن سلف من الخلفاء قبلہ استقامۃ وان کانت لا تبلغ عندہ کمال استقامتہا لو ولی ہو ہذا

اسکا ترجمہ سابق میں گذر چکا ۱۲

اسکا ترجمہ سابق میں گذر چکا ۱۲

الامر فلذلك اقسم لیسلمن ذلك الامر ولا ینازع فیه - عاقل جناب امیر کے ارشاد
کو دیکھے بعد اوسکی شارح کے عبارت مین غور فرما ہو تو تحقیق امت حقہ اور خلافت راشدہ کا
اس سے بہین معلوم ہوگا اور پہلے اس سے عنقریب گذشتہ اقوال مین حضرت رضؓ کی ارشاد سے
خلفار کی اطاعت کی تسلیم گذارش کرچکا ہون تو اس سے عصمت خلفار بخوبی ہماری محجیب
مستنبط کرسکتے مین - اگرچہ بخوف تطویل اس ارشاد مین ہم بسط کے ساتھہ بحث نہین کرسکتی
لیکن تاہم اسقدر عرض کرنا ضرور ہی سمجھتے ہین کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ
خلفائے ثلثہ رضؓ کے دامنہائے پاک کو ملوث کرتے ہین وہ بشہادت جناب امیر باطل اور لغو ہین نہ
جناب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا نہ معاذ اللہ بنات طیبات غصب ہوئین نہ قرآن تحریف ہوا
نہ صحابہ پر تسلیم ونرہادتی ہوئی یہہ سب ہشامین وزرارہ وابوبصیر وغیرہ کے جاہدان اور ابن بابویہ
ومجلسی وغیرہ کے اکابان کا ذخیرہ ہی جو ہر موقع مین نیا رنگ پکڑتا ہی اور اسیطرح ٹہیک نہین
ٹہیتا خود جناب امیر کی کلام اوسکی تکذیب ہو رہی ہے **قولہ** اور وجہ چہارم کی تقریر یہہ ہے
کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا و اہانت وعقوبت ہو - وقد قال اللہ تعالی والذین یوذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا ط اس آیت کے تحت مین
نیشاپوری لکھتے ہین قیل نزلت فی اناس من المنافقین کانوا یوذون علیا کرم اللہ وجہہ
اور نیز احادیث سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے ایذا رسول خدا کی ایذا ہی من اذا علیا فقد اذانی
اور جب ایک امام مین یہہ بات ثابت ہو تو کل مین ثابت ہوگی **اقول** یہہ وجہ بہی ثبوت
عصمت ائمہ مین غلط اور پوچ ہی اور نہ یہہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
عصمت انبیا مین بیان فرمایا ہی بلکہ یہہ صرف ہماری مجیب لبیب کا ایجاد بندہ ہی شرح
اس اجمال کی یہہ ہی کہ دلیل شاہ صاحب کا خلاصہ یہہ ہی کہ حق تعالی شانہ انبیا کے
حق مین ارشاد فرماتا ہی - ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ [1]

---

[1] جو لوگ ایذا دیتی ہین اللہ کو اور اوسکے رسول کو خدا نے انپر دنیا اور آخرت مین لعنت کی ہی اور انکی لیے خواری کا عذاب تیار کیا ہی - ۱۲

واعدلهم عذابا مهینا۔ اسمین حق تعالیٰ نے رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور مطلق ایذا کو سبب
لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے
کہ ان سے معصیت کا صدور ممکن نہین ورنہ وہ مستوجب ایذا کے ہوتے اور انکی مطلق ایذا سبب
لعن و عذاب کا نہوتی اور یہہ دلیل ائمہ مین بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ مین جاری
کی ہے اوسکا خلاصہ یہہ ہے کہ حق تعالے شانہ مومنین کے شان مین فرماتا ہے والذین یوذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۔ اول تو حق تعالے
شانہ نے اس آیت مین عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہہ حکم فرمایا اور عموم جمع معرف باللام
سے مستفاد ہے اور نیز حکم علی المشتق علیت ماخذ پر دلیل ہے سو جسجگہ علت پائی جائیگی یہہ حکم پایا جائیگا
مسلّم نا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہی نسبت ہو لیکن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص
السبب قاعدہ مسلمہ فریقین ہے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص مواقع
اور خاص لوگونکی حق مین نازل ہوئی ہے اگر خوف تطویل نہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر سے ثابت
کرتے افسوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی ہی خبر نہین دوسری یہہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ نے
اپنی ایذا نہین فرمایا جیسا کہ رسولؐ کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت مین ذکر جلال
بطور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جسطرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ایذا خدا تعالے ہے اسطرح ایذا مومنین ایذا خدا تعالے نہین پس اسمین مابہ الفرق اگر پیدا ہوگا
تو یہہ ہی ہوگا کہ رسولؐ معصوم ہے اسلیئے اوسکی ایذا مین حق تعالے نے اپنی ایذا کو شامل
فرمایا اور اوسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہین اسلیئے تو اونکے ایذا کو
اپنی ایذا کو شامل نفرمایا بلکہ بغیر ما اکتسبوا کی قید کے ساتھہ مقید فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ ان سے اکتساب ایسے افعال کا جنپر مستحق ایذا کے ہون ممکن ہے۔ تیسری یہہ کہ اگر مومنین سے

۵ اور جو لوگ ایذا دیتے ہین ایمان والون اور ایمان والیون کو بدون کیے کام کے تو اوٹھایا اونھون نے جھوٹ کا
بوجھہ اور صریح گناہ ۱۲ —

مراد ائمہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہان لیجا کر ڈالینگے اور کس محل پر محمول کرینگے۔ چوتھی یہہ کہ خدا تعالے نے ایذاء مومنین کو بغیر ما اکتسبوا کے ساتھہ مقید فرمایا ہی جسکا حاصل یہہ ہی کہ جو لوگ ناحق بدون پاداش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتے ہین وہ حمال اوزار بہتان اور آثام ہین اور جو لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ مین ایذاء دیتے ہین وہ اس وعید سے خارج ہین۔ تو اس سے امثل روز روشن صاف و واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسے اعمال کے ہوسکتے ہین جسکی پاداش مین مستوجب ایذاء کے ہون بخلاف رسول کے کہ حق تعالے نے اوسکی ایذاء کو کسی قید کے ساتھہ مقید نہین فرمایا۔ بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت ثابت ہوتی ہی اور ائمہ کی عصمت ہرگز ثابت نہین ہوتی۔ پانچوین یہہ کہ جب نص قرآنی سے ثابت ہوگیا کہ مطلق ایذاء مومنین محرم نہین تو یہہ جو حدیث مین وارد ہوا کہ من اذا علیا فقد آذانی۔ نہ ہمکو کچھہ مضر ہی اور نہ ہماری مجیب کے مفید مدعا کیونکہ یہہ ایذاء جناب امیرؑ جسکو اپنی ایذاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہہ وہی ایذا ہے جو بغیر ما اکتسبوا ہو نہ مطلق ایذاء معہذا اگر ہماری مجیب لبیب ایسی ہی مطلق ایذاء جناب امیرؓ کو ایذاء جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہین اور رسولؐ کی ایذاء خداء کی ایذاء ہی اور خدا کی ایذاء کفر ہی تو پہر اون کلمات موذیہ کی نسبت جنکا جناب سیدہؓ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیرؑ کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے ہین کیا فرماینگی۔ مانند جنین پردہ نشین شدۂ۔ الخ ظاہر ہی کہ ایسی کلمات ناسزا اگر بما اکتسبوا ہین تو عصمت سیدہ نہیں رہتی اور اگر بغیر ما اکتسبوا ہین تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی ایمان سے معاذ اللہ ہاتھہ دہو بیٹھینگی کیونکہ ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہین کہ باعث کوفت قلب و سوزش دل نہون۔ علی الخصوص بے وجہ ناحق اور ایسی ضیق کیحالت مین چنانچہ روایت خصال ابن بابویہ سے جو ایک یہودی کے جواب مین جناب امیرؑ نے اپنی مواضع ابتلاء ذکر فرمائی ظاہر ہے اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سامی جبکہ بصرہ کی بیت المال کا مال غبن کرکے مکہ آبیٹھے یہہ بھی جناب کیلئے ایذاء کا باعث ہی۔ چنانچہ جیسا کچھہ درد انگیز خط آپنی اونکو لکھا ہی

روایت دو
ترجمہ صفحہ ۱۱۷
ہدایۃ التوریۃ جلی

وہ کسی پر مخفی نہین ہے ہم سابق مین نہج البلاغۃ سے اوسکی نقل کر آئے ہین خود حضرت عباس رض نے بہی
جبکہ ام کلثوم رض کا نکاح حضرت عمر رض سے بجبر خلاف رضا جناب امیر رض بطمع نفسانی کیا کیسی کچھہ
جناب کو ایذا پہونچائی عقیل رض صاف امیر معویہ سے جا ملے یہہ بہی آپکی ایذار کا باعث تہا
صحابہ مقبولین رض نے سوائی مقداد کے آپکو مخذول کیا اور تخلیف اس وغیرہ مین اطاعت نہ کی یہہ بہی
آپکی ایذار کا سبب تہا۔ امام حسین رض نے بیت المال کے عمل مین بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ
یہانتک ناخوش ہوئی کہ ریحان رسول کے جسکو آپ ع دوش مبارک پر سوار کرتے تہی مارنے کا
قصد کیا۔ اور ظاہر ہی یہہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذار کا باعث ہوا ہوگا۔ امام حسن رض نے
خلافت امیر معویہ کے سپرد فرمائی۔ یہہ بہی آپکی ایذار کا سبب تہا۔ اگر آپ ع بقید حیات ہوتے
تو قطعاً متاذی ہوتی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایذار کا سبب ہوا یہانتک
کہ آپ نے اوسکو اپنی ناک مبارک کے کٹنی سے بدتر سمجہا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے
ہمرہی و اعانت سے تاخر و تقاعد کیا یہہ کس قدر آپکی ایذا کا باعث ہوگا بعد اوسکی امام سجاد سے امامت
کی بابت تنازع کیا یہانتک کہ نوبت حجر الاسود کی حکومت کی پہونچی یہہ بہی یقیناً جناب امام سجاد
کی ایذار کا باعث ہی کہانتک عرض کرون یہہ آپکا قاعدہ انشاء اللہ تعالی کسیکی ایمان کو بہی
سلامت باقی نہین چہوڑیگا۔ اگر آپ اسکی علی العموم والاطلاق قائل ہین تو ان بزرگوارونکی ایمانون کا
فکر فرمائیے جہتی اگر ایک امام مین عصمت ثابت ہوئی تو پہر کل اماموں مین اسکا ثبوت بطریق
قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات مین مفید نہین یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اوسکو بیان
کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہی اور دیکہنا چاہیے کہ وہ شرعاً باب اعتقادات مین کار آمد ہو سکتا ہی یا نہین
غرضکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکہکر ہمارے مجیب کے فہم و انصاف کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہین
ہم اس سے زیادہ کیا عرض کرین۔ **قولہ** وجہ پنجم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت پہ
ظاہر ہون تو اطاعت سے استنکاف کرین۔ اور اونکی نظر و نسبی گر جائین اور اونکی احکام وغیرہ کی تصدیق
و تعمیل نکرین بلکہ تکذیب کرین کہ اگر یہہ مواعید وغیرہ کے بیان مین سچے ہوتے تو خود کیون ان کامونکی

مرتکب ہوتی ہی – **اقول** – عصمت ائمہ مین اس دلیل کا ذکر سننے کے قابل ہی اہل انصاف سمجھہ گئے
ہونگے کہ عصمت ائمہ مین اسکا بیان مصداق اس شعر کا ہی بیت چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا +
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا + بہر حال اس دلیل کا مبنی اس امر پر ہی کہ ائمہ بالاستقلال مبلغ
شریعت ہین – پس اگر ہی تو یہہ مسئلہ علماء شیعہ کے مسلمات سے ہی کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم
وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھی ہین – اہل حق ہرگز اسکو تسلیم نہین کرتے وہ انبیاء کو انبیاء سمجھتے ہین اور ائمہ
کو ائمہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پھر اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہمارے مجیب جلیبی عاقل
والنصاف پرست کا ہی کام ہی ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات مین دین
تکمیل ہو چکا ہے اور الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال پا چکا تھا اور امام صرف مروج شریع ہی
اور اوسکا کام یہہ ہی کہ امت کو شریعت مکملہ پر چلاوے تو وہ اگر مرتکب معصیت ہو تو اوسکی اطاعت سے
استنکاف کی کچھہ معنی نہین ہین اور نہ اونکی احکام جو مطابق شرع ہون عدم تصدیق و تعمیل کے
کوئی صورت ہی اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہون وہ خود بنص واجب الاطاعت نہین تو امام کے
اطاعت من حیث انہ متبع الشرع ہی نہ بحیثیت متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہوگا – علاوہ اسکے
حق تعالی شانہ نے ائمہ کی اطاعت کی بابت صاف ارشاد فرما دیا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ
وَالرَّسُوْلِ جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی امر مین امت و اولو الامر باہم تنازع کرین اوسکو
کتاب و سنت کیطرف لوٹا دین اگر موافق ہو قبول کرین ورنہ رد کرین تو ہر شخص سمجھہ سکتا ہے
کہ یہہ کچھہ ضرور نہین کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہی ہو اور یہہ ہی عدم عصمت ہی پس جبکہ امت کی
ہاتھہ مین میزان مستقیم شرع موجود ہی تو اونکو امام کے غیر معصوم ہونے سے کیا ڈر اور کسی حکم مین
امام کی تصدیق کرنے سے کیا خوف بخلاف بنی کے کہ اگر اوس سے استنکاف کرین اور اوسکی تصدیق
نکرین بلکہ تکذیب کرین – تو دین و شریعت ہی درہم برہم ہو جاتی پس اس دلیل سے عصمت ائمہ
مین استدلال کرنا ایک تعجب انگیز قصہ ہی علاوہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس
استدلال پر وارد ہوتی ہین – وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال مین بیان کر آئی ہین

[illegible]

معلوم ہو سکتی ہیں۔ بخوف طالت ہم انکو ترک کرتے ہیں **قولہ** الحمد للہ کہ آپکی خاتم المحدثین کے ہی تقریر سے عصمت ائمہ ثابت ہو۔ شائد اب تو آپ بہی مان لین۔ **اقول** پیاری محجوب یہہ آپکا محض زعم و توہم ہے۔ جو بمقتضائے حبک الشی یعمی و یصم آپکا سد راہ تحقیق ہے ورنہ فی الحقیقت جو امر کتاب و سنت سے ثابت نہو بلکہ عقل و نقل کے خلاف ہو اوسکا ثبوت خاتم المحدثین رح کے تقریر سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے مین امید کرتا ہون کہ اگر آپ بنظر انصاف و تحقیق حق اس مسئلہ مین غور فرماینگے تو آپکو بہی معلوم ہو جاویگا کہ واقعی یہہ امر خلاف عقل و نقل ہے بلکہ آپکی روایات مذہب کے بہی مخالف ہے۔ علامہ مجلسی نے جلد اول بحار الانوار کی باب کتمان العلم مین چند روایات تخریج فرمائی ہین جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون کا مصداق ائمہ علیہم السلام ہین۔ عن حمران عن ابی جعفر[۱] علیہ السلام فی قول اللہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب یعنی بذلک نحن واللہ المستعان عن ابن ابی عمیر عمن ذکرہ عن ابی عبد اللہ[۲] علیہ السلام ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی فی علی علیہ السلام عن عبد اللہ بن کثیر عمن حدثہ عن ابی عبد اللہ[۳] علیہ السلام فی قولہ اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون قال نحن ھم وقد قالوا ھوام الارض عن بعض اصحابنا عن ابی عبد اللہ[۴] علیہ السلام قال قلت لہ اخبرنی عن قولہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب قال نحن نعنی بھا واللہ المستعان ان الرجل منا اذا صارت

---

[۱] امام ابو جعفر ع سے تفسیر قولہ تعالی (جو لوگ چہپاتے ہین جو کچہہ کہ اوتارا ہمنی دلائل اور ہدایت سے بعد اسکی کہ بیان کر دیا ہمنی اوسکو لوگون کے لیے کتاب مین) مین مروی ہے کہ اس سے ہم مراد ہین اور اللہ سے مدد چاہتے ہین [۲] امام ابو عبد اللہ ع سے مروی ہے کہ آیت ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی حضرت علی ع کے باب مین نازل ہے [۳] امام ابو عبد اللہ سے تفسیر قولہ تعالی اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون مین مروی ہے فرمایا وہ ہم ہین۔ اور کہا ہے کہ حشرات الارض ہین [۴] امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے راوی نے آپ سے سوال کیا مجہکو خبر دیجیے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب سے فرمایا اوس سے ہم مراد ہین۔ اور اللہ سے مدد مطلوب ہے ۱۲

الیه لم یکن لہ اولم یعملہ الا ان یبین للناس من یکون بعدہ ورواہ محمد بن مسلم قال ہم اہل الکتاب۔ ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ائمہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی دین چھپانے والے اور (معاذ اللہ توبہ توبہ ہین کیونکر اسی کفر نقل کردن) خدا کے اور لعنت کرنے والونکے ملعون ہین پہلی اور دوسری روایت سے بخوبی یہہ مدعا ثابت ہے چوتھی روایت اس مدعا کے اثبات کے لئے بہت بڑی قوی دلیل ہے توجب حضرات شیعہ نے بمقتضائے کمال ولا وتمسک اونکی دشمنونکو اللہ کے آیتین چھپانے والی اور ملعون ٹھہرایا تو انکی غیر معصوم ہونی کو ہی ثابت نہین کیا بلکہ کفار سے بھی برائی مین بڑھا دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس صریح کفر کو اس طرح چھپانا چاہا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت تفسیر مین جو عبد اللہ بن بکیر سے مروی ہے فرماتے ہین **بیان** ضمیر ہم راجع الی اللاعنین بہلا کوئی عاقل متدین علامہ کی اس پوچ توجیہ سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب روشن ہے پوشیدہ سمجھہ سکتا ہے۔ اگرچہ جناب علامہ کی اس تاویل بلکہ تحریف کے ابطال کی کچھہ ضرورت نہ تھی کیونکہ اہل فہم وانصاف سیاق عبارات سے خود سمجھہ سکتی ہین لیکن بنظر تسکین خاطر محجوب لبیب کے ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہین۔ پہلی اور دوسری روایت مین جسقدر آیت لکھکر فرمایا ہے کہ اس سے ہم مراد ہین۔ اوسمین لاعنین کا ہرگز ذکر نہین کیا بلکہ اوسمین صرف کاتمین کا ہی ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کاتمین ہین نہ لاعنین علاوہ ازین لفظ واللہ المستعان فرمانا خود اسکی ثبوت کی دلیل ہے کہ آپ کاتمین ہین کیونکہ اسکا اطلاق شفقت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے چنانچہ واللہ المستعان علی ما تصفون۔ چوتھی روایت اسکی ثبوت مین نص صریح ہے کیونکہ اوس سے صاف ثابت ہے کہ یا مراد ائمہ ہین یا اہل کتاب اور ظاہر ہے کہ لاعنین مین یہہ دونو احتمال جاری نہین ہوسکتی کیونکہ اہل کتاب لاعنین نہین۔ ہان بعض انہین کاتمین حق مین جو ملعونین ہین۔ نہ لاعنین تو یہہ دونو احتمال کہ مراد یا ائمہ ہون یا اہل کتاب اوسی صورت مین صحیح ہو جبکہ ضمیر ہم کی راجع لفظ الذین یکتمون ہو اوسکی طرف ہو قطع نظر اس سے اس روایت مین حضرت امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہین اوسکی تائید مین یہہ بھی فرمایا کہ ہر امام سابق نے

بیان

واجب ہی کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر نص فرماوی اور اوسکو ہرگز جائز نہین کہ وہ نص نکری اور اوسکو چھپاوی تو اس سی صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سی بیان تہدید ائمہ ہی۔ لیکن اسمین کوئی ایسا لفظ جو علم وقوع کتمان یا وقوع کے محتمل ہونے پر دلالت کرے وارد نہین بلکہ یہہ کلام صریح وقوع کتمان پر دال ہی چنانچہ اہل کتاب اسیوجہ سی اسکی مصداق ہین تو اس سی معاذ اللہ ائمہ رضا کے دشمنونکا بروایات حضرات شیعہ کاتمین حق ہونا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہہ دہوکہ شاید تیسری روایت سی پڑگیا ہوگا کہ اوسمین وقد قالوا ہم الامام الا رحمن مذکور ہی تو اوسکی تقابل سے سمجھا جاسکتا ہی کہ یہہ تفسیر لاعنون کے ہی نہ کاتمین کے مگر یہہ اوسوقت ہی کہ جبکہ یہہ مقولہ ائمہ کا تسلیم ہو اور اگر اسکو مانع منع کری اور کہی کہ یہہ جملہ لبعض روایت شیعہ کا اپنی ناموس مذہب کے حفاظت کے لیے تراشا ہوا ہی تو اوسوقت علامہ کا یہہ توہم ہی باطل ہوگا طرفہ تماشا یہہ ہی کہ علامہ مجلسی کو خود ہی اس جملہ کی نسبت یقین نہین کہ یہہ جملہ ائمہ کا مقولہ ہی بلکہ علامہ کے نزدیک احتمال ہی کہ یہہ جملہ ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہی کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کے ہی کلام ہو اور احتمال ہے کہ بعض رواۃ کا اضافہ ہو پہر جب اسقدر احتمالات قائم ہین تو استدلال نہین ہوسکتا ہی علامہ مجلسی فرماتا ہی قوله[1] وقد قالوا اما کلامہ علیہ السلام فضمیر الجمع راجع الی العامة او کلام المولف او الرواة فیحتمل ارجاعہ الی اھل البیت علیہم السلام ایضا ایہا بفرض محال سلمنا کہ ضمیر ہم لاعنین کیطرف ہی راجع ہی اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرات شیعہ کے لاعنین ہین لیکن ہم کہتی ہین یہہ بہی برائی سے خالی نہین کیونکہ جناب امیر نے اپنی شیعہ کے سباب لعان ہونی کو مکروہ اور ناپسند فرمایا ہی تو جو امر اونے امت کے لئی ناپسندیدہ ہو ائمہ کی جناب مین کیونکر نسبت کیا جاسکتا ہی ــ ومن کلام لہ[2] وقد سمع قوما یسبون اھل الشام ایام حربہم بصفین انی اکرہ لکم ان تکونوا

[1] وقد قالوا یا تو امام علیہ السلام کا کلام ہی تو اس صورت مین جمع کی ضمیر عامہ (اہلسنت وغیرہ) کیطرف پہرےگی یا یہہ کلام مولف کتاب (تفسیر عیاشی) کا ہی یا دوسری راویونکا کلام ہی تو اس صورت مین احتمال یہہ بہی ہی کہ ضمیر اہلبیت علیہم السلام کیطرف راجع ہو ۔ ۱۲

[2] آپکا کلام جبکہ آپنے ایک گروہ کو سنا کہ اہل شام کو سب کرتے ہین اور برا کہتے ہین جنگ صفین کے ایام مین ــ مین تمہاری لیی مکروہ اور ناپسند سمجھتا ہون کہ تم سباب (برا کہنے والے) ہو ۱۲ ــ

سبابین - تعجب ہی اپنی شیعہ کے لیی تو لعان وسباب ہونا ناپسند فرمائین اور خود اسقدر لعان
ہون کہ خدا تعالے اونکو اس وصف سی ذکر فرماوی یہہ صرف حضرات مدعیان ولاو تمسک
کی زبانی ولا کا مقتضا نہین تو اور کیا ہی **اقولہ** اب نص کا بیان سنیی گو آپنی بہ تقلید اپنی
خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہی کہ (باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہین تلازم
دور ہین) مگر نص کا وجوب اقوال صحابہ وعلما کرام اہلسنت سی ثابت ہی صحیح مسلم کی کتاب
الامارت مین باب الاستخلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک استخلاف کو ضیاع ملک و مردم کا
سبب جانتی تھی چنانچہ اپنی اس عقیدہ مین ایسی راسخ تھی کہ جب سنا کہ اونکی پدر بزرگوار بدون
استخلاف دنیا سی انتقال فرمانا چاہتی ہین تو نہایت ہی تدین و تورع سے اپنی باپ اور امام
وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہین کرتے آپ دیکھ لین کہ وہ استخلاف
کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہین اور اوسکی ترک کو عین تضییع و افساد مردم جانتی تھی اور اوسکی تارک کو
اوس راعی سی مشابہت دیتی ہی کہ شتر و غنم کو مہمل چھوڑ کر کہین چلا جاوی غور فرمائی کہ آپکی
خاتم المحدثین جو اس عقیدہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہین کیا حضرت ابن عمر کے شان مین بھی ایسا
ہی فرمائینگی یا خاتم المحدثین صاحب نی صحیح مسلم ملاحظہ نہین فرمائی تھی - **اقول** بحول اللہ و قوتہ
جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال و استیصال کر چکی تو ہمکو کچھہ ضرورت نہ تھی کہ ہم ابطال دلائل نص و
افضلیت مین اپنا وقت گرانبہا ضائع کرین کیونکہ جب عصمت ہی باطل ہوگئی تو تمام امامت ہی
اصولاً و فروعاً باطل ہوگئی تو پھر اشتراط افضلیت و نص باطلہ کے ابطال کی کچھہ حاجت نہ ہی
لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع خلجان اور اپنی مجیب لبیب کے مزید اطمینان کے لیی ہم اسطرف
بھی متوجہ ہوتے ہین اور مختصر گذارش کرتے ہین چونکہ ہماری مجیب کی عادت ہی کہ استدلال کے
وقت اپنی دعوی کو بھلا دیتی ہین مدعا کچھہ ہوتا ہے اور دلائل کچھہ لاتے ہین اسلیی مناسب ہے
کہ مابہ النزاع مسئلہ مجملاً بیان کرین اور ناظرین اوراق اور اپنی مجیب کو یاد دلائین کہ آپکا یہہ دعوی ہی
اگر دلائل اسکی مطابق ہوئی تو البتہ قابل التفات ہونگی ورنہ لائق توجہ بھی نہین سمجھی جاینگی

بحث نص

پس واضح ہو کہ اس جگہ مابہ النزاع اہل سنت و شیعہ میں مسئلہ اشتراط نص و عصمت و افضلیت ہی شیعہ معتقد ہین کہ امام کے لیے نص و افضلیت مثل عصمت کے شرط ہی اگر نص و عصمت و افضلیت نہو۔ تو امامت باطل ہی اور اہلسنت کہتی ہین کہ جیسی امام کے واسطی عصمت شرط نہین ہی ایسی طرح نص و افضلیت بہی شرط نہین ہی عصمت سوای انبیاء کی کسی بشر مین نہین پائی جاتی نص و افضلیت کا تحقق ہو سکتا ہی لیکن اگر انکا تحقق نہو تو بہی امامت متحقق ہو سکتی ہی ہماری محب اس جگہ اس امر کی اثبات کے درپی ہین کہ اشتراط نص کو ثابت فرمائین اور اوسکی اثبات کے لیے جو کہ مسئلہ اعتقادی ہی دلائل قطعیہ بہم پہونچائین تو پس خلاصہ دعوی محب لبیب یہہ ہی کہ امامت کے لیے شرعا نص جلی خداوند تعالی کیطرفسی شرط ہی اگر نص نپائی جاویگی تو امامت و خلافت منعقد نہوگی پس مدعا کو اپنی حافظہ مین محفوظ رکہکر ہماری گذارش سنین کہ جب یہہ مسئلہ آپکی نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین مین سی ہی تو اول واجب تہا کہ اوسکی اثبات کے واسطی دلائل قطعیہ پیش کرتے اس مقام مین جسقدر آپنے دلائل ذکر فرمائی ہین اگر اونکی غلطیون اور مفاسد سی جو مسئلہ متنازعہ فیہا مین جاری کرنے سی لازم آتی ہی چشم پوشی کیجاوی اور بفرض محال اونکو صحیح تسلیم کر لیا جاوی تاہم آپکی مدعا کی ثبت نہین ہو سکتی بہلا قطعی مدعا دلائل ظنیہ سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہی معہذا قطع نظر اس سی کہ آپکا مدعا قطعی ہو یا ظنی اسقدر تو ضرور ہی کہ دلیل اس امر کو ثابت کری کہ در صورت عدم تحقق نص کے عدم تحقق امامت ہوگا اب آپ فرمائیے کہ آپکی کونسی دلیل سی بدلالت مطابقی یہہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اگر نص نہو تو امامت متحقق نہوگی۔ اب مین تفصیلی طور پر دلیل دلیل پر بحث کرتا ہون بعون الضعاف سینی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن عمر رضہ کے قول کا ماحصل نقل کرکے اوس سی اس مدعا پر استدلال کیا ہی بالکل غیر مفید مدعا ہی اور غلط کیونکہ ابن عمر رضہ کے قول سی آپکا مدعا اوسوقت ثابت ہوگا جبکہ آپ یہہ ثابت فرمائینگی کہ جو خلافت و امامت بلا نص و استخلاف واقع ہوئی وہ اونکی نزدیک باطل ہی اور ظاہر ہے کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر رضہ کے نزدیک بلا نص واقع ہوئی بلکہ اولی کے بہی

اثبات اشتراط نص کی دلیل اول کا ابطال

ابن عمر کے نزدیک یہہ ہی کیفیت ہی کیونکہ جناب خلیفہ ثانی رضہ کی اِس قول کے جواب مین کہ
ان لم استخلف سکوت فرمایا۔ اور رد نہین کیا اور ثانیہ فرع اولی کے ہی تو مدعا مجیب لبیب
دسوقت ثابت ہو جبکہ ابن عمر رضہ کے قول ہی بطلان خلافت ہا ئی اربعہ بسبب عدم ورود نص
کو ثابت ہوجاوی اور یہہ محال ہی۔ پس اِس روایت سی استدلال کرنا اِس پر مبنی ہی کہ ہماری
مجیب لبیب اپنی مدعا سی غافل ہین۔ ابن عمر رضہ کے اِس قول سی اگر بفرض محال وجوب نص
ثابت ہو بہی تاہم مستلزم اشتراط نہین کہ مفید مدعا ہو۔ آپنے دیکہا ہوگا کہ امام نووی رح نے
اِس حدیث کے شرح مین عدم وجوب نص پر اجماع لکہا ہی تو ہوسکتا ہی کہ حضرت ابن عمر رضہ
نص کو اولی و مستحسن سمجہتے ہون۔ لیکن عظماء اسلام مستحبات کو بہی عمل مین مثل واجب کے سمجہتے
ہین اور نیز قاعدہ ہی کہ ہر شخص اپنی مدعا کو حتی الوسع مدلل و مبرہن بیان کیا کرتا ہے تو اسلیی
اونہون نے اوسکو اس مدلل پیرایہ مین ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر فروری
نہتا اسلیی سکوت فرمایا اور مکرر اس باب مین لب کشا نہوئی کیونکہ جو دلیل حضرت عمر رضہ
نی ذکر فرمائی وہ بداہتہً اِس امر پر دال ہی کہ استخلاف و عدم استخلاف ہر دو جائز ہین واجب نہین
اور نیز یہہ ہی ممکن ہی کہ ابتدا مین دفعتہً حضرت ابن عمر رضہ کے ذہن مین لزوم نص آیا ہو
لیکن جبکہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سی عدم لزوم معلوم ہوگیا
تو اپنی قول سی رجوع فرمایا۔ معہذا جبکہ خلیفہ ثانی رضہ نے اونکی جواب مین عدم وجوب نص
بیان فرمایا اور صحابہ مین سی کسینی وسکا رد و انکار نہین فرمایا تو اجماع سکوتی ہوگیا۔
پس خاتمہ دلیل پر جو کچہہ حضرت شاہصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری مجیب نے تحریر کیا
وہ کمال وقاحت کے دلیل ہی مدعا کو دلیل سے ثبوت کی بو بہی نہین پہنچی اور زبان درازی
شروع کردی حضرت ابن عمر رضہ کا عقیدہ اشتراط نص کا جو مستلزم عدم انعقاد خلافت غیر
منصوصہ کو ہی پہلی ثابت فرمایا ہوتا اور اوسکی بعد کچہہ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کحل
فہم و انصاف سی خالی ہو تو بجز سکوت کے کیا جواب دیا جاوی۔ **قولہ** جناب ابن عمر رضہ

ہی پر منحصر نہیں ہے اور صحابہ کا بھی یہہ ہی اعتقاد ہے چنانچہ خواجہ کابلی صواقع میں جسکا ترجمہ آپکی خاتم المحدثین نے فرماکر اور تھوڑا سا تغیر و تبدل کر کے تحفہ لکھا ہے۔ ذیل قول جناب امیر علیہ السلام یا یعنے القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر الخ مطلب ثانی مقصد رابع امامت میں فرماتے ہیں و ذھب بعضھم الی ان الامام یجب ان یکون منصوصاً علیہ نصاً جلیاً او خفیاً والیہ ذھب عبداللہ بن مسعود وابو الدرداء وحذیفۃ ابن الیمان وانس بن مالک وابو ھریرۃ وغیرھم کی وجم غفیر من المحدثین وشرذمۃ من الاصولیین وطائفۃ من المتکلمین وجماعۃ من الفقہاء انتہی حیرت و تعجب ہے کہ آپکی خاتم المحدثین نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل مضامین ترجمہ کئے ہیں اس مقام کو ملاحظہ نفرمایا ورنہ اس جرات سے اس عقیدہ کی نسبت نفرماتی کہ یہہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔

اقول یہہ دلیل بھی زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہماری مجیب کو اپنی مدعا کی خبر نہیں رہی ہے اور نیز اس دلیل سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری مجیب نے یا ہماری مجیب کے اوس بزرگ نے جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواقع میں کمال دیانت فرمائی ہے اور جو جملہ کہ اپنی مذہب کے مخالف دراس عبارت کی بابت بہت ہی قریب مذکور ہے اور گویا تتمہ اس عبارت کا ہے اسکو حذف کر دیا سمجہا ہوگا کہ صواقع عزیز الوجود کتاب ہے کہاں دستیاب ہوتی ہے جو کوئی معائنہ کر کے غلطی نکالیگا۔ لیکن خدا تعالے کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہہ کتاب بلا دقت میسر ہوگئی اسلیے اصل کتاب سے پوری عبارت اہل انصاف کے سامنے پیش کرتا ہوں اہل انصاف ملاحظہ فرماویں اور یہہ بھی دیکھیں کہ ہماری مجیب لبیب کی مدعا سے اس دلیل کو کچھہ تعلق ہے یا نہیں۔

[ا] ذھب بعضھم الی ان الامام یجب ان یکون منصوصاً علیہ نصاً جلیاً او خفیاً والیہ ذھب عبداللہ بن مسعود وابی الدرداء وحذیفۃ بن الیمان وانس بن مالک وابی ھریرۃ وغیرھم وجم غفیر من المحدثین وشرذمۃ من الاصولیین وطائفۃ من المتکلمین

اثبات تحریف و نقص عبارت در ترجمہ کا اہمال

[ا] بعض اسطرف گئی ہیں کہ امام کا منصوص ہونا خواہ منصوص جلی ہو یا خفی واجب ہے اور اسیطرف گئی ہیں عبداللہ بن مسعود اور ابودردا اور حذیفہ بن الیمان اور انس بن مالک اور ابوہریرہ و محدثین کے ایک بڑی جماعت اور اصولیین کا ایک گروہ اور متکلمین میں کا ایک فرقہ ۔۱۲

وجماعة من الفقهاء[1] وتمسكوا بالاحاديث الواردة في خلافة الخلفاء الاربعة واختلفوا
في النص والجمهور على انه جلي وجمع على انه خفي واليه ذهب الحسن البصري واتفقوا على انها تثبت
بالاجماع ان لم يتعين الافضل ولم يوجد النص انتهى - اس عبارت کے آخر کا جملہ
واتفقوا سے جو بداہتہ مدعا کی نقیض کو ثابت کر رہا تہا ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اتم راست ہو پس
اگرچہ نقل میں خیانت نہیں تو کیا ہے - لیکن اگر اس جملہ سے قطع نظر کیجاوے تاہم یہہ عبارت ہمارے
مجیب کے ثبوت مدعا میں کچہہ فائدہ بخش نہیں ہے - کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا خفی اور آپکا دعوی
اثبات نص جلی کا ہے تو اس صورت میں آپکا دعوی خاص ہے اور دلیل عام ہے اور دلیل
عام سے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور و تامل دیکہا جاوے تو دلیل و مدعا میں باہم عموم
و خصوص نہیں بلکہ تغایر و تباین ہے تفصیل اسکی یہہ ہے کہ آپکے نزدیک انعقاد امامت کے لیے
یہہ شرط ہے کہ حق تعالے کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلان شخص بعد فلان
نبی یا فلان امام کے اوسکا خلیفہ ہے اگر اسطرح نص ہوگی تو امامت و خلافت متحقق ہوگی
اور صحابہ میں سے کوئی اسکی لزوم و اشتراط کا قائل نہیں اور کسینے اوسکو ضروری نہیں سمجہا
اور نص جلی سے بہی یہہ مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامعی ہے - چنانچہ جملہ وتمسکوا
بالاحادیث الواردة في خلافة الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو پس دلیل و مدعا باہم
متغائر ہوئی پس ایسی پوچ اور غلط دلیل پر اسقدر ناز و افتخار اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی نسبت صواقع میں اس بہتان کے رکہنے کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جبکہ
شاہ صاحب رح کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکہا جاوے وہ فرماتے ہیں و امامیہ
میگویند کہ نصب امام بر خدا واجب ست پس میباید کہ منصوص بود از جانب خدا و این عقیدہ

---

[1] اور فقہا میں سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل پکڑی ہے جو خلفاء اربعہ کی خلافت کے بارہ میں واقع ہوئی ہیں
اور نص کے باب میں اختلاف ہے جمہور اس پر ہیں کہ نص جلی ہے اور ایک جماعت اسپر ہے کہ وہ نص خفی ہے حسن بصری رح
اسطرف گئے ہیں اور اسپر سب متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہو اور نص نہ پائی جاوے تو خلافت اجماع
کے ساتھ منعقد ہو جاتی ہے - ۱۲ -

مخالف عقل و نقل ثابت ہو معلوم نہین یہہ مدعا جو مجموعہ امرین کا ہے اور جسکو شاہ صاحب بھی مخالف عقل و نقل فرما رہے ہین اسکو ہماری مجیب نے کیونکر موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرمائیے اپنی دین کو بھی ملاحظہ فرمائین اور جسکی نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اوسکو بھی دیکھین اور سوچین بعدہ اوسکی اپنی طعن کو میزان انصاف مین رکھکر تولین تو صاف معلوم کرلینگے کہ آپ نہ عبارت صواقع کو سمجھے اور نہ تحفہ کو سمجھے اور نہ خود اپنا مدعا بھی ضبط فرمایا خدا آپکو توفیق انصاف و راہ راست عطا فرماوی۔ **قولہ** اگرچہ اس مقام مین ہم بہت کچھہ گفتگو کرسکتے ہین مگر بنظر اختصار ترک کرکے اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نص کے باب مین شہادت لکھتے ہین کہ یہہ حضرت بنابر مشہور آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد ہین اگرچہ تحفہ مین انکی البتہ مین توریہ فرمایا ہے مگر نہایت ہی درجہ کی تعریف و ستائش فرمائی ہے حتی کہ آیتی از آیات الٰہی و معجزہ از معجزات جناب رسالت پناہی انکی شان مین لکھا ہے جیسا کہ پہلی بھی گذر چکا ہے **اقول** نہایت افسوس ہا کہ اس مقام پر آپنے بہت کچھہ گفتگو نہ فرمائی۔ جس قدر اس مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اوس سے آپکے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور استدلال کی حالت بخوبی منکشف ہوگئی ہے اور اگر اور کچھہ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہوکر اوس دعوی کو باطل کرتے جو آپنے ابتدا جواب مین فرمایا ہے۔ بہتر ہوا کہ آپنے اختصار کے پیرایہ مین اسکو ترک فرمایا۔ اور جو کچھہ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ بنابر مشہور لکھکر تعریض فرمائی اور جو ادعا تہذیب و اخلاق کے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکی جواب مین ایسی تعریضین بلکہ اس سے بڑھکر ہم بھی بہت سے مجتہدین حال و ماضی وغیرہ کی نسبت عرض کرسکتے تھی لیکن ہم بجز سکوت و صبر کے اسکا کچھہ جواب نہین دیتی۔ اسکی بعد جو شہادتین کہ نص کے ثبوت کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی اونکی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔ **قولہ** آپ بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ جو تقریرین ہم نص کے باب مین کرتے ہین بعینہ وہی حضرت شاہ صاحب ازالۃ الخفا مین رقم فرماتی ہین مقصد اول فصل دوم در لوازم خلافت خاصہ کے نکتہ سوم مین جو صفحہ ۱۰ مین واقع ہے

یہہ عبارت تحریر ہی نکتہ سوم آنکہ خلافت امر خطیر است و نفوس بنی آدم مجبول بر اتباع ہوا و شیطان در بنی آدم جاری مجری آلام چون خلافت برائی شخصی مستقر شود احتمال دارد کہ جور پیش گیرد در مقاصد خلافت تہاون صریح بعمل آرد و حزر این خلیفہ در امت مرحومہ اشد باشد از ضرر ترک استخلاف دی و این احتمال کثیر الوقوع ست نمی بینی کہ بادشاہان ہمہ الا ما شاء اللہ درین مہلکہ گرفتار شدہ اند و میشوند تا وقتیکہ این احتمال برانداختہ نشود بوعدہ آلہی یا بوعدہ آنحضرت کہ نزدیک حصول آنہا جور و تہاون ممتنع عادی گردد۔ و ظن قوی بعدل و قیام خلیفہ با مر ملت بظہور رسد استخلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بنی آدم را تا طمانیت او اطمینان میسر نکنند و دیگر مرشد خلائق گردد و مثلی ایشان در ظاہر و باطن محتمل کہ در علم و حال خود غلط کردہ باشد و دیگران بعض قرائن متمسک شدہ ہمان غلط را رواج دادہ باشند و ما احسن ما قیل۔ بیت ای بسا ابلیس آدم روی ہست ✤ پس بہر دستی نشاید داد دست ✤ تا اعتماد بر علم و حال شخصی بحدیث مستفیض صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کار نا تمام است پس خلافت کا ملہ ہمانست کہ وثوق بصاحب آن داشتہ باشیم بنص شارع و اشارات او انتہی بقدر الحاجۃ۔ اس عبارت کو تامل و انصاف سے ملاحظہ کیجیئے جیسی کہ اس سے نص کا وجوب ثابت ہوتا ہی ویسی ہی عصمت خلیفہ بہی ثابت ہی بباعث خوف طوالت ہم اسکی الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہین کرتے اسیقدر اشارہ کافی سمجہتے ہین۔ **اقول** اس دلیل کو بہی مدعا سے کچہہ ربط نہین ہی۔ اور یہان بہی اپنا مدعا ہولی۔ جو نص کہ عبارت منقولہ ازالۃ الخفا سے مفہوم و مستنبط ہوتی ہی اگر وہی نص معتقد علیہ جناب مجیب دراد نکی ہم مذہبونکی ہی تو مرحبا بالوفاق لیکن یہہ نص وہی نص ہی جو آیت سورہ نور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور حدیث ان تومروا ابابکر اور اوسکی امثال سے ثابت ہوتی ہی اور نیز یہہ وہی عہدہ خداوندی ہی جسنی احتمال اتباع ہوا کا استیصال کردیا اور وقوع جور و تہاون کو ممتنع عادی بنا دیا اور یہہ نص و اشارات وہ ہین جن سے صرف استحقاق خلافت مستخرج ہوتا ہی نہ انعقاد اور یہہ نص و اشارات متعدد اشخاص کے واسطی بہی ایک وقت مین

بلا تعیین نقض مدعا خود ممتنع نہین ہین پس اگر آپ اسکی قائل ہون تو بعینہ ہماری آنکھ کچھہ نزاع نہین اور اگر نص معتقد علیہ سامی جسکی اثبات کا دعوی کیا گیا ہی یہہ نہین ہے بلکہ وہ نص جلی ہی کہ جو علما قوم ائمہ اثنا عشر کی واسطی دعوی کرتے چلی آئی ہین تو اسکی اشتراط کو اس دلیل سی یا کسی دلیل سی ثابت فرمائیی مین اس استدلال سے ہمہ تن حیرت ہون کہ مجیب لبیب نے اپنی آپکو کم انکم فارسی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تھا لیکن اس استدلال سے تو اس دعوی کے ہی ثبوت مین تردد قوی ہی۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوتے تو کیا اس عبارت کا بہی مطلب نہین سمجھہ سکتے تھی کہ جسکا سہل الماخذ ہونا مثل روز روشن ہی معلوم ہوتا ہی کہ آپکی سامنی کسینی یہہ عبارت پڑہکر سنادی ہوگی آپنی لفظ نص کا سنکر کمال دانشمندی سی سمجھہ لیا کہ بس ثبوت نص مین حجت قاطعہ ملگئی اور خصم کے سامنی پیش ہی کردیا۔ افسوس کہ آپنی بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث نہین فرمائی۔ پہر جبکہ آپ اس عبارت سی نص کو جو اسکا مسوق لہا ثابت نہین کرسکی تو عصمت کو تو کیا ثابت کرینگی۔ **قولہ** اور سینی مقصد اول کی فصل ہفتم کے مقصد دوم مقدمہ تحفتین صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ مطبع مذکورہ مین یہہ فرماتے ہین دلیل اول استقرار احادیث کہ درباب فتن روایت میکنند دلالت ظاہرہ دارد برانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وقائع آتیہ تقریر فرمودہ است و سر واقعہ را بلفظی ادا کردہ کہ رضای خدا تعالے یا سخط بان از ان مفہوم شود چون این مقدمہ را شناسیم بحدس قوی یقین می نمائیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ بر منزدیک بودند و در اختلاف قوم در استخلاف ایشان فتنہ بر مینجاست دکارہای عظیم مثلاً فتح فارس و روم بر ہم میخورد البتہ تعیین فرمودہ اند عاقل نتواند تجویز کرد کہ اہم مہمات را گذاشتہ اند و در بیان امور جزئیہ اہتمام نماید سبحانک ہذا بہتان عظیم انتہی بقدر الحاجہ یہہ دلیل بعینہ وہی تقریر ہی کہ اہل حق خلیفہ کے منصوص ہونے مین بیان کرتے ہین اور حضرت شاہ صاحب نے اصل اس دلیل کو ہماری ہی تقریر سی اخذ کرکے بعض الفاظ زائد اپنی طرف سی زیادہ کیی ہین اور بجای مطلق خلیفہ و امام کے خلفاء ثلثہ کا بالخصوص ذکر کیا ہی اور حاصل یہہ ہی جو ہم کہتی ہین کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر ایسی شفقت

وعطوفت رکہتی تہی کہ احکام جزئیہ ومسائل فرعیہ بہایت تشریح وتفصیل سے بیان فرمائی ہیں کہ آپکی مصاحبت وعورتوں سی مباشرت بلکہ بیت الخلا کے آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کب تجویز کرسکتا ہی کہ آنحضرت باینہمہ شفقت ورافت ایسی اہم مہمات کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی ودنیوی اوس سے وابستہ ہیں مہمل چھوڑ دین اور اوسپر نص نفرماوین اور امت کو معاذ اللہ عمداً اختلاف وتنازع وفتن میں ڈالدین۔ **اقول** ہمارے علامہ مجیب نے جو اس جگہ عبارت ازالۃ الخفا سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہی کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اوسکو کچھ تعلق نہیں علی الخصوص حضرت صاحب ازالۃ الخفا نے مبدا اس بحث میں تصریح فرماچکے ہیں وہیش از شروع در تقریر این نکتہ ایست مہمہ کہ ترتیب دلائل وتقریب آن مسائل بمعرفت او موقوف است و آن نکتہ ایست کہ مراد ما از تعین خلیفہ کہ بوجوب ولزوم آن زبان میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرمایند وبہ بیعت آن خلیفہ امر نمایند الخ اس سے صاف واضح ہی کہ وہ نص جسکا دعوی کیا گیا ہی وہ مراد نہیں اور وجہ اسکی بجز بطلان کے اور کوئی نہیں اور ظاہر ہی کہ جب وقائع آیتہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سخط خدا وندی اوسکی ساتھہ مفہوم ہوئی تو وہ خلافت حقہ جسمین اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تہا اور بڑی بڑے اعلی درجہ کی کاموں کے درہم وبرہم ہونے کا خوف تہا اولی واحق بالبیان ہی بہ نسبت اوس خلافت کے کہ جسمین یہہ اندیشہ نہ تہا بلکہ اوسمین خود اختلاف واقع ہونیوالا تہا اور اوس اختلاف پر بہی مطلع فرمادیا اور یہہ تقریر واطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اخبار بالغیب واقع ہوئی تو یہہ غلط ہی کہ بجائی مطلق خلیفہ کے خلفاء ثلثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتھہ وقائع عظمیہ متعلق تہی کہ جسمین کوئی اونکا شریک نہین ہی اسلیے بالخصوص اونکا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہہ کہ یہہ دلیل حضرات شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہی اور کچھہ الفاظ کم وبیش کیے گئے ہیں سوال انصاف جنہوں نے اول سے آخر تک کتاب ازالۃ الخفا کا مطالعہ کیا ہی اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیہ اونکی

پیش نظر مین معلوم کر سکتی ہین کہ ابتداء حدوث مذہب تشیع سے یا جس روز سے کہ اس مذہب کے
علماء نے حجاب تقیہ کا چہرۂ مذہب سے اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آجتک کسی شخص نے
علماء شیعہ مین سے بیان معانی کتاب و سنت مین باین خوبی و اسلوبی کوئی تقریر دیکھی ہو
اگر کوئی ہو تو عجب لبیب ہی نام لین علاوہ اسکی ابتداء زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ مین جناب عليؓ اونہی کی ہمیشہ ہم مشرب رہی اونہی کی موافق مسائل فرماتی رہی۔ اپنا قران
جو متمسک اعظم و ثقل اکبر ہی پردۂ تقیہ مین ایسا چھپایا کہ بجز ائمہ کی اوسکو نہ کسی نے پڑہا نہ کسی نے
دیکھا اپنی زمانہ خلافت مین بہی تقیہ کی وہی حالت رہی اور بعد اوسکی تمام ائمہ یکی بعد دیگری
حضرت ہی کی قدم بقدم چلی آئی اور ہمیشہ تقاریر علمیہ اور مسائل دینیہ موافق اہل سنت کے
بیان کرتے چلی آئی پہر اگر یہہ اکابر اہلسنت سے اخذ نہین کیا تو کہان سے آیا اپنی مفسرین کو دیکھی
کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان مین خوشہ چین خرمن فیوض اہلسنت ہین تفسیر صافی کو دیکھیے کہ اوسکی
مصنف نے اس بارہ مین اپنی مفسرین پر کیسی تشنیع فرمائی تفسیر مجمع البیان جو نہایت
معتبر تفاسیر مین سے ہی ایک صفحہ اوسکا آپ پڑہ لین تو میری قول کی تصدیق ہو جاتی ہے
اگر زیادہ تکلیف گوارا طبع سامی ہو تو رسالۃ السکاکینیہ ہی دیکھہ لیجیے کہ فاضل اجل مولوی نورالدین
حسین اس بارہ مین کس درد انگیز افسوس کے ساتہہ فرماتی ہین صفحہ ۱۵ پر یہہ عبارت مکتوب ہے تمنا خود بین
بسبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را ادراک نکردہ یکاسہ لیسی عامہ پرداختہ اند
و منشاء این امر غیر از قلت استعداد در فن حدیث شریف چیزی دیگر ملحوظ نیست جبکہ علماء
اہل تشیع باعتراف خود ہمیشہ کاسہ لیس اہلسنت رہی تو بڑی شرم کے بات ہے کہ شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ پر جہوٹا الزام اخذ دلیل کا لگاتی ہین اور کوئی ثبوت پیش نہین کر سکتی اور اپنی
علماء کی حالات کو لحاظ نہین فرماتی۔ بیشک نمک حلالی اسیکا نام ہے لیکن جو دلیل کہ مجیب
لبیب نے ثبوت نقض مین بیان فرمائی اور اونکی اکابر بڑی افتخار کے ساتہہ ثبوت اس مدعا
مین بیان فرماتے چلے آئی ہین ابتداء اوسکی تردید اور اوسکا جواب ضروری ہے پس واضح ہو

کہ حضرات شیعہ کو مثل مشہور الغریق[۱] یتشبث بکل حشیش۔ جب کوئی دلیل ثبوت مدعا مین بہم نہین
پہونچتی تو ایسی ایسی واہی دلیلون ہی سے اپنا دل خوش کر لیتی ہین اور یہہ نہین سمجھتی کہ جیسا
مدعا ہوتا ہی اوسکی لیے ویسی ہی دلیلونکی ضرورت ہوتی ہی جبکہ امامت اور اوسکی شرائط
موقوف علیہ اور اصل اصول دین سے ہین تو کیا اونکا ثبوت ایسی ایسی دلیلونسے جو محض
خیالی ہین اور جسکی تائید کسی کتاب وسنت سے نہین ہوتی بلکہ بالعکس کتاب وسنت
سے اونکی تکذیب ہوتی ہی ہو سکتا ہی ہرگز نہین قطع نظر اس سے یہہ دلیل خود مستدل پر
منقلب ہی کہ حق تعالے شانہ نے کلام مجید مین جسکی محافظت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا
مژدہ سنایا اور اصول دین مین سے کوئی چیز ایسی نہین جسکو حق تعالے نے بیان نفرمایا ہو
بلکہ فروعات فقہیہ عبادات ومعاملات مین سے صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ نکاح وطلاق بیع
وشرا واعتکاف وغیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت ورحمت کے کہ خداوند تعالے کو اپنی بندونکے
ساتھہ ہی کوئی مسلمان کیونکر تجویز کر سکتا ہی کہ حق تعالے فروعات کو تو باین اہتمام مکرر
سہ کرر بیان فرمادی اور کسی ایسی اصول دین اور اہم المہمات کو مہمل چھوڑ دی جسکی ساتھہ عباد کے
تمام مصالح دینی ودنیوی منوط ہون اور عمداً عباد کو تنازع وتشاجر مین ڈالدی
بلکہ علاوہ فروع دین کے مثلین اور پرانی قصے بلا ضرورت بہات تک فرمادی اور اصول دین کو
چھپا رکہی اور بنص نفرماوی اور تارک واجب ہو۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ تعجب ہی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت ورسالت کے کتب سابقہ مین خداوند تعالے نے خبر دی اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے تو صاف نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہی۔ وَمُبَشِّرًا[۲] بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي
اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ کا خلیفہ راشد جو انبیا ورسل سابقہ سے افضل ہی اوسکا کہین
ذکر نہین فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان آپ ہی پر موقوف تہا تو اوس سے صاف ظاہر ہی کہ یہہ اصول
دین ہی مین سے نہین ورنہ خود خداوند تعالے ہی اپنی کلام مین نص فرماتا۔ معہذا ہم کہتی ہین

---

[۱] ڈوبتا ہوا ایک گہانس پہونس پر سہارا پکڑتا ہی۔ ۱۲ [۲] اور خوشخبری دینی والا رسول کی جو آویگا میری پیچھی نام اوسکا احمد ہی ۱۲۔

گراں امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمل چھوڑ دیا اور عمداً امت کو باایں ہمہ شفقت و رافت اختلاف و تشاجر مین ڈال دیا اور یہہ کچھہ اسی پر منحصر نہین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام بنام نص فرمائی اور کہتے کہ میری بعد فلان اور اوسکے بعد فلان خلیفہ و امام ہی بلکہ بارگاہ خداوند تعالے سے اس مہم کا متکفل ہوا اور تمکین دین کا وعدہ فرمایا اور حضرت رسالت پناہ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہوگی وہ حق ہوگی اور منہاج نبوت پر ہوگی تو آپ کو کچھہ حاجت نہی کہ آپ خلافت پر تنصیص خاص فرماوین لیکن آپنے خلفا را اور انکی اوصاف اور مدت خلافت کو صراحۃً اور اشارۃً بیان فرمادیا اور سب سے آخر مین بطور تمہید و تنبیہ یہہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی وعدہ صادقہ خداوندی نے جلوہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بروی کار آئی اور تمکین دین مرضیہ حاصل ہوئی تو اب اس سے جسکو ذرا سی بھی عقل ہی معلوم کرسکتا ہی کہ نص نہونے کی صورت مین کس امر کا احتمال باقی رہا اور کونسا تخالف و تشاجر ہی کہ جسمین امت کو ڈال دیا تھا وہ تشاجر کے اندیشہ کو تو خود خداوند تعالے کے بیخ وعدہ صادقہ نے بیخ دین سے اوکھاڑ دیا تھا بلکہ اگر بقول شیعہ رسول اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی تو باوجود اوس شفقت و عطوفت و رافت و رحمت کے جو امت مرحومہ کی حالت پر مبذول تھی تمام امت کو جسکو سالہا سال کے محنت و مشقت مین صدہا طرح کی اوٹھین اوٹھا کر مسلمان کیا تھا اس نص کے بدولت ورطۂ ضلالت مین اوندھا ڈال دیا اگر یہہ نص نہوتی تو کیون لاکھون آدمی کفر مین مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا اعتراف کافی نہ تھا۔ غرض جسقدر مفاسد کو یہہ نص متضمن ہی ترک نص ہرگز نہین باایں ہمہ نص یہی ہی یوم غدیر خم فرمائی یا کوئی اور اسکا نص نہونا تو ظاہر ہی اور اگر کوئی اور ہو تو لا ہی پیش کیجیی علاوہ ازین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باایں ہمہ رافت و رحمت نص فرمائی بھی سہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالے نے انکو تمکین ندی اور اپنی واجب کو

واقع نہین ہوسکتا اگر آپ مدعی ہین تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجئے
وہمیات سے موقع استدلال مین کام نہین چلتا - اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود ہت کہ ان
خلافتو نمین اختلاف واقع ہوتا تو جن مہمات دینی و دنیوی کو یہہ خلافتین متضمن تہی مثل
فتح روم وفارس وغیرہ ممالک اور شیوع اسلام کے وہ سب درہم و برہم ہوجاتے چونکہ یہہ خصہ
خاص خلفائے ثلثہ ہی کا ہی اسلیے وہ اس بیان کے لیے مخصوص ہین تو اونہین کا ذکر کیا گیا
علاوہ ازین ہم آپکی روایات مین بہت جگہ دیکھتے ہین کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے
اور باقی ائمہ کا نہین ہوتا تو کیا اس سے استدلال ہوسکتا ہی کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے بغض تہا
قرآن شریف میں حق تعالے شانہ نے بعض مواضع مین بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ذکر نہین فرمایا اسیطرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہی
منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك[1] حالانکہ وہ بہی انبیاء تہی اور نیز کفار کا
ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجہیگی - یہہ حضرت ہی کی مناظرہ دانی ہی کہ ترک ذکر کو
دلیل بغض کے قرار دیتے ہین اور بلا دلیل خلاف ولاء و تمسک کہتے ہین -

قولہ اور نیز امامت کا
اہم المہمات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جسکا شاید آپکو انکار ہی -

اقول
جبکہ آپ میری انکار مین شک و متردد ہین تو کچہہ ضرورت نہین تہی کہ اسکا جواب لکہا جاوی
لیکن چونکہ یہہ شک نہین محض تجاہل ہی اسلیے ہم آپکو آپکی غلطی پر متنبہ کرتے ہین واضح ہو کہ
ہماری اور آپکی مسئلہ امامت مین یہہ اختلاف ہی کہ آپ اوسکو اصول دین مین سے مثل توحید
ونبوت کی سمجہتے ہین اور ہم فروع دین مین سمجہتے ہین اگر اسکی اہم المہمات ہونی کا انکار ہی
تو باین اعتبار ہی کہ یہہ مسئلہ اصول مین سے نہین ہی اور اس عبارت سے اوسکا ہرگز اصول دین مین سے
ہونا ثابت نہین ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول مین سے ہونا
ثابت فرماتے تو بجائی خود ہتا ورنہ صرف یہہ فرمانا کہ اس عبارت سے امامت کا اہم المہمات ہونا

[1] بعض انبیاء تو وہ ہین جنکا ہمنے قصہ بیان کر دیا ہی اور بعض وہ ہین جنکا قصہ نہین بیان کیا - ۱۲

ثابت ہی اس پر مبنی ہی کہ آپ نے محل نزاع سی تجاہل فرمایا ہی **قولہ** اور سنی اسی فصل و
مقصد مقدمہ مین بصفحہ ۲۷۲ یہہ عبارت مرقوم ہی دلیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل الصحابہ را
از اصول خواندہ باشد و فن معرفت الصحابہ را تتبع نمودہ باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم در حق ہر یکی از اصحاب خود کلمۂ ستود و بر خاست بآن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمر او تواند بود بر زبان
شریف جاری شدہ و این قصص بیرون از شمار است ہرگاہ برای ہر کسی کلمہ دران باب ساختہ است
بر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وزیر و مشیر او بودند و بعد
وی صلی اللہ علیہ وسلم تحمل اعباء خلافت نمودند چرا نفس را نفی نفرمودہ باشد و خلافت
ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است کہ
من سن سنۃ حسنۃ فی الاسلام کان لہ اجرہا واجر من عمل بہا این بزرگواران را
مثل اجور جمیع مجاہدین و جمیع آنانکہ بسعی ایشان مہتدی شدہ اند حاصل است و اگر شر است
بدترین شرہا است زیرا کہ دین محمدی را برہم زدند و امام معصوم را ترسانیدند بہر تقدیر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم امور جزئیہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآن متصف
شدند بیان فرماید چرا امر عظیم را کہ الی الخیر و اما الی الشر بیان نفرماید اگر خیر است لطف
خدای تعالی و رأفت حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا مینماید کہ بران
جزئیات مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بآن اہتمام نمایند و اگر شر است لطف الہی
و رأفت حضرت رسالت پناہی تقاضا میفرماید کہ بر شریت آن مطلع سازند تا مردم آنرا
شر دانند و حجۃ اللہ بر ایشان قائم شود و اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است
و نوعی از تعیین خلفاست کہ فلان فلان بخلافت حقیق نیستند و حقیق غیر ایشان است بالجملہ
استقرار سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در تکلم بر احوال صحابہ دلالت ظاہرہ دارد کہ خلفا را
بیان فرمودہ است و تعیین خلفا بوجہ اتم کردہ است انتہی بقدر الحاجۃ یہہ تقریر جو خلفائے

وجوب نص کے بارہ مین حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہی نہایت ہی متین ولطیف ہی اور تحقیق
وتدقیق کی داد دی ہی خلفاء پر وجوب نص کو خوب ظاہر کرتے ہی چونکہ ہمارا مطلب اسجگہ صرف
اسقدر ہی کہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا واجب ہی اور یہہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے بخوبی
واضح ہی لہذا اس بابمین کلام کہ شارع علیہ السلام نے خلفاء ثلثہ کی صحت خلافت مین تصریح
فرمائی یا بطلان خلافت مین اور وارد کی اونکی صحت خلافت کین فضول معلوم ہوتی ہی **اقول**
یہہ دلیل بہی جو ہماری مجیب نے ازالۃ الخفا سے نقل کی ہی اونکی مدعا سے غیر مربوط ہی یہان بہی آپکو
مدعا یاد نرہا حضرت آپکا مدعا اشتراط نص کا اثبات تہا پہر براہ خدا ذرا تو دیکہیے کہ اوس
عبارت مین اشتراط کس جگہ سے مفہوم ہوتا ہی الضاعت کی آنکہون پر ایسی پٹی تو نہ باندہی
اول تو اس عبارت سے وجوب نص ہی ثابت نہین کیونکہ نص متنازعہ فیہ کی اثبات کو
یہہ عبارت متضمن نہین ہی اور جس نص کو یہہ عبارت متضمن ہی جسکو ہماری مجیب نے اپنا
مستدل قرار دیا ہی وہ متنازعہ فیہ نہین ہی اور اگر یہہ ہی قیاس وجوب نص متنازعہ فیہ مین جاری
کرین اور یہہ مقصود ہو کہ اسی دلیل سے وجوب نص متنازعہ فیہ بہی ثابت ہی تو غیر مسلم ہی
بلکہ ہم کہتی ہین کہ وجوب نص متنازعہ فیہ کو یہہ ہی دلیل مانع ہی کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ
وعلیہ وسلم نے بیان وقایع داد صفات صحابہ سب کچہہ بیان فرمایا اور ہر ایک شی کی اسکی
تعیین سے خبر فرمادی تو اب نص متنازعہ فیہ کے کچہہ حاجت نرہی - اور نیز یہہ بہی یاد رکہیگا
کہ آپکے نزدیک وجوب نص مین وجوب علی اللہ ہی جسکی اہلسنت سخت منکر ومخالف ہین پہر اس دلیل سے
اسکا اثبات بہی ملحوظ کہیے معہذا اگر وجوب نص بفرض محال ثابت بہی ہو تو اشتراط
کی ثبوت کو یہہ مستلزم نہین پس ثبوت اشتراط مین اسکو پیش کرنا قلت تدبر پر مبنی ہی - قطع نظر
اس سے یہہ دلیل انشائیہ ہی جو اثبات اصول مین کارآمد نہین ہوسکتی - لیکن جس مدعا کی اثبات کے
لیے حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سو اول تو وہ اصول مین نہین پہر جسقدر دلائل آپنے اسی مطالب
ذکر فرمائی ہین وہ سب بطور مویدات کی اوس دلیل کے ذیل مین واقع ہین جو قطعی طور پر نص

قرآنی سے مدعا کو ثابت کرتے ہے لیکن وہ مدعا آپکی مدعا سے بمراحل بعید ہی - فی الواقع یہہ تقریر
بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت متین ولطیف ہین اور تحقیق حق کے
وادوی ہی - ع - والفضل ماشہدت بہ الاعداء + لیکن آپکو کچھہ مفید نہین چنانچہ
گذارش ہوچکا **قولہ** تاہم اسقدر لکھنے سے باز نہین رہ سکتے کہ ایسی دلیل سے خلافت
خلفاء ثلثہ کی صحیح معلوم نہین ہوتی کیونکہ انکا غیر منصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہی کہ
آپکی خاتم المحدثین نے تحفہ مین اسکا اقرار کرلیا ہی چنانچہ باب ہفتم تحفہ مین وہ یہہ تحریر فرماتی
ہین زیرا کہ خلفاء ثلثہ نزد اہلسنت نہ معصوم اند و نہ منصوص علیہ ودر افضلیت ہم گنجائش بحث بسیار است
پس جبکہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت
ہوا اور یہہ خلفاء اہلسنت کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ نہین تو انکی خلافت
صحیح نہی **اقول** ای حضرات اہل انصاف ذرا ہمارے مدعی انصاف مجیب کے اس
دلیل کو جو ابطال خلافت خلفاء ثلثہ رض پر قائم فرمائی ہی ملاحظہ کیجیے اور اس سے آپکی غور فہم
غزارت علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمائیے اور دیکھیے حضرت کو کیسی پوچ وپچ
شبہات سد راہ حق ہورہی ہین باایں ہمہ دعوی یہہ ہی کہ ہمنے حق الیقین کا رتبہ تحقیق مسائل
مین حاصل کرلیا ہی اس دعوی کو دیکھیے اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائیے زمین و آسمان کا فرق سے
زیادہ فرق پائیگا اگرچہ اس لغو دلیل کے ابطال کے اوراق مین تضییع اوقات کے چندان ضرورت
نہ تھی لیکن چونکہ ہمارے مجیب لبیب نے بڑے ناز وافتخار سے بیان فرمائی ہی اسلیے مناسب معلوم ہوا
کہ مختصراً اسکی بطلان پر متنبہ کیا جاوے - پس واضح ہو کہ اول تو آپنے یہہ غلطی کہائی کہ آپنے جو
وجوب نصب ازالۃ الخفا سے مستنبط کیا ہی اسکو شرط اور موقوف علیہ صحت خلافت سمجھہ لیا
حالانکہ اگر بالفرض وجوب تسلیم بہی کرلیا جاوے تو مستلزم اشتراط نہین دوسری بڑی خطا یہہ ہوئی
کہ جو وجوب نصب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی عبارت سے سمجہا تہا صاحب تحفہ رح کی
[illegible] عدم منصوصیت خلفاء کو اوسی نص پر محمول فرمایا جسکا وجوب عبارت ازالۃ الخفا سے سمجہا تہا

حالانکہ یہہ ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے ادنی طلبہ بھی شرماوین جس شخص کو عبارت فارسی کے سمجھنے کا تہوڑا سا بھی سلیقہ ہو وہ بخوبی سمجھہ سکتا ہے کہ صاحب ازالۃ الخفا نے نص سے کونسی نص مراد رکھی ہے۔ یہہ ہی متنازعہ فیہ ہے یا کوئی اور ظاہر ہے کہ یہہ نص متنازعہ فیہ تو مراد نہین ہے کیونکہ وہ عبارت جو ہم اوپر بیان کرائی ہین بدلالت مطابقی اسپر دال ہے وہ فرماتی وآن نکتہ آنست کہ مراد ما از تعیین خلیفہ کہ بوجوب آن لزوم آن لب میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرمایند و بہ بیعت آن خلیفہ امر نمایند بافعلی از افعال مفہمہ استخلاف درین حالت بعمل آرد۔ چنانچہ الحال بر تخت نشاندن و چتر بر سر نہادن مفہم استخلاف میباشد اور بخوبی سمجھہ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوصیت سے کونسی عدم منصوصیت مراد رکھی ہے ظاہر ہے کہ وہ ہی عدم منصوصیت مراد رکھی ہے جو متنازعہ فیہ بین الفریقین ہے اور وہ منصوصیت جسکا وجوب صاحب ازالۃ الخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اوسکا ہرگز انکار نہین جسکا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اوس سے بالکل جدا ہے پس یہہ ہماری مجیب کے فارسی دانی اور خوش فہمی ہے کہ دونو کو ایک سمجھہ گئے۔ پہر ان باتو نپر کیا کچھہ دعوی انصاف ہے ہان اگر آپ انصاف سے اپنی یہان کی روایات وعبارات کو ملاحظہ فرمادین تو معلوم کرلین کہ اونسے عدم اشتراط نص ثابت ہوتا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہین صرف نہج البلاغہ کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) المیثاق[^1] ما لزمہ من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعہا ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفۃ بعدہ۔ اس عبارت کو بغور دیکھیے اور فرمائیے کہ خلافت صدیقی آپکی نزدیک بہر حال غیر منصوصہ ہے تو پہر خلافت غیر منصوصہ کا میثاق لازم کیونکر ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اشتراط نص باطل بلکہ یہہ ہی دلیل بطلان اشتراط عصمت وافضلیت کو بھی مثبت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل روز روشن ثابت ہے (۲)

[^1]: میثاق وہ ہے جو کہ آپ پر بیعت ابی بکر اوسکی واقع کرنیکی بعد لازم ہوگئی یعنی ناگاہ قوم کا عہد مجہپر لازم ہوگیا پہر اوس سے چہپی مخالفت مجسے نہو سکی ۱۲۔

اوس خطبہ مین جسکی ابتدا یہہ ہی ومن خطبة لہ[۱] لما خصمہم روایت نقل فرماتے ہین الائمة من قریش جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش مین شائع فرما دیا تو بعد اوسکی دعوی تخصیص بعض ائمہ اثنا عشر مین محض تراشی ہوئی بات معلوم ہوتی ہی اور فی الحقیقت وہ نص جسکی ثبوت کا دعوی فرماتی ہین اوسکی مخالف ہی شارح ابن میثم کے جواب کو بھی جو اسجگہ افادہ فرمایا ہی ملاحظ فرمائیگا۔ (۳) وہ خطبہ جسکی ابتدا یہہ ہی ومن کلام لہ الی معویة اما بعد فقد اتتنی منک موعظة اوسکی شرح مین علامہ ابن میثم نے جو خط جناب امیر کا نقل کیا ہی وکنت امرأ[۲] من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی الضلال ویضربہم بعمی اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ جب مہاجرین کا اجماع خطا پر نہین ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۴) اسی خطبہ مین اسکی بعد ہی مذکور ہی واما[۳] تمیزت بین اہل الشام واہل البصرة وبینک وبین طلحة والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلک الا واحد لانہا بیعة واحدة الخ قولہ لانہا الخ اس عبارت کو بنظر تامل دیکہہ جائیی معلوم ہوگا کہ کس صراحت سے اشتراط نص کو باطل کر رہی ہی اور اگر اطراف وجوانب کلام کو ملحوظ خاطر رکہیگا تو یہہ بہی معلوم ہو جاییگا کہ یہہ دلیل من باب مجارات الخصم نہین ہی (۵) یہہ امر مثل بدیہی اولی کے ہی کہ اگر معاذ اللہ خدا تعالی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اسطرح نص فرماتی جسمین کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہہ امر اصول دین سے تہا اور جب آمین نزاع ہونیوالا تہا تو ضرور تہا کہ اکثر مجالس نشست وبرخاست مین اسکی نسبت تصریح فرماتے بلکہ قرآن منزل مین بطور وحی متلو کے نازل ہوکر ورد زبان اوسکا ہوا جاتا غرض یہہ ہوتا کہ

---

[۱] امام قریش ہی مین سے ہین ۱۲ [۲] مین بہی ایک شخص مہاجرین سے ہون وارد ہوا مین جسطرح وہ وارد ہوئے اور لوٹا جسطرح وہ لوٹے اور اللہ انکو گمراہی پر اکہٹا نکریگا - اور انکو حق سے اندہا نہ بنائیگا ۱۲ [۳] لیکن تونی جو کچہہ اہل شام اور اہل بصرہ مین اور اپنی مین اور طلحہ وزبیر مین فرق بیان کیا پس اپنی حیات کی قسم صرف یہہ ایک ہی امر ہی کیونکہ ایک ہی بیعت ہی ۱۲

اور اوسمین ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تاکہ پہر کسیکو اوسمین مجال تردد و انکار باقی نرہتی - اور اگر بالفرض تفصیل مستفیض کے صورت مین اور لوگ اسمین مخالف ہوتی تو شیعہ خصوص امامیہ کی تو باہم کچھہ اختلاف واقع ہوتا لیکن جب انکی بہی باہم تکاذب و تجاحد پایا جاتا ہی - تو اس سی صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ یہہ محض بنائی ہوئی باتین ہین نص تعیین کسیکی واسطی نہین ہوئی پس نص یہہ ہی کہ جو نہج البلاغہ مین با این الفاظ مروی ہے الائمۃ من قریش اور نص وہ ہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویۂ اہل سنت سے ثابت ہی (۶) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجر اسود کا حکم بنانا صاف دلیل ہی کہ امامت منصوصہ نہین ورنہ کیا محمد بن حنفیہ پر بہی مخفی ہوتا جو جناب امیر کا اصل بازو کی ہتہا اور اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تہا تو نہایت مستبعد ہی کہ نص خداوندی و رسالت پناہی مین تو چون چرا فرمائی اور حجر اسود کی فیصلہ کو منظور کر لیا حجر اسود کی فیصلہ کے نسبت اتنا اور بہی یاد رکہیگا کہ اسمین بہی باہم اختلاف ہی بعض کہتی ہین کہ حجر اسود نے امام سجاد کی امامت کی تصدیق کے اور بعض کہتی ہین کہ امامت محمد بن حنفیہ کے شہادت دی علاوہ انکی اور بہت دلائل ہین جو عجلت وقت اونکی نقل کے فرصت نہین دیتا اسلیے اسی پر اکتفا کرتا ہون - **قولہ** نص کے بارہ مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل یعنی اسی مقصد و فصل و مقدمہ مین صفحہ ۲۷۲ مین تحریر فرمائی ہین دلیل ثالث ہر کہ فن مغازی را تتبع نمودہ باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر گاہ برائی غزوہ از مدینہ شریفہ سفر میفرمودند شخصی را حاکم مدینہ میفرمودند امر مسلمین اگاہی مہمل نگذاشتہ اند پس چون کوس رحلت از دنیا نواختند و غیبت کبری پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چرا مراعات نفرمایند اگر تامل کنی در رفت تامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدہ روند گذاشتن امت بغیر نسق محال میدانی و اگر اصلاح عالم کہ سبب بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است پیش نظر داری متنازع گذاشتن بنی آدم بعد سعی بلیغ در تربیت و اصلاح آنہا نہا فت و تناقض انگاری و اگر بہ سیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام وقضات وتفویض ہر امری بمستحق آن نظر بر گماری نعیر
استخلاف پدر ودو کردن دنیا مستنکر ہست بعد شماری استقراء اکثر افراد واحوال وحکم کردن
بموجب آن در افراد واحوال باقیہ یکی از ادلہ خطابیہ ہست کہ در معرفت احکام بآن اکتفا میتوان
کرد وقصص نصب نواب بعد بر آمدن در غزوات از آن واضح تر ہست کہ بنقل شمہ از آن
احتیاج افتد انتہی یہہ دلیل بہی نہایت متین ولطیف ہی اگر اہل حق بمقابلہ اہلسنت
یہہ دلیل بیان کرتے تو حضرات سنیہ کیا کیا کچہہ نہ کہتے اور حماقت وعقل کے سخافت سی منسوب
کرتے عقل ونقل کے خلاف فرماتے مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہہ دلیل بیان فرمائی ہی اب
مجال نہین کہ اس کے جرح وقدح مین چون بہی کر سکین ۔ **اقول** اس ضعیف اور واہی
استدلال پر ہماری عجیب لبیب کا یہہ نازو افتخار وجوش وخروش قابل تماشا ہی اسی حضرت
میر صاحب جناب کو اسکی بہی کچہہ خبر نہ کہ وہ مدعا جسپر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہی کچہہ اور ہی اور وہ مدعا جسپر آپ اس دلیل کو کہینچا تانی
کرکے گہسیٹتے مین کچہہ اور ہی اور ہر دو دعووں کی تغائر وتباین ہی گستاخی معاف پہر اگر
اہل سنت حماقت وسخافت عقل کے طرف آپکو منسوب نکرین اور تحمیق وتجہیل نکرین تو اور کیا
کرین کیونکہ حماقت کی کام پر کچہہ تحمیق بیجا نہین ہی ۔ اور تغائر حضرت شاہ صاحب کے دعوی کا
آپکی دعوی سے ایسا بدیہی ہی کہ محتاج بیان نہین اور ما قبل مین ہم کسیقدر بیان بہی کر آئی
ہین اب بہی اگر شک ہی تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجیگا عبارت ازالۃ الخفا
کی پڑہکر انشاء اللہ تعالی آپکو بتلا دیگا ۔ اور اس دلیل کا آپکی مدعا مین جاری ہونا یہہ بہی ایسا ہی
بدیہی ہے چنانچہ اسکو کسیقدر آپ بہی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت مین بزعم خود اس اعتراض
کی رفع کرنے مین تمام علم اصول ومعقول کو خرچ کر ڈالا ۔ چنانچہ اوسکی کیفیت ہم اوسی
قول کے شرح مین آپ پر اور ناظرین پر واضح کرینگی چونکہ یہہ دلیل متین اور لطیف حسب
اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری مفید ومثبت ہی

اور کچھہ گنجایش چون وچرا کی نہین اسلیے نہ ہم کو کچھہ تامل ہے نہ آپ ہی کچھہ چون کر سکتے ہین لیکن
آپ کی مدعا کو جو شاہ صاحب کی مدعا کی مباین ہے ہرگز مثبت نہین اسلیے بحول اللہ و قوتہ اوسکی
سنت بہت کچھہ تغلیط کر سکتے ہین اور سب کچھہ کہہ سکتے ہین لیکن جناب کا یہہ خیال کہ یہہ
دلیل چونکہ شاہ صاحب نے بیان فرمائی اسلیے ہم اسمین چون وچرا نہین کر سکتے محض غلط ہے منشائ
اوسکا یہہ ہے کہ اہل سنت کی کتابونکو بغور ملاحظہ نہین فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی تقویت
اور ضعیف کے تضعیف و تزئیف کرتے رہتے ہین اگر آپ ازالۃ الخفا کو ہی دیکھین گے تو اس دعوی کا
ثبوت پاینگے۔ **قولہ** اگرچہ شاہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل مین استقرا کیطرف راجع ہے
لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہے کہ یہہ دلیل قیاس بالا ولویت پر بالاتفاق معتبر ہے
اور عقل ہے اوسکی اعتبار پر صراحۃً دلالت کرتے ہے راجع ہے۔ **اقول** یہہ ہی قول ہے کہ جسمین
ہماری مجیب لبیب نے اپنا علم اصول خرچ فرمایا اور چند اصطلاحات بطور فعو خل مقدد ذکر فرمائین۔
لیکن بمثل مشہور ہنوز دہلی دور است مطلب کو پہونچنا تو درکنار ایسی غلطیون مین غلطان و پیچان ہوئی
کہ جو حضرت کے دعوی فضل و کمال علم و اجتہاد کی نقیص ہے وہ فضیح دلائل ہین پس واضح ہو کہ ہمارے
فاضل مجیب نے اس دلیل کو قیاس بالا ولویت قرار دیا اور یہہ فاحش خطا ہے کیونکہ قیاس بالاولویت اگر
تسلیم کرلین کہ قیاس ہے اسجگہ ہرگز جاری نہین ہو سکتا اسکی مثال ولا تقل لہما اف سے اثبات
حرمت ضرب و شتم ہے جو بالاولی حرمت تافیف سے مفہوم ہوتے ہے اسجگہ اصل مین حرمت کا
حکم منصوص ہے کہ حق تعالے شانہ نے بنص متلو حرمت تافیف بیان فرمائی تو چونکہ اصل مین
یہہ حکم قطعی تہا اور فرع مین بالاولویت ثابت ہوا تو قطعی ہوا بخلاف ما نحن فیہ کی کہ اسمین
نہ اصل ہے نہ فرع فرع نہ اصل مین حکم وجوب بنص قطعی ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہی ثابت
نہین پس جسکو فرع قرار دے رکھا ہے اوسمین کیونکر وہ حکم بطور وجوب قطعی کی ثابت ہوگا
تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات وغیرہ
مین پائی جاتے تہی۔ اس امر پر دال ہین کہ آپ نے جب کبہی سفر فرمایا تو کسیکو مدینہ پر خلیفہ و حاکم

مقرر فرمایا اب اسکو بنظر غور ملاحظہ فرمائیے کہ آپکی قیاس بالاولویت کی اگر اصل ہے تو یہہ ہی سفر
غزوات وغیرہ ہے پس اسکی اصالت کو دیکھیے اور یہہ دیکھیے کہ اسمین حکم کونسا ہے اور وجوب اسکا
کس دلیل سے ثابت ہی اور علت اوس حکم کی کیا ہی اور جبکہ اصل کی یہہ کیفیت ہے تو فرع
کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالاولویت کہنا صریح غلطی ہے۔ علاوہ ازین لفظ لیکن
کو ساتہہ جملہ سابقہ کا استدراک فرمایا جسکا حاصل یہہ تہا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام
استقرار کی طرف راجع ہے اگر اس استدراک سے یہہ غرض ہے کہ ہرگاہ شروع کلام اس دلیل
کی قیاس بالاولوبت ہونی پر دلالت کرتی ہے تو راجع الی الاستقرار ہونی کا اعتبار نہ ہا
تو یہہ صریح غلط ہے کیونکہ آخر کلام اول کلام کے لیے مغیر ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالاولویت
ہونا باطل ہو نہ رجوع الی الاستقرار۔ معہذا جبکہ دارمدار تتبع و استقرار احوال پر ہی ہے تو
اوسکو کوئی کیونکر رفع کرسکتا ہے اور اگر غرض یہہ ہے کہ قیاس بالاولویت جو شروع کلام سے
مفہوم ہوتا ہے وہ اس دلیل مین بجائی خود معتبر ہے اور رجوع الی الاستقرار جو پچہلی کلام سے
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مصادم نہین تو
اوس سے بہی زیادہ بدیہی غلطی ہے کیونکہ یہہ ایک دلیل ہے جو اعتبار قیاس بالاولویت
اس دلیل کے قطعی ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرار اسکی ظنیۃ کو مقتضی ہے
تو ایک ہی دلیل قطعی بہی ہوئی اور ظنی بہی۔ معہذا اتنا تو آپ بہی جانتے ہونگی کہ قطعی
اور غیر قطعی سے مرکب قطعی نہین ہوسکتا پہر معلوم نہین کہ اس استدراک نے آپکو کیا
فایدہ دیا اور بفرض محال اگر قیاس بالاولویت ثابت بہی ہو تو آپکو کیا مفید ہے اسکی بعد
اسقدر اور گذارش ہے کہ یہہ بہی واضح رای عالی ہے کہ قیاس بالاولویت کو قیاس کہنا
صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی ورنہ آپکی یہان محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے
انکار کیا ہے معالم الاصول بحث قیاس مین مذکور ہے۔ ذهب العلامة فی التهذیب وکثیر من العامة

ف علامہ طوسی تہذیب مین اور بہت لوگ عامہ مین سے اسطرف گئی ہین ۱۲

الی ان تعدیۃ الحکم فی تحریم التافیف الی انواع الاذی الزائدۃ عنہ من باب القیاس وسمی بالقیاس الجلی[۱] وانکر ذلک المحقق وجمع من الناس۔ اور جو لوگ کہ اسکو قیاس ہونے کے منکر ہین وہ اسکو مفہوم الموافقہ اور فحوی الخطاب وغیرہ اسماء سے مسمی کرتے ہین اس سے یہہ بہی معلوم ہو سکتا ہی کہ یہہ بجز نصوص کے دوسری جگہ جاری نہین ہو سکتا پہر معلوم نہین ہمارے فاضل مجیب باایہمہ علم وفضل ایسی کیون بہکے کہ اپنی اصول و فروع کی بہی خبر نہ رہی۔ ہم نے مانا کہ حضرت کا قیاس بالاولویت عقلاً معتبر ہے لیکن کہان معتبر ہے جسجگہ جاری ہو اوسیجگہ معتبر ہی یا جسجگہ جاری نہو وہان بہی اسکو معتبر سمجہیگا اگر وہان بہی معتبر ہے تو بجز اسکی کہ اوسکی اعتبار کرنے والی صرف ہماری فاضل مجیب ہی کی عقل ہو اور کسی فرد بشر کی نہوگی۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** اور سینی پہر اسی صفحہ مین فرماتے ہین دلیل رابع اگر شریعتی را کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برای دفع مفاسد عالم واصلاح جہانیان بجا آورد بچشم عبرت تتبع کنی تنگ نداری در انکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن مقربات کہ افراد بنی آدم را از حضیض بہیمیت باوج ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد ازان ہرچہ حاجت بان است از آداب معیشت ومکاسب ومعاملات وتدبیر منازل وسیاست مدن ہمہ را مشروع ساختہ و ہر نابسنتی کہ در انجا بود ازان منع وزجر نمودہ وازان ہمہ گذشتہ تحسینات وسد ذرائع مفاسد ودواعی اثم را بوجہ اتم مبین گردانیدہ ہر چیزی بیان کردہ ارکان وشروط وآداب مفصل ساختہ مثل این حکیم دانا وشفیق مہربان عقل تجویز میکند کہ امت خود را در عین مہلکہ بسپارد وتدبیر خلاص ایشان نفرماید در غزوہ تبوک متوجہ شام شود واثارہ قوۃ غضبیہ رومیہ کند وایشان را تخویف نماید ونامہ بکسری نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن بدماغ او رسد ووی از کمال رعونت خود قاصدی پیش انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد وقصد اہانت کند ومتنبیان مانند مسیلمہ کذاب

[۱] کہ اوس حکم کا تعدیہ جو حرمت تافیف مین ہی انواع تکلیفات کیطرف جو تافیف سے زائد ہین باب قیاس سے ہی اور اوسکا قیاس جلی نام رکہا ہی اور محقق اور ایک جماعت نے اسکا انکار کیا ہی۔ ۱۲

واسود عنسی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی ترویج کفر افتادہ باشند
و سور قرآن مانند عصا فیر در دست مردم پراگندہ باشند بحکمۃ این حکیم دانا و رافت این مشفق
مهربان مناسبت دارد که تدبیر اصلاح عالم ناکردہ امت خود را زیر نسق خلیفہ سپردہ انعام
نگذرد - سوال اگر گوئی همه احکام در شرع مبین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس مجتہدین
حواله گذاشته اند نصب خلیفه هم از احکام غیر مبینه باش گو - جواب گویم چیزی که در زمان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع بود خبر آن بآن حضرت رسیده لابد اصلاح آن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرمودہ است اگر خیر است تقریر نمودہ و اگر شر است منع فرمودہ والا تقریر بر معصیت
لازم آید و آن محال است بتضادم عصمت و چیزیکه قریب الوجود و قریب الحصول بود آنرا بیان
فرمودہ آری آنچه بعید الوقوع است اثارت شبهات بآن نکرد و آن عین رحمت است حکماً حکیم
بقیاس مجتہدین حوالہ کردہ اند آن وقایع بعید الوقوع است نه قریب الوقوع و واقعه که تقریر
آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتادہ که هر عاقلی وقوع آنرا عنقریب بعد عذ میداندشتان
بین القبلتین باز بر قیاس مجتہدین آنرا حواله کرد که عقل به تحقیق آن مشتغل باشد نه آنچه بعید
محض باشد و تعیین خلیفہ که در زمان آینده تغییر و تبدیل نکنند و سعی او مفید مطالب
مقصودہ باشد امری موکول بترجمان لسان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی غور فرمایئے
که اس دلیل کا ہر حرف ہماری مدعا کو کیسا ثابت کرتا ہے اور وہ چاروں اصول انعقاد بیعت
خصوصاً اصل اول کہ حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کے شروع میں لکھے ہیں کیسے ہبا منثورا
ہوگئے بخوف طوالت زیادہ نہیں لکھہ سکتے **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے
ہمارے فاضل مجیب کے مدعا سے بمراحل بعید ہے کیونکہ اولاً یہہ دلیل بھی دلائل خطابیہ میں سے ہے
اور ظنی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہے ہرگز مثبت نہو گی - ثانیاً جو نص
کہ اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہے یا اوس نص پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے اور یا اوس نص پر حمل کیجیگا جو ہمارے فاضل مجیب کا مقصود بالاثبات ہے اگر نص جلی

احتمال وہی نص مراد ہو جسکی اثبات کی مجیب درپی ہین تاہم مانع کو گنجایش ہے کہ وہ اس استدلال کو منع کری اور وہ یہہ کہی کہ محتمل ہے کہ وہ نص مراد ہو کہ جو مدعا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قاعدہ ہی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو یہہ استدلال جب تک کہ رفع احتمال نکیا جاوی باطل ہوگا اور اس احتمال کا رفع ہونا محال ہے اور ظاہر ہی کہ اگر اس نص کو اوسپر محمول کیا جاوی جو شاہ صاحب رح کا مدعا ہے اور بروی عقل ونقل اوسی پر محمول ہے تو اس صورت مین اس دلیل سی ہماری مجیب کے مدعا کی ثبوت کی کوئی سبیل نہین - باقی رہا یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ اس دلیل سی چارون اصول انعقاد بیعت کے خصوصاً اصل اول ہبا منثورا ہوگئی سو یہہ ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی ہی منشا اوسکا یہہ ہے کہ اول نص سی وہ نص سمجھی جو اپنا مدعا تھا بعد اوسکی یہہ سمجھی کہ یہہ نص انعقاد کی لیئی کافی تھی حالانکہ یہہ ہر دو امر فاسد تھی نہ نص سی وہ نص مراد ہی جو مجیب نے سمجھہ رکھی ہی اور نہ یہہ نص انعقاد کے لیی کافی ہے کیونکہ یہہ نص محض کاشف وقایع امر مثبت استحقاق ہی پس بطلان اصول کا دعوی محض غلط فہمی سہی ناشی ہے اور بناء فاسد علی الفاسد -

قولہ پھر صفحہ ۲۷۴ مین فرماتے ہین دلیل خامس غلبہ بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ط وکما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر انہ بشر بفتح فارس والروم فی اول بعثتہ بمکۃ وفی اول قدومہ بالمدینۃ وعند وفاتہ واگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بآن فریضہ مختومۃ نکنند ادای واجب نکردہ باشند حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس وروم از آن قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میسر شود وتطبیق احادیث خلیفہ اثنی عشر خلیفہ کان کفایت نمیکند زیرا کہ برای امر قوت ہر نفسی ساعد ... مستحق با غیر مستحق مشتبہ است وقوعہ اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موفق باشد ... گردد از علوم امتیان بیرون است دمقدمۃ الواجب واجبۃ وفتنہ

ردت معلوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود کہ پیدا شدنی ہست بنزول یا ایہا الذین آمنوا
من یرتد منکم عن دینہ و اوائل این فتنہ در زمان شریف ظہور کرد کہ مسیلمہ کذاب و اسود عنسی
سر بر داشتند و بالقطع معلوم بود کہ آن متنبیان و مرتدان اگر دست یابند ملت اسلام را برہم
زنند و مسلمانان را استاصل سازند و دفع این فتنہ سوای نصب خلیفہ راشد ممکن نیست و نہ ہر خلیفہ
باشد بلکہ شخصی عزیز القدری کہ بتدبیر غیب برای این امر عظیم تعیین فرماید و دفع ضرر واجب است
و حقیقت حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم بغیر تقریب بخیر و تبعید از شر متحقق نمیشود و قال اللہ تعالی
اذ قالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ ۔ اگر درین آیت فہم خود را کار فرمائی
بدانی کہ مقاتلہ با کفار ابتداءً و دفعاً بغیر نصب خلیفہ امکان نیست و ہر خلیفہ تا آن قائم نمیتواند شد
بل واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقول عامہ خارج است پیغامبری باید کہ از ملقی غیب تعیین
آن نماید و فتنہ اختلاف ظاہر بینان در تعیین خلافت فرو نشاند و آتش شغب قدح کنندگان
بعض معائب عرفیہ و مثالب رسمیہ بآب زلال معارف حقہ اطفا نماید و اگر تاریخ ملوک را بخوانی
البتہ بدانی کہ در مثل این حالات مضطر شدہ اند بنصب پادشاہی عزیز الوجود و در تعیین آن پادشاہ
گاہی بدلیل نجوم متمسک میشدند و گاہی بر رؤیا و استخارہ و گاہی بفراست حکیمی کہ بر کہانت او اعتماد
داشتہ باشند و جزئیات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر یاد نداری نگر قصہ رای زدن
زال و دستان بعد قتل نوذر و گفتن او ۔ بیت ۔ نزیبد بجز پہلوی تاج و تخت * بجا بدیکر
شاہ فرخندہ بخت * کہ باشد برو فرہ ایزدی * بتابد ز گفتار او بخردی * و در آخر کار
برزد و طہماسپ اتفاق نمودن و قصہ ضعف سلطنت کاوس در وقت پیری او و خواب دیدن گودرز
کہ اصلاح سلطنت فارس بخلافت کیخسرو خواہد بود و گیو را فرستادن برای آوردن کیخسرو از
اقصای توران امین نیز کفایت میکند ۔ انتہی ۔ اقول ۔ اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان فصیح
کلموں اور ان عمدہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے مگر الحمد للہ کہ یہ ہی
تقریریں ہمارا مدعا ثابت اور آپکا مطلب باطل کرتے ہیں کیونکہ جب ان دلیلوں سے خلیفہ پیدا

نص کا وجوب ثابت ہوگیا تو ہمارا مطلب بکمال وضوح حاصل اور اس باب مین آپکی تمام شبہی دفع
و باطل ہوگئیں۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل گذشتہ کے ہرگز آپکی مثبت مدعا نہین ہے۔
اور اگرچہ آپ اس دلیل کے تعریف فرماتی ہین اور اوسکو تسلیم کرتے ہین اور اپنا مثبت مرام
اعتقاد کرتے ہین لیکن فی الحقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائینگی تو آپکو واضح معلوم
ہوجائیگا کہ یہہ دلیل آپکی خرمن مطالب کے لیے صاعقہ آتش بار ہے کہ جسنے اصول مطالب کا
بیخ و بن سے استیصال کردیا قطع نظر مفاسد استدلالات سابقہ کی جو یہان بھی لازم آتی
ہین اس اجمال کی شرح ذرا گوش انصاف و ہوش سے سنیے واضح ہو کہ مختصراً خلاصہ مطالب
دلیل یہہ ہے کہ خداوند تعالے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا
جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ ارشاد ہوا اور نیز وعدہ تھا
کہ دین اسلام کو تمکین کامل دینگے اور خوف کو زائل کردینگے اور اوسکی جگہ امن تام عطا فرمائینگے پس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کیطرف رحلت فرمائی اور یہہ امور حجاب قوۃ سے
منصہ فعلیۃ پر جلوہ گر نہوئی کیونکہ خود دو سلطنتین عظیمہ پہلو بہ پہلو تھی وہ اسوقت تک
اس قوت و شوکت پر تھی کہ جنکو ہر طرح غلبہ تھا اور اونسے امون ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم
نہین کرسکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کی ضرورت ہوئی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اوسکا
فعل بمنزلہ فعل رسول ہو اور مراد خداوند تعالے کی ظہور کا جارحہ بنے ہر دو سلطنتین پائمال
ہون مرتدین نے جو اسوقت سر اوٹھایا تھا اونکی سرکوبی فرمادی اور نائرہ فتن معاندین کو اب
تدابیر حسنہ سے فرو کردے اور جسقدر امور داخلی و خارجی مین تشتت ہو اوسکو منتظم فرماوے
اور ایسی شخص کا دریافت ہونا عقول عامہ سے خارج ہے تو ایسی ضرور ہے کہ ایسی عزیز الوجود کو
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرماکر متعین فرماوے کہ جسکے ہاتھ پر یہہ مہمات
سرانجام ہون اب ہم اسکے بعد اس دلیل کے مطالب کو آگے ائمہ کی حالات سے مطابقت کرکے
دیکھتے ہین تو مثل روز روشن صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اون حضرات کے

ہاتھوں نہ روم فتح ہوا نہ فارس فتح ہوا نہ مرتدین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غالب و شائع ہوا
نہ دین کی تمکین ہوئی نہ خوف زائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ خائف
ومختفی وغیر مامون رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار ومنافقین کی خوف سے ہمیشہ جھوٹ
بولتی رہی اور غلط مسائل امت کو بتلاتی رہی ثقل اعظم آجتک تیرہ سو برس گذر گئی وہی
محرف اور غلط امت میں مروج رہا کبھی اوسکو نہ سبنھالا ثقل اصغر کے ساتھہ کیا کچھہ سلوک
ہوئی اور کچھہ اوسکا چارہ نہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کرکے ایک ایسی
غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھہ دین و اسلام میں فتن پھیلی کہ جنکی نظیر شاید عالم
میں نہو پھر کیا ایسی ہی اشخاص عنب سے انصرام مہمات کے لیے متعین ہوتی ہیں اور ایسی ہے
حضرات معاذ اللہ بقول آپکی جو انحطاط دولت دین کے چارہ ہوئی سبب غلبہ دین کے
ہو سکتی ہیں سبحانک ہذا بہتان عظیم ہم کہانتک عرض کریں ورنہ اگرکس است یک حرف
بس است پس اگر بفرض محال اس دلیل سے وجوب نص مدعا بہا ثابت ہو جاوی تو اوسکا
مصداق کونسی ائمہ کو قرار دیجیگا - اور ثبوت اشتراط نص محال ہے وجوہات گذشتہ سے
یہہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں - **قولہ** اگرچہ اسیقدر طول ہو گیا
مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لیجیے پھر فضلیت کے دلائل گوش توجہ سے اصغا فرماتے
انصاف کرنا آپکا کام ہے عبارت مسطورہ کی مختصر تفصیل ہے فرماتی ہیں واینجا دقیقہ ایست
اگر فہم کنی اکثر معضلات آسان شود وسنتہ اللہ جاری است بر آن کہ چون اکثر خلق
بشدتی درمانند مدبر السموات والارض الہامی یا تقریبی می فرستد تا اصلاح عالم بآن تدبیر
ورفع شدت صورت گیرد بعث رسل ونصب مجدد دین بر سر مایۃ وچیزہای بسیار متفرع
بر ہمین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق
تقاضا کردہ است کما جاء فی الحدیث القدسی ان اللہ مقت عربہم وعجمہم الا بقایا من اھل الکتاب.
وانی ارسلتک لابتلیک وابتلی بک الحدیث

ہمان سر چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنی بعالم اعلی انتقال فرمود ہنوز ظہور دین
حق چنانکہ می بایست نشدہ و اسباب اختلال دین حق بہم رسیدہ بار دیگر بر قع از روی خود
کشاد و تعیین خلیفہ ثم خلیفہ شود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعود او منجز گشت و چنانکہ معرفت
شخصی کہ متحمل اعبار نبوت بیشود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند لولا نزل
هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ہمچنان معرفت شخصی کہ اعبار خلافت حمل نماید و آن مراد
حق بکمال رساند مقدور بشر نیست اینہمہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار ہا میکند و لابد است
کہ پیغامبر آن شخص معین ارشاد فرماید انتہی بقدر الحاجۃ۔ یہہ کلام بلاغت نظام اہل حق کے
مطلب کو نہایت ہی صراحت سے ثابت کرتے ہیں اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پوہنچاتی
ہے کیونکہ اس سے بذریعہ وحی یزدانی وارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا ہر ادنی
واعلی پر بالوجوب ثابت ہے اور یہہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدور نہیں کہ متحمل
اعبار خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے **اقول** اس کلام بلاغت نظام کی
نسبت جسقدر تعریف و توصیف شرح و ثنا فرمائی بجا و درست ہے وہ اسی کے قابل ہے لیکن مین
اس تعریف کے نسبت [illegible] اور کہتا ہون جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا ہے
کلمۃ حق ارید بہا باطل اگرچہ دلائل سابقہ کی جوابات مین انکی تمام استدلالات کا بخوبی ابطال
ہو چکا ہے لیکن یہان بھی اسقدر گذارش ضرور ہے کہ یہہ جو آپ فرماتے مین کہ اس سے بذریعہ
وحی یزدانی وارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہہ بالکل غلط ہے
کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب
علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدیہیات سے بھی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا بطلان
جا بجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے
علیہذا اگر معاذ اللہ خدا تعالی پر بعثت رسل و استخلاف ائمہ واجب ہے تو اوسکی علت غائی
یہہ ہے کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ جسمین لوگ مبتلا ہون رفع ہو جاوے تو اصلاح

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالی پر واجب ہوئی تو پہر وقوع فساد بخبر اسکی
کیونکر ممکن ہی کہ خدا تعالے تارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن ہوا تو بعثت رسل کی کیا
ضرورت رہی اور اوسکا وجوب محض لغو ہوگیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سی باطل ہوگیا
علاوہ ازین جو عبارت کہ مابعد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہی اور جسکو ہماری فاضل مجیب نے
اپنی مخالف مطلب سمجھکر نہین لکھی ہی وہ خود اس استدلال کو بیخ و بن سے اوکھاڑ رہی ہی
حضرت شاہ صاحب نے اس عبارت منقولہ کے بعد یہی فرماتی ہین ۔ واگر فرض کنیم کہ بعض انواع
تعیین بگذارد و آن نخواہد بود الا از جہت اعتماد بر تکفل آلہی کہ یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر اس سے
صاف ظاہر ہی کہ جب کہ خداوند تعالے شانہ اسکی سرانجام کا متکفل ہوچکا تو ضرورت نہین رہی
کہ تعیین یا تخصیص خاص فرماوی تو وہ نص جسکی آپ تمام عبارت مین دریی اثبات ہین ہباءً
منثورا ہوگیی ۔ آپکو چاہیی کہ آپ خاص نص مدعا یہ کی ثبوت کی لئیی دلیل کے فکر فرماوین ورنہ
دلیل عام کے ضمن مین مدعا خاص کا ثبوت محال ہی ۔ اور یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ بشر کے مقدور
نہین کہ متحمل اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکی اس سے اگر مراد یہہ ہی کہ جو خلافت
کی بوجہہ کو اوٹہا سکی اور مواعید خداوندی استخلاف سی اوسکی ہاتہون پر پوری ہون اور کفار
و فجار و فساق و اشرار کا ہم پایہ و ہم نوالہ نہ بنی تو مسلّم نفس الواقع ایسی شخص کے پہچان مقدور
عوام الناس نہین لیکن یہہ ظاہر ہی کہ آپکو کچہہ مفید نہین اور اگر مراد یہہ ہی کہ ایسی خلیفہ کی
پہچان مقدور بشر نہین ہی جو بوجہ خلافت اوٹہا نسکی بلکہ کفار و فجار کے ہمیشہ ہم پایہ و ہم نوالہ
رہی بلکہ اوسکی مسامحت و مداہنت اور ضعف اور جبن کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور
باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اوس سی نہو سکی یا فرض کرو ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت
انصرام مہمات خلافت مین تردد ہو اور یہہ معلوم نہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہوسکیگا
یا نہوسکیگا تو یہہ غیر مسلّم ہی بلکہ ایسا غلط ہی کہ محتاج دلیل نہین پہر باوجود اپنی علماء کی تصریحات لیکے
دیکہنی کے جو ائمہ کے حالات اگلے متعلق ہین یہہ فرمانا کہ اونکی پہچان مقدور بشر نہین

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہی - علاوہ ازین اس پہچان اور عدم پہچان کا قضیہ تو خود
حضرت امیر عم نے بہی منفصل فرما دیا اور اون خطبات مین جو نہج البلاغۃ اور اوسکی شروح مین
منقول ہین یہہ قصہ چکا دیا شرح اس اجمال کی یہہ ہی کہ علامہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح کبیر نہج
البلاغۃ مین اوس خط کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کتاب لہ الی معویۃ اما بعد فقد
اتتنی منك موعظۃ موصلۃ الخ فرماتی ہین وکنت امرءً من المہاجرین اوردت کما اوردوا
واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال و لیضربہم بعمی جس سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ اہل حل و عقد مہاجرین و انصار جسپر اتفاق کرلین اور مجتمع ہوجاوین وہی امام خلیفہ
برحق ہی خواہ وہ اون امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت ہین اوسکی نسبت جسکو امام بناوین
معلوم کرین یا نکرین اور پہچانین یا نہ پہچانین کیونکہ بشہادت جناب امیر رض اونکا اجماع
ضلال پر محال ہی تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیر رض بیعت اہل حل و عقد کافی ہی چنانچہ
دوسری خط مین بہی اوسکو بصراحۃ ظاہر فرمایا وانما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا
علی رجل وسموہ اماما کان ذلك للہ رضی اس ارشاد سے بداہۃً واضح ہی کہ اجماع اہل حل و عقد خلاف
مرضی حق ہو نہین سکتا تو حسب ارشاد جناب امیر رض آپکا مونہہ نہین کہ ہمیں امام نہ پہچاننے سے
اوسکی منصوص ہونے پر استدلال کرین - **قولہ** پس یہہ بعینہ ہماری تقریر ہی کہ ہم کہتی ہین
کہ چونکہ امامت مین عصمت شرط ہی اور عصمت کا علم مقدور بشر نہین اسلیے ضرور ہی کہ امام منصوص من
اللہ والرسول ہو - پس فرق لفظ عصمت کے ہونے نہونے مین ہی ورنہ مطلب ایک ہی
اقول اول تو یہہ ہی غلط کہ بجز عصمت کی آپکی تقریر مین اور حضرت شاہ صاحب عم کی تقریر
مین درباب نص کچہہ فرق نہین کیونکہ اولاً آپ اسکی وجوب علی اللہ کے قائل ہین اور حضرت شاہ صاحب
اوسکی قائل نہین اور نہ کوئی عاقل مومن اوسکا قائل ہوسکتا ہی - اور ثانیاً آپ ایک نص کے فرد خاص کی
مثبت ہین جسکا اثبات نہ عقل سے ہوسکتا ہی نہ نقل سے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے بیان سے
ہرگز اوسکا اثبات نہین ہوتا - یعنی ایسا فرق جو عصمت کے ہونے نہونے کا ہی کہ جو فرق

ضیاء وظلام کے فرق سے بہی زیادہ ہی کیا آپکے نزدیک کچھہ فرق نہین ہے - اسکی اوپر تو دلیل
کی صحت وغلط ہونے کا مدار ہے - چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہوچکا اسلیے جو
اوسپر مبنی ہے وہ بہی از قبیل بناء فاسد علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی
دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع جسمین مخالفین کو بہی چون کرنے کی گنجایش نہین ہے - ایسے
ہی باطل و حق کو کچھہ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہہ کہنا کہ ورنہ مطلب ایک ہی
ہماری مجیب صاحب جیسی مدعی انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہین - **قولہ**
اگر حضرات اہل سنت ہماری تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند نفرماوین اور اس سے گہبرائین
اور انکار کے لیے آمادہ ہون تو حضرت شاہ صاحب کی یہہ عبارتین جو اوپر مذکور ہوئی پیش نظر
رکہین اور ہماری لفظونکا خیال نفرماکر تنازع لفظی نفرماوین بلکہ مطلب کے اتحاد پر نظر کرکے
اسکو تسلیم کرین اگر ہم عبارت منقولہ از ازالۃ الخفا پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہوجاتی
اور بہت طول ہوتا محض اسی خیال سے صرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت مجیب صاحب
بغور انکو ملاحظہ فرمایئن انہین عبارت سے عصمت بہی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکہا
جاے تو عصمت کی ہی لیے ان امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہین مگر چونکہ خلفاء
ثلثہ مین عصمت مفقود ہے اون معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے انصاف کے یہہ ہی
معنی ہین - **اقول** بفضل اللہ تعالے حضرت شاہ صاحب رح کے عبارتین اہلسنت کے
پیش نظر ہین اور وہ اونکی مطلب و مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہین اور جسقدر آپ بہی سمجہتی ہین
چنانچہ آپ ہی فرما چکی ہین - (کہ اگرچہ آپ جانتی ہین کہ ان فصیح کلمون اور عمدہ عبارتون سے حضرت
شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کرین اپنی انصاف کے ہاتہہ سے لاچار ہین اگر
ان عبارتونکو اپنی مدعا کی طرف نہ کہینچین تو اور کیا کرین - کتاب و سنت سے تو دلائل کا میسر
ہونا معلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت مین اپنا دل یون ہی خوش کرلین پہر اسکا
نام جواب رکہہ چہوڑا ہے اور اسپر یہہ جوش و خروش ہان شاید عوام کالانعام تو دہوکہا

کہا جائیگی اور کہہ دینگی کہ جناب میر صاحبنے دلائل نص تحریر فرمائی ورنہ اہل علم و انصاف ایسی جواب سے
سکوت بہتر سمجھتے ہین - جب نص کا یہہ حال ہی جو مسوق لہ ان دلائل کا ہی تو دای بر حال
ثبوت عصمت کہ جسکی طرف اشارہ ہی اور نیز عصمت جسکے اون دلائل سے ہی ثابت
نہوسکی جنپر کیا کیا کچھہ ناز و افتخار رہتا تو ان دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکینگے مشتی نمونہ
از خروارے و قطرہ انموذج بحار حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہوگیا اور بخوبی صحیح
صحیح اندازہ کر لیا گیا فی الحقیقت آپنے دانشمندی کو کام فرمایا کہ کلام مین بسط نہین کیا
اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا - کہ بندہ نے بھی بجواب اوسکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور
مجملاً و مختصراً آپکو آپکی غلطیونپر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کی طرف متوجہ ہوئی تو اسکے
آپ ہی اندازہ فرما لیجیے کہ بندہ بھی بجواب اوسکی کیا کیا کچھہ آپکی استدلالات کے ساتھہ سلوک
کرتا اور آپکی نص وغیرہ دلائل پر کیسی صواقع اعتراضات نازل ہوتی باقی رہا خلفائ ثلثہ رضی اللہ
عنہم مین عصمت کا مفقود ہونا سو یہہ اہل سنت کے نزدیک کچھہ خلفائ ثلثہ کی ہی ساتہہ مخصوص
نہین بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوای انبیا ر تمام افراد انسانی اسمین شامل ہین لیکن اگر خدانخواستہ
اہل سنت بہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفائ کے لیے مدعی عصمت
ہوتے اور اونکی عصمت کے لیے ایسی ہی دلائل جیسی حضرات شیعہ ائمہ کی لیے پیش کرتے ہین پیش کرتے
تو آپ کے دلائل سے کچھہ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہلسنت کا امام و مقتدا تو کتاب و سنت ہی
جو اوس سے ثابت نہو وہ معتبر نہین بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجودیکہ عصمت کتاب اللہ یا
کسی دلیل قطعی سے ثابت نہین پہر اوسکی ایسی معتقد ہین کہ اصول دین مین سے سمجہہ رکہا ہی
اور اسی پر کیا منحصر ہی بہت مسائل فروعی و اعتقادی ہین جنمین یہہ ہی حال ہی کتاب اللہ
کی معانی کو پہیر پہیر کر اوسطرف کہینچتی ہین اور نہین کہنچتی تاویلات بعیدہ و رکیکہ کرتے ہین
اور کسی کل سیدہی نہین بیٹہتی واقعی انصاف کے یہی معنی ہین اہل سنت کو حاشا للہ
یہہ انصاف کہان نصیب ہو سکتا ہی **قولہ** اب اس بحث کو ختم کرتے ہین

تعریف افضلیت

اور افضلیت کو شروع کرتے ہین اسکی دلائل سنئے یہہ بہی عقل و نقل سے ثابت ہے اول ایک دو عقلی دلیلین غرض ہین غور سے سنیے خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہے اور غرض اس سے شرائع الٰہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کا پہیلانا اور حدود و ثغور کا ضبط و جہاد کرنا اور ظالم سے مظلوم کا انصاف لینا وغیرہا ہے اور یہہ سب کام اسطرح ہونی چاہیین کہ رضاء الٰہی حاصل ہوا اور یہہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص اعلم و اتقی و اورع و اعقل و افضل ہوگا بیشک اوس شخص سے کہ جو علم و ورع و تقویٰ وغیرہ مین ایسکی نسبت اوس کم ہوگا خلافت کے امور مطلوبہ بوجہ احسن بجا لائیگا اور حصول رضای حق تعالےٰ جسطرح اس سے ہوگا مفضول سے ہرگز نہوگا اور بدیہی ہے کہ ایسی شخص سے جو خلافت کی امور بوجہ احسن انجام کرے خلافت لیکر ایسی مفضول کو دین کہ یہہ امور اوس سے ویسے انجام نہو سکین عقل مستقیم و رای سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے

اقول یہہ شرطہی مثل اپنی اختین کی خلاف عقل و نقل باطل ہے اور جسقدر دلائل اسجگہ ذکر ہوئی ہین وہ ہرگز مثبت مدعا مجیب نہین ہین بلکہ افضلیت کے معنی جو ہماری مجیب لبیب نے سمجہہ رکہی ہین اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہین اور سابق مین تعریف افضلیت مین بہی تحریر کرائی ہین وہ ہی غلط اور خلاف تصریحات علماء قوم ہین ایسلیی ضرور ہوا کہ اول مجیب لبیب کو اونکی علماء کی بنصوص سے افضلیت کو بتلا دیا جاوے کہ اوسکا دار مدار کن امور پر ہے بعد اوسکی ناظرین رسالہ مجیب صاحب کی غلطی کو خود سمجہہ لینگی اور تہوڑی سی تنبیہ کے بعد فاضل مجیب بہی اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائینگی ۔ پس واضح ہو کہ پہلی افضلیت کے تعریف ہماری فاضل مجیب نے یہہ فرمائی (افضلیت کے یہہ معنی ہین کہ کل امت سے جسکا امام ہو صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ مین افضل ہو) اسجگہ مدار افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر رکہا کہ ملکات نفسانیہ ہین اور اس دلیل کے ضمن مین فرمایا (جو شخص اعلم و اتقی و اورع و اعقل و افضل ہوگا) گویا اسجگہ ہماری مجیب نے صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ کی

تفضیل بیان کردی - قطع نظر اس سے کہ اجمال وتفصیل باہم موافق ہین یا نہین جب ہم علماء قوم کے تصریحات کو اس بارہ مین دیکھتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قائل مجیب کا افضلیت کی نسبت یہہ اعتقاد بالکل خطا ہے اور مدار فضل کا اونپر ہرگز نہین اگلی شیخ مفید صاحب اپنی رسالہ افضلیت امیر المومنین مین جو اسوقت میری سامنی موجود ہے تحریر فرماتے ہین[۱] - فصل وقد اعتمد اکثر اہل النظر فی التفضیل علی ثلث طرق احدہا ظواہر الاعمال والثانی علی السمع الوارد بمقادیر الثواب ومادلت علیہ معانی الکلام والثالث المنافع فی الدین بالاعمال - انتہی بقدر الحاجۃ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ افضلیت کا مدار اوصاف واخلاق پر نہین شیخ صاحب اسی رسالہ مین دوسری جگہ بیان اختلاف مسئلہ تفضیل مین فرماتے ہین[۲] - ووقف منہم نفر قلیل فی ہذا الباب فقالوا لسنا نعلم اکان افضل ممن سلف من الانبیاء او کان مساویا لہم اودونہم فیما یستحق بہ الثواب آپکے حضرت علم الہدی اپنی املائیہ مین فرماتی ہین - [۱۳] اعلم انہ لا طریق من جہۃ العلم والعقل الی القطع بفضل مکلف علی اخر لان الفضل الراجع فی ہذا الباب ہو زیادۃ استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفۃ مقادیر الثواب من ظواہر فعل الطاعات - اور اسکی کچہہ بعد فرماتے ہین - فان دل سمع مقطوع بہ من ذلک علی شی عول علیہ والا کان الواجب التوقف عنہ والشک فیہ - اگلی علم الہدی صاحب نے تو فیصلہ ہی کردیا کہ افضلیت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور اسمین عقل کو کچہہ دخل نہین صرف اوس نقل وسمع پر جو قطعی ہے موقوف ومنحصر ہے پہر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکہیے کہ آپ اونکی موافق ہین یا مخالف - یعہذا اگر افضلیت کا مدار اخلاق حمیدہ وصفات پسندیدہ پہ ہو تو لازم آوی کہ حضرت ہرون[ع] حضرت موسی علیہ

[۱] فصل اہل نظر نے تفضیل مین تین طریقون پر اعتماد کیا ہے - ایک تو ظاہرے اعمال دوسری شارع سے سننے پر جو کہ مقادیر ثواب مین وارد ہو اور جسپر معانی کلام دلالت کرین - تیسری دین مین منافع جو اعمال سے حاصل ہوتی ہون - ۱۲

افضل ہوں کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے حالات دریافت کرتے ہیں تو آپکے اخلاق کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجای اخلاق حمیدہ کے نعوذ باللہ اخلاق ناپسندیدہ تھے تفسیر صافی سورہ کہف میں جو معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنے اوستاد خضر کے ساتھ واقع ہوا قابل دید ہے [1] - القمی عن الباقر لما اخبر رسول اللہ قریشا بخبر اصحاب الکہف قالوا اخبرنا عن العالم الذی امر اللہ موسی ان یتبعہ وما قصتہ فانزل اللہ عز وجل واذ قال موسی لفتٰہ قال وکان سبب ذلک انہ لما کلم اللہ موسیٰ تکلیما فانزل علیہ الالواح وفیہا کما قال وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیٔ موعظۃ وتفصیلا لکل شیٔ رجع موسی الی بنی اسرائیل فصعد المنبر فاخبرہم ان اللہ قد انزل علیہ التوراۃ وکلمہ قال فی نفسہ ما خلق خلقا اعلم منی فاوحی اللہ الی جبرئیل ادرک موسی فقد ہلک واعلمہ ان عند ملتقی البحرین عند الصخرۃ رجلا اعلم منک فصر الیہ وتعلم من علمہ فنزل جبرئیل علی موسی واخبرہ وذل موسی وعلم انہ اخطأ ودخلہ الرعب وقال لوصیہ یوشع ان اللہ قد امرنی ان اتبع رجلا عند ملتقی البحرین واتعلم منہ فتزود یوشع حوتا مملوحا وخرج - اگرچہ اس روایت میں بہت سے فوائد منطوی ہیں لیکن بخیال تطویل فہم ناظرین پر حوالہ کرکے صرف بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہہ کہ بعض خدا تعالی حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھے اور بحکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور اونکی اتباع کی مامور ہوئی اور بارشاد خداوند تعالے بقصد غاشیہ برداری تلمذ واسترشاد اپنے اوستاد کی تلاش میں اپنے وصی کو لیکر

[1] قمی نے امام باقر سے روایت کی ہے جب حضرت ص نے قریش کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا اونہوں نے کہا کہ ہمکو اوس بڑے عالم کا قصہ سناؤ جسکی اتباع کا خدا نے موسیٰ کو حکم فرمایا تھا تب تو اللہ تعالے نے یہہ آیت واذ قال موسیٰ لفتٰہ نازل کی فرمایا اسکا سبب یہہ ہوا جب خدا نے موسیٰ سے کلام کی اور تختیاں اوتاریں اور اون میں حسب ارشاد ہر شی کی نصیحت اور ہر شی کی تفصیل لکھدی موسیٰ بنی اسرائیل کیطرف لوٹے اونکو خبر دی کہ خدا نے اوسپر توراۃ نازل فرمائی اور کلام کی اور اپنے دل میں کہا کہ خدا نے کسیکو مخلوق میں مجھسے زیادہ جاننے والا نہیں پیدا کیا خدا نے جبرئیل کیطرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر لے کہ وہ ہلاک ہوچکا اور اسکو جتا کہ ملتقی البحرین میں صخرہ کے پاس ایک شخص ہے وہ تجھسے زیادہ جاننے والا ہے اوسکی طرف جا اور اوسکی علم سے سیکھ جبرئیل موسیٰ کے پاس آئے اور خبر دی اور موسیٰ کو رستہ بتایا اور موسیٰ سمجھا کہ میں خطا کی اور ڈرا اور اپنے وصی یوشع کو کہا کہ خدا نے مجھکو ایک شخص کے پیروی اور سیکھنے کا حکم دیا ہے جو ملتقی البحرین

[illegible]

بیابان نورد دشت غربت ہوئی اور پہر بعد ملاقات کی کس عہد وپیمان سی ہمراہ ہوئی کہ مین کبہی
معاملہ مین چون وچرا نکرونگا چنانچہ بصراحت تمام نص قرآنی مین مذکور ہی۔ اسکی بعد کا قصہ سنیی
غلام کے قتل پر حضرت موسی کو کیسا کچہہ جوش آیا اور اپنی عہد وپیمان کو یک لخت توڑ ڈالا۔
اور اپنی اوستاد کی کیسی بیحرمتی فرمائی۔ فی العلل[1] عن الصادق فغضب موسی واخذ
بتلبیبہ وقال اقتلت الایہ قال الخضر ان العقول لا تحکم علی امر الله بل امر الله یحکم
علیہا فسلم لما تری واصبر علیہا فقد کنت علمت انك لن تستطیع معی صبرا۔
اس سی یہہ بہی یاد رکہیگا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہی نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقد ہین
اور اوسکی کچہہ آگی مذکور ہی۔ القمی[2] عن الرضا فی تتمۃ الحدیث السابق فمروا ثلثتہم حتی انتہوا
الی ساحل البحر وقد شحنت سفینۃ وہی ترید لتعبر فقال ارباب السفینۃ تحمل ہولاء الثلثۃ
نفر فانہم قوم صالحون فحملوہم فلما جنحت السفینۃ فی البحر قام الخضر الی جوانب السفینۃ
فکسرہا وحشاہا بالخرق والطین فغضب موسی غضبا شدیدا وقال للخضر اخرقتہا
لتغرق اہلہا لقد جئت شیئا امرا فقال لہ الخضر الم اقل انك لن تستطیع معی صبرا۔
قال لا تواخذنی بما نسیت ولا ترہقنی من امری عسرا فخرجوا من السفینۃ فنظر الخضر الی
غلام یلعب بین الصبیان حسن الوجہ کانہ قطعۃ قمر وفی اذنیہ درتان فتاملہ الخضر وقتلہ
فوثب موسی علی الخضر وجلد بہ الارض فقال اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا
نکرا فقال الخضر الم اقل لك انك لن تستطیع معی صبرا۔ اور اس سی یہہ بہی ثابت ہوا کہ اعلمیت
مستلزم افضلیت کو نہین کیونکہ حضرت خضر اعلم تہی اور افضل نہ تہی اور سنیی کہ قارون کے
لیی خلاف رضاء خداوندی عذاب کے خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو ہر چند قارون نے

---

[1] علل مین امام صادق سے مروی ہی کہ موسی غصہ ہوئی اور خضر کی گردن پکڑ لی اور کہا اقتلت نفسا الخ خضر نے کہا کہ عقول
خدا کے امر پر حاکم نہین ہین بلکہ اللہ کا امر عقلون پر حاکم ہی پس جو کچہہ تو دیکہہ رہا ہی اوسکو تسلیم کر اور اوسپر صبر کر مین تو
جان چکا تہا کہ تو میری ساتہہ صبر نہین کر سکیگا ۱۲۔

الحاح وزاری کی لیکن شدت غضب مین ایک مسموع نہوئی جو جناب خداوندی مین ناپسند ہوئی اور حق تعالے نے اونہین کلمات کے ساتہہ موسی ع کو عار دلایا جن کلمات کے ساتہہ قارون کو آپنے عار دلایا تہا مختصر اعبارت تفسیر لکہتا ہون - و قد کان قارون قد امران یغلق باب القصر فاقبل موسی فاومی الی الباب فانفرجت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انہ قد اوتی بالعذاب فقال یا موسی اسئلك بالرحم الذی بینی وبینك فقال لہ موسی یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامك یا ارض خذیہ فدخل القصر بما فیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبتیہ فبکی وحلفہ بالرحم فقال لہ موسی یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامك یا ارض خذیہ فابتلعتہ بقصرہ وخزائنہ وھذا ما قال موسی لقارون یوم اھلکہ اللہ عزوجل فعیرہ اللہ عزوجل بما قالہ لقارون فعلم موسی ان اللہ تبارک وتعالے قد عیرہ بذلك فقال یارب ان قارون دعانی بغیرك ولو دعانی بك لاجبتہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامك فقال موسی یارب لو علمت ان ذلك لك رضی لاجبتہ انتہے بقدر الحاجۃ علاوہ اسکی قبطی کو مار ڈالنا اور اپنی بڑی بہائی بے گناہ کی جو نبی تہے داڑہی پکڑ کر کہینچا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تہا اور جسمین موعظہ اور تفصیل ہر ایک شی کے مذکور تہی شدت غضب مین ڈال دینا حضرت کی اخلاق و اوصاف پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی بہ نسبت جو ہم اہل تسنن صحیح بخاری مین دیکہتے ہین ٢ تو اوسکی تفسیر سورہ اعراف تحت آیت واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ قال ابن ام مین لکہا ہے وفی الکافی عن امیر المؤمنین

---

١ قارون نے حکم کیا تہا کہ محل کا دروازہ بند کیا جاوے موسی آئے اور دروازہ کیطرف اشارہ کیا وہ کہل گیا اندر اوسکے پاس گئے جب موسی کو قارون نے دیکہا سمجہا کہ عذاب آیا - کہا اے موسی مین تجہسے بوسیلہ اوس رحم کے جو میرے اور تیری درمیان ہے سوال کرتا ہون موسی نے اوسکو کہا اے لاوی کے بیٹے مجہسے زیادہ کلام مت کر اے زمین لے اسکو پس محل اور جو کچہہ اوسمین تہا زمین مین اوتر گیا اور قارون بہی گہٹنون تک دہنس گیا پہر قارون رو پڑا اور موسی کو رحم کی قسم دینے لگا موسی نے کہا اے لاوی کے بیٹے مجہسے زیادہ بات مت کر اے زمین اسکو لے پس زمین نے اوسکو اور اوسکے محل اور خزانون کو نگل لیا یہہ وہ بات جو قارون کی ہلاکی کے دن موسی نے کہا - پہر خدا تعالے نے موسی کو اس کلام سے جو قارون کو کہی تہی عار دلایا اور موسی سمجہے کہ خدا تعالے نے اوس کلام سے مجہکو عار دلایا عرض کیا اے پروردگار قارون نے تیری غیر کے واسطے سے مجہکو پکارا تہا اگر تیرے واسطے سے پکارتا تو مین قبول کرتا اللہ تعالے نے فرمایا اے لاوی کے فرزند مجہسے زیادہ بات مت کر موسی نے عرض کیا اے پروردگار اگر مین یہہ جانتا کہ اسمین تیری رضا ہے تو مین قبول کرتا - ١٢ -

٢ کافی مین جناب امیر رضی اللہ عنہ سے خطبہ وسیلہ مین مروی ہے ١٢ -

فی خطبۃ الوسیلۃ" انہ کان اخاہ لابیہ وامہ والقمی[1] مثلہ عن الباقر والصادق قبل کان ھارون
اکبر من موسی بثلث سنین وکان حمولا لینا ولذلک کان احب الی بنی اسرائیل انتہی —
اب ہم ان روایات مین تامل کی نظر سی دیکہتی ہین اور حسب قاعدہ حضرات شیعہ کے عقل کو حسن
وقبح مین خدا پر بہی حاکم ہی اس معاملہ مین حکم کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ معاذ اللہ حضرت موسی مین
اخلاق ناپسندیدہ تہی اور اگر بالفرض ظاہر سی پہیر کر تاویل ہی آپ فرمائینگی تو بس غایۃ مافی الباب
یہہ ثابت ہوگا کہ فی الجملہ بعض مواقع مین درشتی وسختی وغلظت وفظاظت محمود ہوتے ہی
لیکن بردی عقل جسکو احکم الحاکمین کہنا آپکی قاعدہ کی بموجب واجب ہی بداہۃ یہہ ثابت ہوتا ہی
کہ علی العموم لین ورفق بہ نسبت درشتی وعنف کی زیادہ محمود وپسندیدہ ہین اور اگر یہہ تسلیم
نکرینگی تو لازم آئیگا کہ حضرت موسی علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سی افضل ہون
آپکی نسبت حق تعالے ارشاد فرماتا ہی - فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم[2] اور رؤف رحیم آپکی صفات
خاصہ مین ہین عموم وقائع واحوال آپکی رفق ولینت ورافت ورحمت کی شاہد حال ہین اساری بدر کا
قصہ شاید آپکو یاد ہوگا - الحاصل اگر مدار تفضیل کا اخلاق حمیدہ پر ہی تو حضرت ہارون علیہ السلام وغیرہ
جنمین رفق ولینت پائی جاتی ہی حضرت موسی سے افضل ہونگی اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالے
عنہ جناب امیر المومنین والد بزرگوار سی افضل اور امام سجاد اپنی والد سی افضل ہون اور یہہ
آپکی نزدیک بدیہی البطلان ہی تو اس سی ثابت ہوا کہ مدار افضلیت کا اخلاق حمیدہ
پر نہین ہی جو مدرک بالعقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر مدرک بالعقل
چنانچہ بیان تعریف افضلیت مین ہم اوسکی طرف ایما کر چکی ہین اب بعد ہذا گذارش ہی کہ اگر عقل
ہونی کی قید بہی ایجاد واختراع ہی قطع نظر اس سی عقلا افضلیت کا جاننا اسپر موقوف ہی

---

[1] کہ ہارون موسی کا حقیقی بہائی تہا - اور قمی نے مثل اسکی امام باقر اور امام صادق سے روایت کی ہی کہتی ہین - کہ ہارون موسی سی تین سال بڑی تہے اور نہایت متحمل اور نرم مزاج تہے اسی سبب سی بنی اسرائیل انکو زیادہ دوست رکہتی تہی ۱۲ - [2] پس خدا کی رحمت کے سبب تو اونکی لیے نرم ہوگیا ہے - ۱۲ -

کہ حروب و وقائع وغیرہ معاملات مین اوس سے تدابیر حسنہ ظاہر ہون اور ثمر نتائج محمودہ کو
ہون اور اپنی ناخن تدابیر صائبہ سے پیچیدہ معاملات کی گلجھڑیونکو عمدہ طور پر سلجھا وے اور جب
ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہہ امر نہین ثابت ہوتا کہ آپ اعقل تھے
اور نہین تو قصہ تحکیم کو ہی ملاحظہ فرمائیے یا خلع اپنی خلیفہ ثانی کو ہی دیکھہ لیجئے غرضکہ ایام
خلافت مین جسقدر معاملات پیش آئی اونمین سے کوئی بھی سلجھا اور کوئی بھی اودبرہ ہوا اور خلافت سے جو غرض
حق تعالے کی تھی کہ ترویج شرائع الٰہیہ و معالم ربانیہ ہو اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ پہیلین کچھہ بھی
حاصل ہوئی اور جب کچھہ حاصل نہوئی تو انکو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہوگا اذا خلا الشئ عن مقصود
لغا۔ علاوہ ازین اعقلیت کی ضرورت تو اوسوقت ہے جبکہ معصوم نہون اور جب معصوم ہون
اور سہواً و عمداً خطا کا صادر ہونا اونسے محال ہو تو پس یہہ قید محض لغو ہے۔ اعلم ہونی کی قید
بھی غلط ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب امامت تالی نبوت ہے تو اوصاف متشارکہ مین بھی فرعیۃ
ہو کی نبوت کو جب بنظر تامل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مدار محض اصطفا
و اجتبا ر خداوند تعالی شانہ پر ہے حق تعالے اپنی عباد مین سے جسکو چاہے برگزیدہ فرما دے کسیکو
کچھہ زور خداوند تعالی پر نہین اور نہ کچھہ اعتراض لا یسئل عما یفعل اوسکی شان ہے اور نہ یہہ ہے
کہ جو اعلم اہل زمان ہو وہی نبوت کے واسطے برگزیدہ ہو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم امی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی رہے کسی قسم کی ظاہری تعلیم نہین پائی
اور اس زمانہ مین صدہا علما و احبار دین موسوی و عیسوی کی موجود تھے جنکو کتب سماوی
ازبر تھی اور مسائل شرعیہ مستحضر لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر علیہ الصلوات اللہ علیہ وسلامہ
کو ہی عطا ہوا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاۤءُ۔ گو بعد نبوت کی حق تعالے شانہ اپنی
نبی کے سینہ کو مرات لوح محفوظ بنا دی اور اوسکی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرما دی
اسیطرح امامت کا حال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفا خداوندی سے ہو چنانچہ اثنا عشر
نص اسپر دال ہے اور قبل از امامت اوسکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہو بلکہ باتباع رسول امی صلعم

کو بعد امامت بسبب محدثیۃ کی کہ خاصہ امام ہی اعلم ہوجاوی لیکن پہلی ہی اوسکی اعلمیۃ کا مدعی ہونا خطا ہی اور آپکو اس بحث امین حضرت موسی وخضر کا قصہ یاد ہوگا باوجودیکہ خضر اعلم تھی تو بھی حضرت موسیٰ اونسی افضل تھی - باقی رہا یہہ کہ خلافت فاضل سے لیکر مفضول کو دینا عقلاً نہایت قبیح ہی اسمین یہہ تو فرمایی کہ فاضل سی خلافت لینی کے کیا معنی ہین لینا فرع استخلاف کی ہی اور جب استخلاف نہین تو لینا کیونکر متحقق ہوگا ہان اگر اسکی معنی یہہ ہین کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو خلافت دینا ہی تو صحیح ہی مگر اسکی نسبت گذارش ہی کہ ہم اسکی قبح کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ بنص قرآنی ثابت ہی کہ حق تعالی نے فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امامت عطا فرمائی - حضرت شمویل علیہ السلام جو اپنی زمانہ مین نبی اور اورع اور افضل اور اعلم اور اتقی تھی حق تعالے نے اونکو چھوڑ کر طالوت کو امام بنایا جو اونسی کم تھی تو اس سی ثابت ہوا کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امام بنانی کا قبح محض آپکی احکم الحاکمین عقل کے ناشی ہے ورنہ فی الحقیقۃ عند اللہ تعالے کچھہ قبح نہین کیسلمنا قبیح سہی لیکن یہہ بھی قبیح وشناعت بعینہ بعین نواب وعمال مین بھی جاری ہی کیونکہ جیسی امامت تالی نبوت ہے نیابت تالی امامت ہی اور عقلاً قبیح ہی کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کرکے بھیجا جائی اور اس سی زیادہ اقبح واشنع یہہ ہی کہ حکومت اوس شخص سی لیکر جو کمال مجد کی ستے اوسکی فرایض بجا لا رہا ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ابھی تک تجربہ مین نہ آچکا ہو اسکی بعد آپ شرح نہج البلاغۃ یا تین ہی کو کھولیی اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمایی کہ آپنے کس کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہان تک اس شرط کی رعایت رکھی تا کہ آپکو اسکی اشتراط کی بابت بندہ کی قول کی تصدیق ہوجاوے اور ہم بھی کسی موقع پر انشاء اللہ تعالے آپکو متنبہ کرینگے **قولہ** اور نیز افضل کے ہوتے مفضول کی خلافت کے بطلان پر عقل اور طرح بھی دلالت کرتی ہی اور وہ یہہ کہ اگر مفضول افضل کے ہوتے خلیفہ ہو تو لازم آئی افضل مفضول کا محکوم ہو اور اشرف ادون کی تواضع کا مامور ہو کیونکہ افضل مفضول کی رعایا مین سے

ہوگا اور رعایا خلیفہ کی تواضع کرنیکی مامور ہی اور یہہ بات عقلاً نہایت قبیح ہی اور اگر آپ ہماری
عرض قبول نہین کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سُنیی وہ سورہ بقر کی تفسیر مین
جس مقام پر کہ ان لوگونکی دلائل بیان کیے ہین کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفضیل دیتے ہین یہہ فرماتے
ہین۔ واحتج من قال بفضل الانبیاء علی الملائکۃ بامور احدها ان اللہ تعالی امر الملائکۃ
بالسجود لآدم وثبت ان آدم لم یکن کالقبلۃ بل کانت السجدۃ فی الحقیقۃ لہ واذا ثبت
ذلک فوجب ان یکون آدم افضل منہ لان السجود نہایۃ التواضع وتکلیف الاشرف
بنہایۃ التواضع للادون مستقبح فی العقول فانہ یقبح ان یومر ابوحنیفۃ ان یخدم
اقل الناس بضاعۃ فی الفقہ فدل ہذا علی ان آدم علیہ السلام کان افضل من الملائکۃ
انتہی۔ **اقول** یہہ دلیل بھی بمراحل مدعا سے بعید ہی اور بوجوہ چند محل بحث ہی اولاً یہہ کہ گفتگو
اشتراط افضلیت مین ہے اور یہہ دلیل ہرگز مثبت اشتراط نہین کیونکہ اشتراط اوسوقت ثابت ہی
جبکہ دلیل مفضول کے امامت کی عدم انعقاد پر یقیناً دلالت کرے یہان اگر ہی تو لزوم قبح ہی
جسپر عنقریب بحث کیجائیگی ہان اگر اہل حل وعقد کسیکو خلیفہ کرین تو البتہ افضلیت کو
مرعی رکھین اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصدی خلافت ہو تو اوسکی
خلافت کی عدم انعقاد پر یہہ دلیل ہرگز دلالت نہین کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضول کے لیے
مامور ہونا اور اشرف کا ادون کے لیے محکوم ہونیکا لزوم بھی غلط ہی ہم کب کہتے ہین کہ فاضل
مفضول کا مامور اور اشرف ادون کا محکوم ہو بلکہ ہم یہہ کہتے ہین کہ وہ قانون شریعت جسکو
حق تعالی شانہ نے بواسطہ رسول کے امت کے لیے دستور العمل مقرر فرمایا ہی تمام امت کیا افضل
وکیا مفضول اور کیا شریف اور کیا وضیع سب اوسکی محکوم و مامور ہین امام کا حکم اگر واجب
الاطاعت ہی تو اوسی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری
فاضل مجیب بھی فرماچکے ہین کہ غرض اوس سے شرائع الٰہیہ ومعالم ربانیہ کی ترویج ہی پس
اگر کوئی ایسا نہو جو اوس حیثیت واعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب الاطاعت نہین ہوگا

ما — اشتراط افضلیت کی دوسری دلیل کا ابطال

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے - یا
فی سبیل اللہ لٹادی یا مجکو سجدہ کری تو یہہ حکم ہرگز واجب الامتثال نہوگا چنانچہ قول تعالی
فان تنازعتم فی شیء سے اسکی طرف اشارہ ہی بخلاف رسول ص کے کہ جمیع قول و افعال مگر مختصات
وغیرہ سب امت کی لیے تشریع ہی کیونکہ امت کی لیے شریعت کا حصول بدون واسطہ رسول ص
کی ممکن نہین - بالجملہ ہرجگہ فاضل کا مفضول کے محکوم ہونا لازم نہین آتا - ثالثاً سلمنا افضل
مفضول کا محکوم ہو لیکن ہم اسکا قبیح ہونا تسلیم نہین کرتے کیونکہ بالاتفاق طالوت ع سے
حضرت شموئیل ع بلکہ حضرت داؤد ع افضل تھے اور اونکی محکوم و تابع ہوئی اور حضرت خضر ع سے
حضرت موسی ع افضل تھے اور اونکی مامور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کا مفضول کے مطیع و تابع ہونا
قبیح نہین ورنہ لازم آوی کہ معاذ اللہ شارع آمر بالقبیح ہو جبکہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ محال ہی
تو لہٰذا امر قبیح عقلاً و شرعاً باطل ہے - رابعاً بالفرض و التسلیم اگر افضل کا محکوم ہونا مفضول
کی لیے قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی نہین نواب عمال و حکام سرایا و جیوش و نصب قضاۃ
وغیرہ مین سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ مین جناب امیر ع کے حالات کا تتبع
کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے ہرگز اسکی پابندی نہین کی ہے اور اس قبیح کو قبیح
نہین جانا آپ شرح نہج البلاغہ ہی کو ملاحظہ فرمالیجیے مختصراً تنبیہاً گذارش کرتا ہون کہ آپ نے
عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ربیب تھی بحرین کی حکومت سے معزول فرماکر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت
عمر بن ابی سلمہ نے امارت کی مہمات کو ایسی طرح ادا کیا کہ مورد تحسین و آفرین ہوئے چنانچہ اوسی کتاب مین
موجود ہی تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہی کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر ع کے کسی کام کی
موقوف علیہ تھی اور نہ حضرت آپکی محتاج تھی پہر بلا ضرورت داعیہ کیون آپنی ارتکاب قبیح
فرمایا اور بالضمام عصمت اور بہی زیادہ اقبح و اشنع ہی اور اسیطرح محمد بن ابی بکر کو امامت مصر
معزول کر کے اشتر کو مقرر فرمایا اور اپنی جیش سے دو امیرون پر جو زیاد بن نصر اور شریح

ابن ہانی ہنی اور اونکی اتباع پر مالک بن حارث اشتر کو امیر کیا اور اونکو لکہا فاسمع له واطع
ان سب کو رہنے دیجیے زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصراً حال گذارش کرنا
ضرور ہی آپ شروح نہج البلاغہ سے مطابق فرمالین۔ یہہ شخص سمیہ لونڈی کا بیٹا کمبخت
زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آور تہا ایک روز حضرت عمر رض کی روبرو مجلس مین ایسی تقریر
کی۔ کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاص بولی کاش اگر یہہ قریشی ہوتا تو تمام
عرب کو اپنی لاٹہی سے ہانکتا۔ ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم یہہ قریشی ہی اور اگر تو جانی تو معلوم
کر لے کہ یہہ قبیلہ کی عمدہ لوگو نمین سے ہے عمرو بن العاص نے پوچہا کہ اسکا باپ کون ہے قسم کہا کر
کہا کہ مینے اسکو اسکی ماں کے رحم مین رکہا تہا عمرو بن العاص نے کہا تو پہر اسکو اپنی ساتہہ نسب
مین کیون نہین ملا لیتا۔ اوسنے امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کیطرف اشارہ
کر کے کہا کہ اس سے ڈرتا ہون کہ میری بدن پہ میری کہال ہی جلا دیگا چونکہ اسکی باپ کا
تعین نہین اسلیے اسکو زیاد ابن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کہتے ہین۔ جناب
امیر رض نے اپنی زمانہ امارت مین اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اوسکی حضرت کو معلوم ہوا
کہ امیر معویہ مضوا اسکو تحریص و ترغیب دے رہا ہے اور اپنی ساتہہ ملانا چاہتا ہے تو آپنے زیاد کو ا
خط لکہا جو نہج البلاغہ مین مروی ہے۔ اوس خط کو پڑہکر قسم کہا کر کہا کہ حضرت نے بہی ابو سفیان
کی دعوی کے مصداق کی شہادت دی قد شہد بہا ورب الکعبہ انجام یہہ ہوا کہ حضرت
امیر المومنین کو چہوڑ کر امیر معویہ سے جا ملا اور اوسکا جو کچہہ نتیجہ نکلا وہ سب کو معلوم ہے غرضکہ
ایسی شخص کو جسپر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تہا آپنے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ
ولد الزنا نجس عین ہے اور اوسکا جہوٹا تک نجس ہے من لا یحضرہ مین ہے ولا یجوز الوضوء بسور[1]
الیہودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک۔ اور ہرگز ولد الزنا مومن نہین ہوتا اور بابویہ قمی خصال مین روایت کرتے ہین
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا یدخل حلاوۃ الایمان قلب سندی ولا خوزی ولا زنجی ولا کردی ولا بربری

[1] یہودی۔ نصرانی۔ ولد الزنا۔ مشرک کی جہوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہے۔ ۱۲

ولا ابنائہم ولا من حملتہ امہ من الزنا۔ شریح بن حارث کو جو خلفاء کی زمانہ سی قاضی تھی اپنا
قاضی مقرر فرمایا اِن حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہی کہ آپنے تعین مین افضلیت کو
ملحوظ خاطر نہین فرمایا۔ پس اس سی عدم اشتراط افضلیت ائمہ مین بہی ثابت ہوا۔ خامساً
امام رازی رح کی دلیل کو جو افضلیت انبیاء مین بیان کی ہی اپنا مستدل قرار دینا غلط ہی اور
اوسپر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی۔ کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا مدار سجود پر ہے
جو نہایت تواضع ہی اور نیز سجود بہی اسطرح کہ بالاستقلال حضرت آدم علیہ السلام کو ہی تہا یہہ نہین تہا
کہ سجود فے الحقیقت خدا تعالی کو تہا اور حضرت آدم محض واسطہ تہی اور فاضل محجیب کے دلیل مین
نہ نہایت تواضع ہی کہ امت امام کی اطاعت کیلیے ماموری بشرطیکہ حکم موافق شرع ہو اور یہہ
اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہین نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنیکے
لیے مامور ہو پس یہہ کہنا کہ رعایا خلیفہ کے نہایت تواضع کے لیے مامور ہی غلط ہی اور نہ تواضع
یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حیثیت سی ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا
و رسول ص ہی آپ خود فرما چکی ہین کہ مقصود امامت سی ترویج شرائع الٰہیہ و مسائل دینیہ ہی اور اگر
آپ کو دعوی ہو کہ امام کے لیے امت مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال متبوع و
مطاع ہی تو ثابت کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادساً اس دلیل کا ذکر کرنا اور اوسکا جواب جو امام
رازی رح نے اون لوگونکی طرف سے دیا ہی جو ملائکہ کے تفضیل کے قائل مین ذکر نکرنا کسقدر نا انصافی
ہی۔ لیجیے ہم اوس جواب کو نقل کرتے ہین اور جواب استدلال کو اوسپر ختم کرتے ہین۔
اجاب القائلون بتفضيل الملك عن الحجة الاولى فقالوا قد سبق بيان ان من الناس من
قال المراد من السجود هو التواضع لا وضع الجبهة على الارض ومنهم من قال انه عبارة عن وضع

ف ۱ امام ابو عبد اللہ سی مروی ہی کہ ایمان کے شریک نہین سندہی اور خوزی اور زنگی اور کردی اور بربرے اور نبک زرکی ذمین
خال نہین ہوتا اور نہ ولد الزنے کے دیکھین ۱۲۔ ف ۲ جو لوگ فرشتونکی تفضیل کے قایل ہوئی ہین۔ اونہون نے پہلی
حجت کا جواب دیا ہی کہ پہلی گذر چکا۔ کہ بعض لوگ کہتی ہین کہ سجود سی مراد تواضع ہے نہ پیشانی رکھنا اور بعض
کہتی ہین ۱۲۔

الجمهور[ا] علی الارض لكنه قال السجود لله تعالی وآدم قبلة السجود على هذين القولين لا اشكال اما
اذا سلمنا ان السجود كان لآدم فلم قلتم ان ذلك لا يجوز من الاشرف في حق الشريف وذلك لان الحكمة
قد يقتضي ذلك كثيرا من حب الاشرف واظهار النهاية في الانقياد فان للسلطان ان يجلس
اقل عبيده في الصدر وان يامر الاكابر بخدمته ويكون غرضه من ذلك اظهار كونهم مطيعين له
في كل الامور منقادين له في جميع الاحوال فلم لا يجوز ان يكون الامر ههنا كذلك وايضا اليس
من مذهبنا انه يفعل ما يشاء ويحكم ما يريد وان افعاله غير معللة ولذلك قلنا انه لا اعتراض
عليه في خلق الكفر في الانسان ثم في تعذيبه عليه ابد الآباد واذا كان كذلك فكيف يعترض عليه في
ان يامر الاعلى بالسجود للادون انتهى **قوله** آپ تفسیر بیضاوی ملاحظہ کیجیے تحت آیت
فلما انبائهم باسمائهم الخ وہ یہہ لکہتی ہین واعلم ان هذه الآيات تدل على شرف الانسان
ومزية العلم وفضله على العبادة وانه شرط في الخلافة بل العمدة فيها انتهى بقدر الحاجة اور
نیز اسکی اخیر مین یہہ لکہتی ہین وان آدم افضل من هؤلاء الملائكة لانه اعلم منهم والاعلم افضل
لقوله تعالى هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون دیکہیی اسکی قاضی صاحب اسکو شرط
خلافت بل العمدہ فرماتے ہین - **اقول** یہہ استدلال تو اوس استدلال سے بہی کہین
بڑہکر ہی جیسا کسینی لا تقربوا الصلوٰة سے کیا تہا اوس کمبخت نے تو حرف قید ہی
کو حذف کرکے معنی مقصود کو بگاڑا تہا اور جملہ کے معنی حقیقی ٹہیک رکہی تہی لیکن ہمارے
فاضل مجیب نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکہی پس واضح ہو

[ا] کہ سجدہ اہتار کہنا ہی ہی لیکن سجدہ اللہ تعالے کو تہا اور آدم سجدہ کی لیی بطور قبلہ کے تہی اور ان دونو اقوال پہ کچہہ اشکال
نہین لیکن جب یہہ تسلیم کرین کہ سجدہ آدم کو تہا تو تم یہہ کیون کہتی ہو کہ یہہ اشرف سے شریف کی حق مین جایز نہین اور یہہ
اسوجہ سے کہ بسا اوقات حکمت اسکی مقتضی ہوتی ہی کہ اشرف کی محبت اور اوسکی نہایت اطاعت ظاہر کیجاوی - بادشاہ کو اختیار ہی
کہ کمترین غلامان کو صدر مین بہٹلاوی اور اکابر کو اوسکی خدمت کا حکم کری اور اوسکی غرض اس سے اظہار اطاعت وانقیاد
تمام امور واحوال مین ہو تو کیا جایز نہین ہی کہ یہان بہی اسیطرح ہو اور نیز کیا ہمارا مذہب نہین ہی کہ خدا تعالے جو چاہتا ہی کرتا ہی اور جسکا
ارادہ فرماتا ہی حکم کرتا ہی اور اوسکی افعال معلل نہین ہین اسی سبب سے کفر کے پیدا کرنے مین انسان مین اوسپر کچہہ اعتراض نہین ہی اور نہ
پہر اوسکو ابدالآباد تک عذاب کرنے مین کچہہ اعتراض ہی اور جب یہہ حال ہی تو اوسپر اسمین کیونکر اعتراض ہو سکتا ہی کہ وہ اعلی کو ادنی کی سجدہ

کہ ابتدا اس قصہ کے یہہ ہی کہ حق تعالی شانہ نے ملائکہ سی فرمایا کہ ہم زمین مین نائب بنانا چاہتی ہین
وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً تو اب اس سی اہل انصاف
وعلم وعقل و فہم بخوبی سمجہہ سکتی ہین کہ خلافت سی کونسی خلافت مراد ہی اور حضرت آدم عم
کس معنی کر خلیفہ تہی کیا اسجگہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری محبیب کے متنازعہ فیہا ہی اور
جسمین اسوقت گفتگو ہو رہی ہی اور جسکی لیئی شرائط ثلثہ نص وعصمت و افضلیت مختلف فیہا
بین الفریقین ہین وہی خلافت مراد ہے اگر وہی خلافت مراد ہی تو فرمائین تو سہی
کہ حضرت آدم علیہ السلام کونسی نبی کے خلیفہ تہی یا کوئی اور خلافت مراد ہی افسوس کہ ہماری
محبیب کو یہہ بہی خبر نہین کہ اسجگہ خلافت سی کونسی خلافت مراد ہی اگر قرآن شریف یاد
نہین تہا تو کہولکر دیکہہ لینا تہا یا کسی سُنّی حافظ سی ہی پوچہہ لیا ہوتا تاکہ سیاق عبارت
ہی واضح ہو جاتا کہ یہہ حضرت آدم کا قصہ ہی اور خلافت سی مراد خلافت نبوت ہی علاوہ
ازین اسجگہ ہماری فاضل محبیب کے علم وفہم پر آفرین ہی کہ اس عبارت کو اشتراط افضلیت
کی دلیل سمجہکر پیش کیا ہی اور اپنی کمال دانشمندی اور وفور علم سے یہہ سمجہی واللہ شرط فی الخلافۃ
مین وانہ کی ضمیر شرف یا افضل کیطرف راجع ہی حالانکہ اطفال کافیہ خوان بہی سمجہہ سکتی ہین
کہ یہہ غلط ہی پہر اوسپر طرہ یہہ ہی کہ اس سی آگی فرماتی ہین کہ دیکہیی آپکے قاضی صاحب
اسکو شرط خلافت بل العمدہ فرماتی ہین اسجگہ بہی لفظ (انکو) پر اکتفا فرمایا اور یہہ نفرمایا
کہ قاضی صاحب کسکو شرط خلافت فرماتی ہین سلمنا آپکی سیاق عبارت کی خلاف مرجع
ضمیر (وَاِنَّہٗ) کا علم ہی اور لفظ اسکو بہی علم ہی کیطرف راجع ہی لیکن تاہم مدعا سی
بعید ہی کیونکہ یہہ جب ثابت ہو کہ جب اعلمیت افضلیت کو مستلزم ہو حالانکہ یہہ استلزام
آپکے اعتراف سی باطل ہی آپنے افضلیت کے تعریف مین اوسکا دار و مدار اخلاق حمیدہ اور
صفات پسندیدہ پر رکہا تہا اور شروع دلائل مین اعلم و اورع و اتقی و اعقل ہونے پر
رکہا تہا جس سی صاف معلوم ہوتا ہی کہ اعلمیت مستلزم افضلیت کو نہین بلکہ اوسکی

لیے اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی
پس جبکہ اعلمیت مستلزم افضلیت کو نہین ہی تو یہہ استدلال ہی لغو ہوا - قطع نظر اس سے
جب ہم نفس اس عبارت مین تامل کی نظر سے دیکھتے ہین تو بداہتہً معلوم ہوتا ہی کہ یہہ عبارت
ہرگز مثبت مدعا نہین کیونکہ قاضی رح فرماتے ہین وانہ شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیہا اور ظاہر ہی
کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہین ہی کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونے کے اعلی و اقوی ہی تو ترقی
ادنی سے اعلی کیطرف ہوتی ہی نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیجاوے تو اعلی ہی جو شرط ہی ادنی کے
طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہی اور عمدگی محض اولویتہ ہی نہ موقوف علیہ
تو لا بد لفظ بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ الشرط محض بغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا
قاضی رح نے لفظ بل العمدۃ فیہا کہکر یہہ ثابت کر دیا - وانہ شرط فی الخلافۃ سے یہہ مراد نہین
کہ وہ موقوف علیہ خلافت کا ہی اور اگر یہہ معنی نہونگی تو لفظ بل العمدۃ فیہا محض لغو و لاطائل
مخل بمقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہہ قول آپکو کچھہ مفید نہین بلکہ مضر ہی کیونکہ عدم اشتراط
پر دلالت کرتا ہی نہ اشتراط پر **قولہ** حدیث سنی آپکی علامہ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع
و جامع صغیر مین روایت کی ہی - ایما رجل استعمل رجلا علی عشرۃ انفس وعلم ان فی العشرۃ
افضل ممن استعمل فقد غش اللہ و رسولہ و غش جماعۃ المومنین ع - عن حذیفۃ انتہی -
اب ذرا انصاف فرمایئے کہ جب مفضول کی حکومت دس آدمیونپر جائز نہو اور اوسمین خدا و
رسول و جماعت مومنین سے دغا لازم آوے پس تمام مومنین پر مفضول کی حکومت مین کہ اموال
و انفس وغیرہ کا مثل نبی اولی بتصرف ہو کسقدر قباحت و شناعت لازم آیگی **اقول** اس
حدیث کے معنی آپنے جو کچھہ سمجھے غلط ہین یہان افضلیت سے افضلیت متنازعہ فیہا
ہرگز مراد نہین کہ من حیث مرتبہ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ افضلیت سے
مراد بالفضل الجزئی ہی کہ جو متعلق بجا آوری مقاصد ریاست و شرائط سرداری کی ہو مثلاً اگر کسی
سریہ یا جیش پر حاکم مقرر کیا جاوے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حرب و طعان

مراد افضلیت کی توضیح اور اوسکا بیان

وضرب مین زیادہ ماہر وخبیر ہو اور شجیع ہو اور خداع حروب اور اوسکی چالونسی واقف ہو
اور اگر کسیکو کسی ملک پر حاکم کیا جاوی تو وصف تالیف قلوب بغیر دین اور سیاست
بدون ظلم اوسمین اعلی درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص مصلحت کی وجہ سے
مقدم کیا جاوی - مثلاً کسی خاص سانحہ کی وجہ سی اوسکی سعی وکوشش اوسمین زیادہ ہو نیز
متصور ہو آپکو معلوم ہوگا کہ طالوت سی حضرت شمویل علیہ السلام داود علیہ السلام افضل تہی باوجود
اسکی حق تعالے نے مفضول کو امام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہہ کچھہ ضرور نہین کہ جس شخص کو
زیادہ استحقاق ثواب حاصل ہو اور ولی کامل ہو وہ مہم متعلقہ کو بہی سب سی عمدہ طور پر
انجام دیوی علاوہ ازین ہم کب کہتی ہین کہ مراعات افضلیت نہین چاہیی ہم اگر انکار کرتی
ہین تو اشتراط کا انکار کرتی ہین - اس حدیث سی صرف اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ جب کوئی
عامل بنایا جاوی تو لحاظ افضلیت ضرور ہی ہم بہی یہہ ہی کہتی ہین کہ جب کسیکو امیر یا عامل بناوین
تو افضلیت ملحوظ رکہنا چاہیی لیکن اس سی یہہ کیونکر ثابت ہوا کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی
تو امارت غیر منعقد ہوگی اور اوسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر تامل کی نظر سی دیکہا جاوی
تو اسی روایت سی انعقاد مفہوم ہوتا ہی کیونکہ خدا و رسول ؐ وجماعت مومنین کے ساتہہ غش تو اوسی
وقت ہی جبکہ اوسکی امارت منعقد ہوگی اور وہ واجب الاطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب الاطاعت
ہی نہین ہوا اور اوسکی امارت ہی منعقد نہین ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ تامیر
ہی لغو ہو گئی غرضکہ افضلیت کی مراعات سی انکار نہین اشتراط سی انکار ہی تحفہ اثنا عشریہ
کی بحث افضلیت مین مذکور ہی آپنے دیکہا ہوگا آری اگر نصب رئیس بہ بیعت اہل حل
وعقد باشد می باید کہ نصب افضل کنند در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری
بسا ولی کامل عالم متبحر وسید صحیح الطرفین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند شد
درینجا فضیلتی دیگر می باید - اس سی قطع نظر آپکو بحث مین عنقریب معلوم ہوچکا ہی
کہ جناب امیر ؑ نے اس شرط کا لحاظ نہین فرمایا کیونکہ جب زیاد جیسی شخص کو ایک ملک کا

حاکم بنا دیا تو بس اِس سے بڑھکر اور کیا عدم رعایت اِس شرط کی ہوگی پس اِس سے معلوم ہوا
کہ یہہ شرط جناب امیر ع کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول بہ نہین یا آپ معصوم نہین کیونکہ
خدا اور رسول صلعم و جماعت مومنین کے ساتھہ غش کیا۔ معاذ اللہ **قولہ** ایک دو اور حدیث یعنی شاہ
ولی اللہ صاحب ع کی نقل کلام مین آیگی اِس مقام مین عترت کی شہادت حُسن مصیبی آپکی عالم
جلیل و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود مشہور بمحمد پارسائی باوجود سخت تعصب کے
کتاب فصل الخطاب کے آخر مین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے علامات
امام مین جناب امام رضا ع سے ایک طویل روایت لکھے ہے چونکہ شیخ عبد الحق صاحب دہلوی نے
بھی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اظہار مین جسکا ذکر فاضل رشید نے بھی ایضاح
مین کیا ہے نقل کی ہے لہذا بخوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی ہی فارسی روایت پہ
اکتفا کرتے ہین وہ اِس رسالہ کی اخیر مین بعد ذکر ائمہ فرماتے ہین عبارتہ ہکذا و این ابو جعفر
قمی مذکور در علامات امام در فصل دہم از امام علی رضا آوردہ است کہ فرمود امام را علامات اینست
کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر از دیگران باشد و ولادت کردہ شود
مختون و وی پاک باشد و از پیش و پس یکسان بیند و چون از شکم مادر بزمین آید بر دو کف دست
افتد و آواز بشہادتین بر آورد و محتلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش بیدار بود و محدث باشد
و درع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر وی راست آید و نزد وی سلاح آنحضرت صلعم باشد و شمشیر او
ذو الفقار و نزد وی مصحف فاطمہ رضہ بود و نزد وی صحیفہ بود کہ در وی نامہای مخالفان او تا روز
قیامت باشند ثبت بود و بول و غائط او را کسی نبیند و زمین موکل بود بفرو بردن آنچہ بیرون
آید از و و بوی وی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم از نفسہای ایشان نزدیکتر بود
و مہربان تر از مادر و پدر و متواضع ترین مردم بود مر حق را عزّ و علا و امر بمعروف کنندہ
و نہی از منکر کنندہ تر بود و از ہمہ خلق دعای او مستجاب بود کہ اگر بر سنگ دعا کشد
دو پارہ شود و موید بروح قدس بود و میان او و خدا عمودی بود از نور کہ بیند در وی

اعمال بندگان را و هرچه بدان محتاج بود گاهی بسط کرده شود و برای او پس بداند و گاهی قبض کرده شود از وی پس بداند و امام زائیده شود و بزاید تندرست بود و مریض بشود و بخورد و بنوشد و جماع کند و بخسپد و شادمان شود و غمگین شود و بخندد و بگرید و بمیرد و در قبر نهاده شود و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و ایستاده کرده شود در موقف عرصات و عرض کرده شود برای اعمال پرسیده شود از ایشان و اکرام کرده شود و شفاعتش قبول کرده شود و دلیل در دو خصلت است یکی علم دویگر استجابت دعوات و ائمه بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کشته شده اند بشمشیر یا بزهر و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است نه چنانکه غلات گویند علیهم اللعنت که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شبه ایشان انداختند و این سخن دروغ است چه این مخصوص از انبیا و اولیا بعیسی بن مریم ع است چه وی را از زمین زنده برداشتند در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمانش بردند روح او را در بدنش باز آوردند و امامت بزرگتر و عظیم تر است از آنکه مردم بعقل بکنه آن برسند و او را بکسب حاصل کنند امام مخصوص است بتمام فضل بے طلب و کسب بلکه بمحض اختصاص است از مفضل وهاب حکما متحیر و عقلا قاصر و ادبا عاجز و بلغا محصور از وصف شانی از شانهای او و فضلی از فضائل او میباشد و او از حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه نمی دهد غیر او را۔ انتهی

اگرچہ اس روایت سے تعرض ابطال مذہب اہلسنت و خلافت و امامت خلفاء ثلثہ و دیگر خلفاء متغلبہ ہر کہ ان اوصاف سے موصوف نہ تھے آئی ہے بسبب ان کی بلکہ اولی صاحب فہم پر پوشیدہ نہیں اگرچہ یہاں مد نظر صرف شرط افضلیت امام کا ثابت کرنا ہے اور وہ اس روایت سے اظہر من الشمس ہے قطع نظر اور اوصاف مندرجہ روایت ہذا کے شروع علامات امام میں یہہ الفاظ ہیں عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار و شجاع تر و عابد از دیگران باشد اور یہی افضلیت پر دال ہیں کہ اہل حق خلافت و امامت کی شرط جانتے ہیں حضرت مجیب اپنے مذہب کو یہہ وہم نہو کہ چونکہ یہہ روایت ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے اسلیے

اہل سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہہ وہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی اوّل یہہ کہ خواجہ پارسا اور
شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ
تک نہیں کیا اور آپکی خاتم المحدثین کے نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے دوم روایات
شیخ ابوجعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول و شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج روایت
کی ہیں چنانچہ اس سے پہلی چند روائتیں نقل کر کے کہتے ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث
الخمسه ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویه القمی وکان من شیوخ الشیعة
ومشهوریهم استشهد به البخاری رح فی کتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب
اس رسالہ میں فرماتے ہیں۔ واین پنج حدیث ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی ابن بابویہ
القمی اخراج کردہ و ابن بابویہ از شیوخ شیعہ و مشہوران ایشان است بخاری در کتاب خود در کتاب
الطب بوی استشہاد کردہ و در حدیثیکہ مضمونش اینست کہ شفا در سہ چیز است حجامت کردن و عسل
خوردن و داغ نہادن گفتہ رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس ہمچنین آوردہ است
در کتاب الانساب امام ابوسعید عبدالکریم محمد سمعانی انتہی۔ **اقول** ہماری فاضل
مجیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے پہولی نہیں سماتی جامہ سے باہر ہوی جاتی ہیں للہ
اللہ اسپر کیا کچھہ اترائی ہیں اور کیسا کچھہ نازش و افتخار ہے گویا میدان مناظرہ آج آپ ہی کی
ہاتہہ ہے اور بزعم خود مذہب اہلسنت پر کیسی کچھہ خرابی ڈالی مگر یہہ خبر نہیں کہ اسی روایت کی
بدولت بطر و فرح کے بدلی حزن و غمگینی اور نازش و افتخار کے عوض ذلت و شرمندگی نصیب ہوگی
ہم تو کیا عرض کریں اہل انصاف خود دیکھہ لینگی اور انصاف سے بول اٹھینگی کہ یہہ آپکا ناز و
افتخار بجا ہے یا بیجا اور تعلی و ترفع روا ہے یا نا روا ہمکو سخت افسوس ہے کہ آپنے فصل الخطاب
کو ماقبل و مابعد سے ذرا بھی نہ دیکھا کہ آپکو معلوم ہو جاتا کہ یہہ روایت کس موقع کی ہے اور کس
عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس مدعا کی لیے نقل کی گئی ہے اگر آپ تہامل کتاب کو ملاحظہ فرماتے
تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک بہی نہ فرماتی

چہ جائیکہ آپ نازو افتخار او سپر فرمائین اگرچہ آپنے اس روایت کو رسالہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہے اور رسالہ مناقب مین بھی اوسی سے ترجمہ لیا گیا ہے - اسلیے ہم اصل فصل الخطاب ہی کو پیش نظر رکھکر متصدی جواب ہوتے ہین کہ یہہ ترجمہ کے جواب سے بھی مستغنی ہوگا - ہمکو ضرورت نہ تھی کہ بجواب اس روایت کے ہم ابو جعفر راوی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کی تغلیط و تزییف کی طرف متوجہ ہوتے کیونکہ بحول اللہ و قوتہ ہمارے پاس اسکا جواب ہادم بنیان استدلال اور قاطع عرق شبہ موجود ہے جسکو ہم آئندہ گذارش و پیشکش کرینگے لیکن جبکہ ہمارے مجیب صاحب نے بطور دفع دخل مقدر کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کردیا کہ نہ راوی کے تکذیب ممکن ہے اور نہ روایت کی تغلیط ہوسکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اپنے مجیب لبیب کو اونکی غلطی پر متنبہ کردین واضح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین عدالت و عدم عدالت اور صدق و کذب رواۃ پر منحصر ہے - آپکے شہید ثانی صاحب معالم الاصول مین تحریر فرماتے ہین ملخصاً عرض کرتا ہون - والعمل بخبر الواحد شرائط کلہا تتعلق بالراوی الاول التکلیف الثانی الاسلام الثالث الایمان الرابع العدالۃ وھی ملکۃ فی النفس تمنعہا عن فعل الکبائر والاصرار علی الصغائر ومنافیات المروۃ الخامس الضبط - علی ہذا القیاس آپکو معلوم ہوگا کہ اہلسنت کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار اوسی اعتبار پر ہے اگر آپنے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہہ ہی فرماتے ہین اور طریق معرفت عدالت بھی جنہ امور پر موقوف ہے معالم الاصول ہی مین دیکھہ لیجیے لکھا ہے

ف[1] خبر واحد پر عمل کرنے کی یہی شرائط ہین - سب متعلق راوی کے ہین پہلی شرط مکلف ہونا ہے دوسری اسلام تیسری ایمان چوتھی عدالت اور وہ نفس مین ایک ملکہ ہے جو اوسکو کبیرہ گناہونکی کرنے اور صغیرہ گناہون پر اصرار کرنے سے روکتا ہے اور مروت کے مخالف باتونسے پانچوین ضبط ہے - ۱۲ -

تعرف عدالة الراوی بالاختبار بالصحبة المتاکدة وملازمته بحیث تظهر احواله ویحصل الاطلاع
علے سریرته حیث یکون ذلک ممکنا وهو واضح ومع عدم باشتهارها بین العلماء واهل
الحدیث وبالقرائن المتکثرة المتعاضدة وبالتزکیة من العالم بها انتهی بقدر الحاجة۔

پس جب ہم روایت مذکورہ کی راوی ابو جعفر قمی کی حالات کو طرف تفحص کے نظر سے متوجہ
ہوکر دیکھتی ہین تو اہل حق کے اسماء الرجال مین اسکا کہین نام ونشان بھی نہین پاتی عدول
وحفاظ ہین تو کہان ضعفاء ومجاہیل مین بھی حضرت کا کہین پتا ونشان نہین تقریب
التہذیب مغنی میزان الاعتدال انمین کسی مین آپکا ذکر نہین ہان شکلمین نے مناظرہ
کی کتابون مین آپکا ذکر کیا ہی جیسے صلاة وصافت ہی خاصہ کیسی ہین مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ
نے صواقع مین اور حضرت خاتم المحدثین علامہ دہلوی نے تحفہ مین ذکر فرمایا ہی سو مولانا خواجہ
نصر اللہ رحمہ تو امثال کلمہ نزالة الکذب سے یاد فرماتے ہین اور تحفہ مین آپنے خود ہی
ملاحظہ فرمایا ہوگا کس درجہ کی تکذیب فرمائی بخاری کی طرف نسبت کرنا کہ اوسنی اپنی
صحیح مین ابو جعفر قمی سے استشہاد کیا ہی سراسر غلط ہے بخاری اور اوسکی شروح بفضلہ تعالی[1] نادر الوجود
نہین جسکا دل چاہی دیکھہ لیوی اوسمین ہرگز ابو جعفر قمی سے استشہاد نہین بلکہ وہ قمی جس سے امام بخاری
نے استشہاد فرمایا ہی اور شخص ہے اور اس قمی کے معنا سے قسطلانی مین ہی رواه القمی بضم القاف[2]
وتشدید المیم المکسورة یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن ہانی بن عامر بن ابی
العامر الاشعری من اهل قم مدینة عظیمة حصینة واهلها شیعة وهو وصله البزار

---

[1] راوی کے عدالت اسقدر پختہ صحبت اور ملازمت کر ساتھہ آزمایش سے معلوم ہوجاتی ہی کہ اوسکی احوال ظاہر ہوجاتین
اور اوسکی چھپی ہوئی حالات پر اطلاع ہوجاوی جس جگہ ممکن ہو اور یہہ امر واضح ہے اور جب یہہ نہوسکی تو عدالت علماء اور اہل حدیث
مین شہرت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور قرائن سے جو بہت سی ہون اور باہم ایک دوسری کی تقویت کری۔ اور نیز کسی جاننی والے
کی تزکیہ سے بھی معلوم ہوجاتی ہی ۱۲

[2] قمی بضم قاف اور تشدید میم مکسورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک
بن ہانی بن عامر بن ابی العامر اشعری قم کے لوگون سے ہے اور قم ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اوسکی باشندے
شیعہ ہین ۱۲

اور اسیطرح دوسری شروح مین بہی اسکی تشریح ہی تو اس سے ثابت ہوا کہ یہہ ابو جعفر ضعفا و مجاہیل ہی مین نہین بلکہ اہل حق اسکو وضاعین وکذابین مین سے سمجہتے ہین خواجہ پارسا اور شیخ محمد اسلم علیہما کی کتابون مین جو یہہ لکہا ہوا ہی کہ بخاری نے اس سے استشہاد کیا اسکو توثیق سمجہنا بالکل غلط اور نقش برآب یالمعان سراب ہی کیونکہ یہہ توثیق نہین بلکہ حکایت ملزوم توثیق ہی بلکہ حکایت ہو حکایت کیونکہ خواجہ صاحب انساب سمعانی سے حکایت کرتے ہین اور صاحب انساب بخاری سے اور ظاہر ہی کہ صحت حکایت محکی عنہ کی موافقت پر موقوف ہی اگر حکایت محکی عنہ کی مطابق ہی تو حکایت صحیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکی عنہ کی مطابق نہین ہی تو ہرگز قابل اعتبار نہین اور اسجگہ حکایت ہرگز محکی عنہ کی مطابق نہین بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح خدمت ہو ہی چکا ہی دوسری حکایت انساب کی نسبت عنقریب واضح خدمت کیا جائیگا۔ باقی رہا خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگر نفس الواقع صحیح ہو اور یہہ جملہ الحاقیہ نہو چنانچہ قرائن اسکی الحاق پر دال ہین اور ہم عرض خدمت کرینگے باعث کسی حرج یا خوف کا نہین ہی کیونکہ ہمنی کب دعوی کیا ہی کہ خواجہ صاحب سہو وخطا سے معصوم ہین اگر اونہون نے ایسا لکہا اونسی خطا ہوئی بحمد اللہ مذہب اہلسنت ایسا مجہ بیصنار ہی کہ اوسمین نہ کسیکی غلطی سے احتمال نقصان ہی اور نہ غلطی کا اتباع کیا جا سکتا ہے کیونکہ اصل امام کتاب وسنت کو قرار دی رکہا ہی نہ اپنی اہوا کو والحمد اللہ علی ذلک لیکن جب ہم قرائن مین غور کرتے ہین تو ظن قریب بیقین کے ہوتا ہی کہ خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب مین یہہ عبارت سلہ استشہد بہ البخاری فی کتابہ فی کتاب الطب فقال فی حدیث الشفاء فی ثلثۃ شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کذا فی کتاب الانساب للامام ابسعد عبد الکریم بن محمد سمعانی الحاقی ہی کیونکہ اولا جو جملہ کہ اس عبارت سے

سلہ بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الطب مین اسکے ساتہہ استشہاد کیا ہی اور اس حدیث مین جسکا حاصل یہہ ہی شفا تین چیزون مین پہنچنی لگوانا اور شہد پینا اور داغنا مین ہی کہا ہی اس حدیث کو قمی نے لیث سے اور نے مجاہد سے اور نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہی اسیطرح امام ابسعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب انساب مین ہی

پہلی متصل مذکور ہی وکان من شیوخ الشیعۃ مشہور بہم اسکی بالکل مخالف منافی ہی کیونکہ وہ جملہ
پکار کر کہہ رہا ہی کہ یہہ شخص شیوخ شیعہ اور مشہورین اونکی سی ہی تو قابل رد وانکار ہی مطالبا اہل حق
کی اصول حدیث کی رسائل مین علی الخصوص شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح کی تحریرات
مین جنابلیے مطالعہ فرمایا ہوگا کہ جو شخص متہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سی ساقط ہی علی الخصوص
بدعت تشیع مین ملوث ہونا جسکو اہل حق رفض سی تعبیر فرماتے ہین اوسکا ادنی شبہہ مسقط
اعتبار ہی اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ روایت کی صحت کا مدار صدق راوی پر ہی اور ان حضرات کے
نزدیک کذب تقیۃً جائیز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سی خارج فرماتے ہین تو اونکی
صدق وکذب کی حالت ایسی ملتبس ومشتبہ ہوگیی کہ جسمین امتیاز احدہما عن الآخر محال
وممتنع ہوگیا تو جس شخص کے نسبت یہہ کہا گیا کہ یہہ متہم بہ بدعت رفض ہی تو گویا اوس سے
یہہ مراد ہوی کہ درجہ اعتبار سی ساقط ہی تو جس شخص کے لیی اذعان ویقین کے ساتھہ یہہ لکہا
گیا ہو کہ یہہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہی اور از سرتاپا تشیع مصطلح مین غرق ہی
تو اوسپر قیاس کرلینا چاہیی کہ اوسکا سقوط اعتبار کس درجہ مین ہوگا اور جب اوسکا
سقوط وعدم اعتبار اسدرجہ پر پہونچا پاگیا تو اب یہہ جملہ استشہد بہ البخاری الخ جو فی الجملہ
وثوق واعتبار پر دال ہی گویا جواز اجتماع نقیضین کا حکم ہی - علاوہ ازین بخاری اور
اوسکی شروح عزیز الوجود نہین اور ہر زمانہ مین اسکی یہہ ہی تداول وکثرت رہی ہی چنانچہ خود
امام ہی سی اسکی روایت آلاف کی درجہ کو پہونچی تہی اور نیز خواجہ پارسا اپنی کتاب مین بخاری
سی روایات نقل فرماتے ہین اور اوسکی بعض شروح سی ہی نقل کرتے ہین تو ایسی
حالت مین عقل سلیم ہرگز تسلیم نہین کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ
سی ہی بلا مراجعت اصل کتاب کے بمحض سمعانی کی نقل پر اوسکو اسدرجہ معتبر اور صحیح سمجہین
کہ اوسکو اپنی کتاب مین ہی داخل کردین غرض بہر کیف سیاق وسباق کو دیکہکر اس
جملہ کے الحاقی ہونیکا قوی شبہہ پیدا ہوتا ہی - مع ہذا یہہ کہنا کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اور ہرگز رد یا انکار نہین کیا سراسر غلط ہی کیونکہ جب ما سبق مین بیان ہو چکا تہا
کہ اس روایت کا راوی شیوخ شیعہ اور مشہورین مین سے ہی تو اب حاجت اسکی رد و انکار کے
باقی نہین رہی کیونکہ اوس سے معلوم ہو چکا تہا کہ جسقدر روایات بواسطہ اس راوی کے جنمین
یہہ منفرد ہوگا مروی ہونگی وہ قابل اعتبار نہونگی سو فی الحقیقت کلام سابق مین اس روایت
پر بہی رد و انکار ہو چکا تہا اور نیز بعد ختم روایات اہلبیت سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی دعا مین کہا
کرتے تہی اللّٰہم العن الرافضۃ فانہم یتہموننا[1] تو اب یہہ صریح رد و انکار نہین تو کیا ہی
پہر تعجب ہی کہ آپ یہہ فرمائین کہ رد و انکار کا اشارہ تک نہین کیا اور بفرض محال اگر یہہ استشہاد
صحیح ہوتا ہم ہماری مجیب کا استدلال بالکل فاسد ہی کیونکہ جب یہہ بات محقق ہو چکی کہ ابو جعفر
راوی شیوخ شیعہ سے ہی تو پہر اگر کسی روایت مین استشہاد کیا تو اوس سے جمیع مرویات کے
نسبت اعتبار اور وثوق سمجہنا سراسر غلط اور نادانی ہی کیونکہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی متہم بہ بدعت کا
وثوق و اعتبار بہی ہو تو اوسکی مرویات کا اعتبار مقصور اون ہی روایات تک ہی کہ جن روایات
مین اپنی مذہب کیطرف دعوت نہین کی اور جن روایات مین مذہب کیطرف دعوت پائی
جاویگی وہ قطعا واجب الرد و الانکار ہونگی سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت مین استشہاد
ہی کیا ہی تو یہہ روایت وہ روایت ہی جسمین دعوت اپنی مذہب کیطرف نہین پائی جاتی تو اس
روایت سی استشہاد مطلق اوسکی وثوق پر دال نہین اور اس سے اوس روایت کی تصحیح و تقویت
نہین ہو سکتی جسکو ہماری مجیب نے اپنا مستدل قرار دے رکہا ہی کیونکہ اوس روایت مین صاف
اور صریح اپنی مذہب کیطرف دعوت ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری مجیب نے
استدلال فرمایا ہی قابل قبول نہین ہو سکتی۔ لیکن بحمد اللہ تعالے و بحولہ و قوتہ ہمکو اس کے
کچہہ ضرورت نہین کہ ہم ابو جعفر کے تکذیب کرین یا روایت کی عدم اعتبار کو اس بنا پر ثابت
کرین۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی ماقبل سے دیکہا جاتا ہی تو صاف معلوم ہوتا ہی

[1] الہی رافضیون پر لعنت فرما کہ وہ ہمپر تہمت لگاتے ہین۔ ۱۲

کو خواجہ پارسا صاحب نے کچھہ ماسبق سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ
اس مدعا کی یہی ضرور تہا کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لامحالہ اونکی روایات کو نقل فرمایا
جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جملہ استشہد بہ البخاری الخ اپنی ماسبق سے بے جوڑ اور بی ربط
ہی اور الحاقی ہونے کا گمان ہوتا ہی لیکن نقل روایات کے اثناء مین بعض روایات شیعہ کے
جو موافق روایات اہلسنت کی واقع ہوگیئی تو اسلیے اونکو بعد ہی چند روایات اہل سنت کی بہی
ذکر کر کے پہر اصل بیان کیطرف عود کیا جو کہ مقصود تہا یعنی بیان مذہب شیعہ ائمہ کی نسبت شروع
کردیا تو اس سے یہہ سمجہنا کہ خواجہ صاحب نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کے تہی سراسر غلط ہے منشا
اس غلطی کا یہہ ہی کہ اول تو یہہ نہین سمجہے کہ یہہ مذہب شیعہ کا اونکی روایات سے بیان ہو رہا ہے
دوسری یہہ غلطی ہوئی کہ جو روایات اثنا مین تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تہی اونکی نسبت یہہ
نہین خیال کیا کہ یہہ محض بطور جملہ معترضہ کے ہین اوسکی بعد یہہ خطا ہوئی کہ جب روایات اہلسنت
کو ختم کر کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اوسکو یہہ نہین سمجہا کہ رجوع الی المقصود ہی بلکہ اپنی
دانشمندی سے یہہ سمجہہ گیئی کہ خواجہ صاحب نے یہہ اپنا مذہب اور اپنا معتقد علیہ بیان کرتی ہین
حالانکہ یہہ گمان بالکل غلط تہا اب مین تمام عبارت متعلقہ من اولہا الی آخرہا فصل الخطاب
کی نقل کرتا ہون اور ناظرین جو اپکے خدمات مین عموماً اور اپنی محب کی خدمتمین خصوصاً
گذارش کرتا ہون کہ ذرا ملاحظہ فرماوین اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از اطناب و تطویل نہین
لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہے اسلیے آپ مجکو معاف فرمائینگی - وقال[1] الامام فخر الملة
والدین الرازی ایضاً رحمة اللہ فی کتابہ المحصل اما الامامیة فالذی استقر علیہ رایہم ان
الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم ولدہ الحسن ثم اخوہ الحسین

---

[1] اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محصل مین فرمایا ہے - لیکن جمہور امامیہ کی رای ٹہری ہی یہہ
کہ امام بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہین پہر اونکے فرزند حسن رضی اللہ عنہ
پہر اونکے بہائی حسین رضی اللہ عنہ ۱۲—

ثم ابنه علي زين العابدين ثم ابنه محمد الباقر ثم ابنه جعفر الصادق ثم ابنه موسى
الكاظم ثم ابنه علي الرضا ثم ابنه محمد التقي ثم ابنه علي النقي ثم ابنه الحسن الزكي ثم ابنه محمد
القائم المنتظر رضي الله عنهم اجمعين ولقد كان لهم في كل هذه المراتب اختلافات وروى عن جعفر
الصادق رضي الله عنه باسناده عن آبائه الكرام رضي الله عنهم عن امير المؤمنين علي رضي الله
عنه انه سئل عن حديث كتاب الله وعترتي من العترة فقال رضي الله عنه انا والحسن والحسين و
الائمة الى المهدي رضي الله عنهم لا يفارقون كتاب الله عز وجل ولا يفارقهم حتى يردوا
على رسول الله صلى الله عليه وسلم حوضه وعن السيد زين العابدين علي بن الحسين رضي الله عنهما عن
سيد الشهداء الحسين بن علي عن امير المؤمنين علي رضي الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم الائمة بعدي اثنا عشر اولهم انت يا علي واخرهم المهدي الذي يفتح الله سبحانه على يديه
مشارق الارض ومغاربها وفي حديث ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه عن آبائه عن علي
رضي الله عنهم انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنا عشر من اهل بيتي اعطاهم الله عز وجل
فهمي وحكمتي وخلقهم من طينتي فويل للمتكبرين عليهم بعدي وعن وكيع رحمه الله
باسناده عن سيد الشهداء الحسين بن علي رضي الله عنهما انه قال منا اثنا عشر مهديا اولهم
علي بن ابي طالب رضي الله عنهم واخرهم المهدي القائم بالحق يحيي الله تعالى به الارض بعد موتها

پھر اونکے فرزند زین العابدین پھر اونکے فرزند محمد باقر پھر اونکے فرزند جعفر صادق پھر اونکے فرزند موسی کاظم پھر اونکے فرزند علی رضا پھر اونکے فرزند محمد تقی پھر اونکے فرزند علی نقی پھر اونکے فرزند حسن زکی پھر اونکے فرزند محمد القائم کہ ہماسی والی جنکا انتظار ہی۔ خدا ان سب سی راضی ہو اور ان فرقونکو ان مراتب کی ہر ایک مرتبہ میں باہم اختلافات ہیں۔ امام جعفر صادق سی بواسطہ اونکے آباء کرام رضی اللہ عنہم کے جناب امیر سی کسینی حدیث کتاب اللہ و عترتی میں پوچھا کہ عترت کون ہیں فرمایا میں اور حسن اور حسین اور ائمہ مہدی تک رضی اللہ عنہم یہہ کتاب اللہ سی جدا ہونگی نہ وہ انسی جدا ہوگی یہانتک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض پر وارد ہونگی۔ امام زین العابدین سی بواسطہ سید الشہدا امام حسین کے جناب امیر سی مروی ہی کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بعد بارہ امام ہونگی ای علی انمین کا اول تو ہی اور انمین کا آخر مہدی ہی جسکی ہاتھہ پر اللہ تعالی مشارق و مغارب زمین کی فتح کریگا۔ امام جعفر صادق کی حدیث میں بواسطہ اونکے آباء کرام کی جناب امیر سی مروی ہی کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اہلبیت میں بارہ شخص ہیں اللہ تعالی نے انکو میری سمجھہ اور میری حکمت عطا فرمائی ہی اور انکو میری مٹی سی پیدا کیا ہی پس ہلاکی ہو انپر جو میری بعد انکا انکار کرینگی۔ وکیع سی بواسطہ اونکی سند کی سید الشہدا امام حسین سی مروی ہی انہوں نے فرمایا ہم میں بارہ مہدی ہیں پہلے علی بن ابی طالب اور پچھلا مہدی حق کا قایم کرنے والا اوسکی سبب سی اللہ تعالے زمین کو آباد کریگا۔ ۱۲

ويظهره على الدين كله ولو كره المشركون وعن ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهديا مضى ستة وبقي ستة ويضع الله تعالى في السادس ما احب
اخرج هذه الاحاديث الخمسة ابو جعفر محمد بن علي بن الحسين بن موسى بن بابويه القمي وكان من شيوخ الشيعة ومشهوريهم استشهد به البخاري رحمه الله في كتابه في كتاب الطب فقال في حديث الشفاء في ثلاث شربة عسل وشرطة محجم وكية نار رواه القمي عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما كذا في كتاب الانساب للامام ابي سعد عبد الكريم بن محمد السمعاني رحمه الله وقد اخرج ابو جعفر القمي هذا باسناده عن جابر بن سمرة رضي الله عنه انه قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فسمعته يقول ان هذا الامر لن ينقضي حتى يملك اثنا عشر خليفة كلهم فقال كلمة خفية لم افهمها قلت لابي ما قال فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم من قريش وفي رواية كلهم يعمل بالهدى ودين الحق وفي رواية وليس لعزيز ان يجمع الله تعالى لهذه الامة يوما او نصف يوم وان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون وحديث جابر بن سمرة رضي الله عنهما اخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابو داود رحمهم الله وقد مضى عن قريب روايات هذا الحديث وتاويلاته وعن ابي جعفر القمي هذا باسناده عن علي رضي الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الائمة والامراء والاشراف وان لاثبات فيهم انما مثل امتي كمثل غيث لا يدري

ف اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کریگا اگرچہ مشرکون کو برا لگی ؀ ۲ امام جعفر صادق سے مروی ہے انہون نے فرمایا ہم مین بارہ مہدی ہین جنمین سے چھ گذر گئی اور چھہ باقی رہی اور اللہ تعالی اچھی مین جو چاہیگا رکھیگا - ان پانچون حدیثون کی تخریج ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی نے کی ہے اور وہ شیعہ کے شیوخ اور انکی شہرت یافتون مین سے ہے - بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الطب مین انکی ساتھ استشہاد کیا ہے اور اوس حدیث مین جسکا مضمون یہہ ہے کہ شفا تین چیز مین ہے - سینگی لگانا شہد پینا آگ سے داغ دینا کہا ہے کہ اسکو قمی نے لیث سے اور اوس نے مجاہد سے اور اوس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اسیطرح امام ابی سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب الانساب مین ہے اور اس ابو جعفر قمی نے اپنی سندون سے جابر بن عبد اللہ سے تخریج کی ہے کہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا تو مین نے سنا آپ فرماتے تہے یہہ امر تمام ہوگا یہانتک کہ بارہ خلیفہ مالک ہونگی سبکی سب قریش سے ہونگی اور ایک روایت مین ہے سبکی سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگی اور ایک روایت مین ہے کہ یہہ دشوار نہین ہے کہ خدا تعالی اس امت کو ایک دن یا آدہا دن اکٹھا کردی اور ایک دن تیری پروردگار کے نزدیک تمہاری گنتی کے موافق ہزار برس کے برابر ہے اور جابر بن سمرہ کی حدیث بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داود نے تخریج کی ہے ... اور عنقریب دیگر روایات اور تاویلات اس حدیث کی گذر چکی ہین اور اسی ابو جعفر قمی سے بواسطہ اسناد کے جناب امیر سے

اوله خير ام اخره وكيف يهلك امة انا اولها واثنا عشر خليفة من بعدي والمسيح عيسى بن
مريم اخرها وفي كتاب نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول صلى الله عليه وسلم تاليف
الشيخ الامام العارف الولي ابي عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي قدس الله تعالى
روحه ونور ضريحه في الاصل الرابع والعشرين والماية حدثنا الحسين بن عمر بن شقيق البصري
قال حدثنا سليمان بن طريف عن مكحول عن ابي الدرداء رضي الله عنه انه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم خير امتي اولها واخرها وفي وسطها الكذب حدثنا صالح بن عبد الله
قال حدثنا عيسى بن ميمون البصري عن بكر بن عبد الله المزني عن ابن عمر رضي الله عنهما انه قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر لا يدرى اوله خير ام اخره اخبرنا صالح بن حماد
الاجع عن ثابت البناني عن انس رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله حدثنا الفضل
بن محمد حدثنا ابراهيم بن الوليد بن سلمة الدمشقي ثنا ابي ثنا عبد الملك بن عقبة
الافريقي الواسطي عن ابي يونس مولى ابي هريرة رضي الله عنه عن عبد الرحمن بن سمرة قال
بعثني خالد بن الوليد بشيرا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم مؤتة فلما دخلت
عليه قلت يا رسول الله فقال على رسلك يا عبد الرحمن اخذ اللواء زيد بن حارثة
فقاتل زيد حتى قتل رحم الله زيدا ثم اخذ اللواء جعفر فقاتل جعفر حتى قتل رحم الله جعفرا ثم

ل اوسكا اول بهتر هى يا آخر اور وه امت كيونكر هلاك هوگى كه جسكى اول مين مين اور باره خليفه ميرى پيچهى اور مسيح ابن مريم اوسكى آخر
مين هى اور كتاب نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول تاليف شيخ امام ابى عبد الله محمد بن على حكيم ترمذى قدس الله روحه ونور
ضريحه كى ايكسو چوبيسوين اصل مين هى ابو درداء سى بسند مذكوره روايت هى كها فرمايا رسول الله صلى الله عليه وسلم نى ميرى بهتر امت
اول اور آخر اوسكا هى اور اوسكى درميان مين جهوٹ هى - اور ابن عمر سى بسند مذكوره روايت هى كه رسول الله صلى الله عليه وسلم نى فرمايا ميرى
امت كى مثال مثل بارش كى هى كه يه نهين جانا جاتا كه اوسكا اول بهتر هى يا آخر - اور بواسطه انس رضه كى بسند مذكور رسول الله صلى الله
عليه وسلم سى مثل اوسكى مروى هى - اور عبد الرحمن بن سمره سى بسند مذكوره روايت هى وه كهتى تهى كه مجهكو جنگ موته كى روز خالد بن وليد
نى فتح كى خوشخبرى سنانى كى ليى رسول الله صلى الله عليه وسلم كى خدمت مين بهيجا جب مين حاضر هوا عرض كيا يا رسول الله تو
فرمايا اى عبد الرحمن ذرا صبر كر زيد بن حارثه نى جهنڈا ليا اور قتال كيا يهانتك كه مقتول هوا الله تعالى زيد پر رحمت كرى
بعد پهر جعفر نى جهنڈا ليا وه لڑا يهانتك كه مقتول هوا الله تعالى جعفر پر رحمت كرى - ١٢

اخذ اللواء عبد الله فقاتل فقتل رحمہ الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله لخالد
فخالد سيف من سيوف الله فبكى اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم وهم حوله
فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا لا نبكی وقد قتل خيارنا واشرافنا واهل الفضل منا
قال لا تبكوا فانما امتی مثل حديقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكيها
وهيأ مساكنها وخلق سعفها فاطعمت عاما فوجا ثم عاما فوجا ثم عاما فوجا فلعل اخرها
طعما يكون اجودها قنوانا واطولها شمراخا والذی بعثنی بالحق لتجدن ابن مريم فی
امتی خلفا من حواريه حدثنا علی بن سعيد بن مسروق الكندی قال حدثنا عيسی بن
يونس عن صفوان بن عمرو السكسكی عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير الحضرمی قال لما اشتد
جزع اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم علی من اصيب مع زيد بن حارثة يوم موتة
قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه الامة اقوام انهم لمثلكم
او خير منكم ثلاث مرات ولن يخزی الله تعالی امة انا اولها والمسيح اخرها قال ابو عبد الله
رحمه الله فمن الله سبحانه علی هذه الامة خصوصا ثم عدد المنة فقال كنتم خير امة
اُخرِجَت لِلنَّاسِ فَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ والموصوف
بالسطة هو الموصوف بالعدل لا يميل الی افراط ولا الی نقصان فالميزان لسانه فی وسطه

ا پہر عبد اللہ نے جہنڈا لیا اور لڑکر مقتول ہوا اللہ تعالے عبد اللہ پر رحمت کرے پہر خالد نے جہنڈا لیا پس اللہ نے خالد کو فتح دی اور خالد اللہ تعالے کی تلواروں میں سے
ایک تلوار ہے پس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور وہ آپکی گرد تہے آپنے پوچہا تم کیون روتے ہو عرض کیا ہم کیونکر نہ روئیں۔ حالانکہ ہمارے بہتر
اور اشراف اور بزرگی والے مقتول ہوئے فرمایا مت روؤ کیونکہ میری امت کی مثال مثل اوس باغ کی ہے کہ اوسکا مالک اوسکی ایسی کہر اہدا
اور اوسکی کہجور کے تنہ میں سے دوسری کہجور نکلی ہوئی کو اوکہاڑا اور اوسکی رہنے کے جگہ کو تیار کیا اور اوسکی شاخون کو برابر کیا پس اوسنے
ایک سال ایک جماعت کو پہل دیا پہر دوسرے سال اور جماعت کو پہر تیسرے برس اور جماعت کو پس شاید پچہلے پہل والا عمدہ
خوشون والا اور لمبی شاخون والا ہو پس اوس ذات کی قسم جس نے مجکو حق کے ساتہہ بہیجا ہے۔ ابن مریم میری امت
میں اپنے حواریین کا جانشین پائیگا۔ عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے جبکہ جنگ موتہ کے دن اونپر جو زید بن حارثہ کی ساتہہ شہید ہوے تہے
اصحاب کا واویلا سخت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا اس امت کی بعض لوگ عیسی بن مریم کو ملینگے وہ تم جیسے یا تمسے بہتر ہونگے اور
اللہ تعالے اوس امت کو رسوا نہیں کریگا جسکا اول میں اور آخر مسیح ہوگا۔ ابو عبد اللہ عہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس امت پر خصوصا احسان کیا
پہر احسان گنا اور فرمایا تم بہتر امت ہو جو لوگونکے لیے نکالی گیی ہے۔ اور اسیطرح کیا ہمنے تمکو گروہ بہتر ایسے کہ تم لوگون پر گواہ ہو اور جو وسط ہونے کے
ساتہہ موصوف ہے وہی عدل کے ساتہہ موصوف ہے جو افراط و تفریط کی طرف مائل نہ ہو پس ترازو کا کانٹا اوسکی بیچ میں ہوتا ہے ۱۲—

وباستواء الطرفين والكفتين يستوى لسان الميزان ويقوم الوزن فجعلت اوائل هذه
الامة واواخرها ممن يهدون بالحق وبه يعدلون فجعل اولها واخرها ككفتى الميزان
يستويان وما بينهما من الكدر والمنج والعوج كلسان الميزان يستقيم ولا يميل هكذا
وهكذا لما استواء الكفتين فمعناه ان ينجو هذا الوسط بهذين الكفتين فانه ان مال
الوسط الى اى الجانبين مال الى ركن وثيق فغير استواء هاتين الكفتين اعوجاج هذا
الوسط وتجده الا يرى انه عمهم فقال وكذلك جعلناكم امة وسطا اى عدلا وفى وسط و
الامة اعوجاج فكما كان فى استواء الكفتين استقامة اللسان فكذلك فى استواء اوايل
هذه الامة واواخرها يقوم الوسط فلا يهلك وقد جاء فى الخبر انه سيظهر العلم فى اخر الزمان
ويقبل الناس على امر الله سبحانه حتى يتم حجته على عباده وقد اخرج ابو جعفر القمى المذكور فى
علامات الامام وذكر فصل لامام عن الرضا رضى الله عنه انه قال للامام علامات يكون
اعلم الناس واحكم الناس واحلم الناس واتقى الناس واسخى الناس واشجع الناس
واعبد الناس ويولد مختونا ويكون مطهرا ويرى من خلفه كما يرى من بين يديه واذا وقع
على الارض من بطن امه وقع على راحتيه رافعا صوته بالشهادتين ولا يحتلم وينام عينه ولا
ينام قلبه ويكون محدثا ويستوى عليه درع رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون عنده

١ـ اور دونو پلونکی برابری سے کانٹا بھی برابر رہتا ہی اور وزن بھی برابر رہتا ہی ایسی اس امت کی پہلی اور پچھلی وہ لوگ کی گئی جو سچا راہ بتاتے
ہین اور اسیکی ساتھ انصاف کرتے ہین پس اوسکی اول اور آخر کو مثل ترازو کے دو پلونکی کیا جو برابر رہتی ہین اور اونکی درمیان مین کدورت اور کجی ہو
جیسی ترازو کا کانٹا مستقیم رہتا ہی اور پلونکی برابری کے سبب ادہر اودہر نہین جہکتا تو اس سی مراد یہہ ہی کہ ان دو پلونکی سبب یہہ درمیان
ہی نجات پا جایگا کیونکہ اگر درمیان ان دونو جانبون مین سے کسی طرف مائل ہوگا تو مضبوط رکن کیطرف مائل ہوگا - تو ان دونو
پلون کی ناہمواری اسی درمیان کی کجی ہی - کیا تجکو معلوم نہین ہے کہ خداتعالے نے عام طور پر فرمایا ہی (اسیطرح کیا ہمنی تمکو عمدہ گروہ)
حالانکہ وسط امت مین کجی ہے - پس جسطرح پلونکی برابری مین کانٹی کی ہمواری حاصل ہوتی ہی - اسیطرح اس امت کے پہلون
اور پچہلون کی صلاحیت سے وسط کا قیام ہی تو وہ ہلاک نہوگا - اور حدیث مین آیا ہے کہ آخر زمانہ مین علم ظاہر ہوگا اور لوگ اللہ کی
دین کیطرف متوجہ ہونگی یہانتک کہ اللہ کی حجت اوسکی بندون پر پوری ہو - اور اوسی ابو جعفر قمی مذکور نے علامات امام مین تخریج کی ہی
اور امام کی بزرگی امام رضا رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہی اونہون نے فرمایا ہی امام کے یہی نشانیان ہین وہ یہہ کہ لوگون مین سب سے زیادہ عالم ہو اور سب سے
زیادہ حاکم اور سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ عابد ہو اور مختون اور ستہرا پیدا ہو اور
جیسا سامنی سے دیکھی ویسا ہی پیچہی سے دیکھی اور جب ان کے پیٹ سے نکلی کلمہ شہادتین پکار کر کہتا ہوا ہتیلیونکی بل زمین پر آدی اور محتلم نہو اور
آنکہین سوتی دل بیدار ہو اور فرشتہ اوس سے کلام کرتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زرہ اوسکی بدن پر برابر آتی ہو اور اوسکی پاس ۱۲ ـ

سلاح رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيفه ذو الفقار ويكون عنده مصحف فاطمة رضي الله
عنها ويكون عنده صحيفة فيها اسماء مخالفيه الى يوم القيمة ولا يرى له بول ولا غايط لان الله
تعالى قد وكل الارض بابتلاع ما يخرج عنه ويكون رائحته اطيب من رائحة المسك ويكون
اولى الناس منهم بانفسهم واشفق عليهم من ابائهم وامهاتهم ويكون اشد الناس تواضعا
لله تعالى ويكون اخذ الناس بما يامر به واكف الناس عما ينهى عنه ويكون دعاؤه
مستجابا حتى انه لو دعا على صخرة لانشقت بنصفين ويكون مويدا بروح القدس بينه
وبين الله تعالى عمود من نور يرى فيه اعمال العباد وكلما احتاج اليه يبسط له فيعلم ويقبض
عنه فلا يعلم والامام يولد ويلد ويصح ويمرض وياكل ويشرب وينكح وينام ويفرح ويحزن و
يضحك ويبكي ويموت ويقبر ويزار ويحشر ويوقف ويعرض ويسأل ويكرم ويشفع ودلالته
في خصلتين في العلم واستجابة الدعوة والايمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم
قتلوا بالسيف او السم ويرى ذلك عليهم على الحقيقة لا كما يقول الغلاة عليهم اللعنة فانهم
يقولون انهم لم يقتلوا على الحقيقة وانه شبه على الناس امرهم فكذبوا عليهم غضب الله عز وجل
فانه ما شبه امر احد من انبياء الله سبحانه واوليائه للناس الا امر عيسى بن مريم عليهما الصلوة
والسلام لانه رفع من الارض حيا وقبض روحه بين السماء والارض ثم رفع الى السماء ورد

له حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتیار ہوں اور انکی تلوار ذوالفقار ہو اور انکے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف ہو اور انکے پاس ایک ایسا صحیفہ ہو جس میں انکے مخالفین کے نام ہوں جو قیامت تک ہونگے اور انکا پیشاب پاخانہ کوئی نہ دیکھے کیونکہ انکے فضلات کی نگلنے پر زمین مقرر ہے اور انکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہو اور لوگوں کو انکی جانوں سے زیادہ اولی ہوں اور انکی ماں باپ سے زیادہ ان پر مہربان ہوں اور اللہ کی سامنے سب سے زیادہ عاجزی کرنیوالا ہو اور جسکا حکم کریں خود اوسپر سب سے زیادہ عمل کرنیوالا ہو اور جن باتوں سے منع کریں خود سب سے زیادہ اون سے بچنیوالا ہو اور انکی دعا یہانتک مستجاب ہو کہ اگر پتھر پر دعا کریں تو بیچ سے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ اور روح القدس کے ساتھ مؤید ہو اور انکے اور اللہ تعالے کے بیچ میں نور کا ایک ستون ہو جس میں بندوں کے اعمال دیکھیں جسکی ضرورت ہو دیکھا کریں۔ کبھی اونکی لیے بسط ہوتا ہے پس جانتے ہیں اور کبھی قبض ہوتا ہے پس نہیں جانتا۔ امام پیدا ہوتے ہیں اور انسے اولاد ہوتی ہے اور تندرست ہوتا ہے اور بیمار ہوتا ہے اور کہاتا ہے اور پیتا ہے اور نکاح کرتا ہے اور سوتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور غمگین ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور روتا ہے اور مرتا ہے اور دفن ہوتا ہے اور زیارت کیا جاتا ہے (قیامت میں) اوٹھایا جاویگا اور ٹھیرایا جاویگا اور پیش کیا جاویگا اور پوچھا جاویگا اور اکرام کیا جاویگا اور شفاعت قبول کیا جاویگا اور انکی دلالت دو خصلتوں میں ہے علم اور اجابت دعا میں ہے۔ اور امام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تلوار سے قتل ہوئے یا زہر سے مقتول ہوئے واقعی ہے جیسا غالی شیعہ کہتے ہیں خدا انپر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ واقع میں مقتول نہیں ہوئے بلکہ لوگوں کو انکا اشتباہ ہو گیا ہے جھوٹ بولتے ہیں خدا کا ان پر غضب ہو کیونکہ انبیاء اور اولیا میں سے بجز عیسی بن مریم کے کسیکا اشتباہ نہیں ہوا وہ زندہ زمین سے اوٹھائے گئے اور انکی روح زمین آسمان کے بیچ میں قبض کیگئی۔ پھر آسمان پر بلند کیا گیا اور انکی روح انکو واپس دیدی ہے۔

عليه روحه وذلك قول الله عز وجل اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الي الاية[١]
ان الامامة اجل قدرا واعظم شانا من ان يبلغها الناس بعقولهم او ينالوهم بارائهم الامام مخصوص
بالفضل كله من غير طلب منه ولا اكتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب تحيرت الحكماء
وتقاصرت الاولياء وعجزت الادباء وحصرت البلغاء عن وصف شان من شؤونه او فضيلة
من فضايله يؤتيه الله عز وجل من مخزن علمه وحكمه ما لا يؤتي غيره وعن الرضا رضي
الله عنه انه قال ان سرك ان يلقى الله عز وجل ولا ذنب عليك فزر الحسين رضي الله عنه ان
بكيت على الحسين رضي الله ثم سالت دموعك على خديك غفر الله تعالى لك كل ذنب وان سرك
ان يكون لك من الثواب مثل ما لمن استشهد مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته وهم
ما لهم في الارض شبيه فقل متى ما ذكرته يا ليتني كنت معهم فافوز فوزا عظيما ولقد
نزل الى الارض من الملائكة اربعة الاف لنصره لم يؤذن لهم فهم عند قبره شعث غبر الى ان
يقوم القائم رضي الله عنه فيكونون من انصاره وسئل الرضا عن قبر فاطمة رضي الله عنها
فقال دفنت في بيتها فلما زادوا في المسجد صار قبرها في المسجد وعن الرضا رضي الله عنه انه قال
من شد رحله الى زيارتي استجيب دعاؤه وغفرت له ذنوبه من زارني في تلك البقعة كان
كمن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب الله له ثواب الف حجة مبرورة والف عمرة مقبولة

---

[١] اور یہ اللہ تعالے کا قول ہے (جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجکو دنیا سے لیلونگا اور اپنی طرف اوٹھا لونگا) بیشک امامت باعتبار بزرگی قدر اور عظمت شان کے اس سے بالاتر ہے کہ لوگ اوسکو اپنی عقلوں سے پہنچ سکیں اور اوسکو رایوں سے پا سکیں امام پوری بزرگی کے ساتھہ مخصوص ہے بدون طلب اور کسب کیے بلکہ مفضل وہاب کیطرف سے محض اختصاص ہے اوسکی احوال میں سے ایک حال اور اوسکی فضایل سے ایک فضیلت کے وصف سے حکما حیران اور ولی قاصر اور ادیب عاجز اور بلیغ گونگے اللہ تعالے اپنی علم وحکمت کی خزانہ سے جسقدر اوسکو دیتا ہے دوسری کو نہیں دیتا - اور نیز امام رضا سے ہے فرمایا اگر تجکو پسند آوے تو خدا سے ملے اور تجہر کوئی گناہ نہو تو امام حسین رضی کی زیارت کر اور اگر تو حسین رضی پر رووے اور تیری آنسو رخساروں پر بہیں اللہ تعالے تیری تمام گناہ بخش دیگا اور اگر تجکو خوش لگے کہ تجکو بہی اسقدر ثواب ملے جسقدر اونکو ملا ہے جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھہ اونکی اہل بیت سے شہید ہوئے حالانکہ روے زمین پر اونکا مثل نہیں تو تو یہہ کہہ جو میں تجسے ذکر کرتا ہوں - یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزا عظیما - اور زمین پر چار ہزار فرشتہ اوسکی مدد کی لیے نازل ہوئے - لیکن اونکو اجازت نہوئی پس وہ اوسکی قبر کے پاس پراگندہ سر غبار آلودہ قائم رضی اللہ عنہ کی قیام تک رہینگے اور اوسکے مددگار ہونگے کسینے امام رضا سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو پوچہا فرمایا اپنی گہر میں دفن ہوئیں اور جب مسجد میں بڑہایا تو اونکی قبر مسجد میں ہوگئی اور امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو شخص میری زیارت کی لیے کجاوہ باندہے اوسکی دعا قبول ہو اور اوسکی گناہ معاف ہوں اور جو شخص اوسجگہ میری زیارت کرے گویا اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کی اور اوسکی لیے ہزار حج مقبول اور ہزار عمرہ مقبول کا ثواب لکہا جاویگا ١٢

وكنت انا وآبائی شفعاؤه يوم القيمة وهذه البقعة روضة من رياض الجنة ومختلف
الملائكة لايزال فوج ينزل من السماء وفوج يصعد الى ان ينفخ في الصور وعن رسول الله صلى
الله عليه وسلم انه قال سيدفن بضعة مني بارض خراسان مازارها مكروب الا نفس
الله تعالى كربته ولا مذنب الا غفر الله تعالى ذنوبه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني وهو
على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني عارفا بحقي غفر الله
تعالى له ما تقدم من ذنبه وما تاخر وعن الرضا رضي الله عنه من زارني في غربتي كان معي
في درجتي يوم القيمة مغفورا له وعن علي بن محمد بن الرضا رضي الله عنهم انه قال من زار الرضا
فاصابه في الطريق قطرة من السماء حرم الله تعالى جسده على النار وعن علي بن محمد الرضا
رضي الله عنهم انه قال من كانت له الى الله عزوجل حاجة فليزر قبر جدي الرضا رضي الله عنه وهو
على غسل وليصل عند راسه ركعتين وليسال الله تعالى حاجته فانه يستجاب له ما لم يسال
في مأثم او قطيعة رحم وان موضع قبره لبقعة من بقاع الجنة لا يزورها مؤمن الا
اعتقه الله تعالى من النار وادخله دار القرار وعن الصادق رضي الله عنه انه قال من
زار واحدا من الائمة فكانما زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل للرضا رضي الله عنه
علمني قولا بليغا كاملا اذا زرت واحدا منكم فقال اذا صرت الى الباب فقف واشهد

؎ اور قیامت میں میں اور میرے آباء اوسکی شفیع ہونگے اور یہہ جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور فرشتوں کے آمد ورفت کی جگہ ہے نفخ صور تک ہمیشہ
ایک جماعت فرشتونکی اوتریگی اور ایک چڑھیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے فرمایا عنقریب میرا لخت جگر خراسان کی زمین میں دفن
ہوگا جو مصیبت زدہ اوسکی زیارت کریگا خدا اوسکی سختی دور کردیگا اور جو گنہگار اوسکی زیارت کریگا اوسکے گناہ معاف کریگا - امام رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے فرمایا جو شخص نہا کر میری زیارت کرے اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائیگا - جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا
امام رضا رضہ سے مروی ہے جو شخص میرا حق سمجھکر میری زیارت کریگا اوسکے پہلے پچھلے گناہ خداتعالیٰ بخشیگا - امام رضا رضہ سے مروی ہے
جو شخص میری غربت میں میری زیارت کریگا قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں بخشا ہوا ہوگا - علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم
سے مروی ہے فرمایا جس شخص نے امام رضا کی زیارت کی اور رستہ میں اوسکو آسمان سے مینہ کا قطرہ پہنچ گیا اللہ تعالیٰ اوسکے بدن کو آگ دوزخ پر حرام
کردیگا - علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرمایا جسکو خدا کیطرف کوئی حاجت ہو چاہیے کہ نہا کر دادا رضا کی قبر کی زیارت
کرے اور سر کے متصل دو رکعتیں پڑھے اور اللہ سے حاجت مانگے تو اوسکی دعا قبول ہوگی جبتک گناہ اور قطع رحم کیلئے دعا نہ کرے اور
اونکی قبر کی جگہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے جو مومن اوسکی زیارت کریگا اللہ اوسکو آگ سے آزاد کریگا اور اوسکو جنت میں داخل
کریگا - امام صادق رضہ سے مروی ہے فرمایا جس نے کسی امام کی زیارت کی گویا اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی - امام رضا رضہ سے
کسی نے کہا کہ مجھکو کوئی بلیغ کامل کلمہ سکھلائیے کہ میں آپکی زیارت کے وقت پڑھوں فرمایا جب دروازہ پر جاوے تو ٹھہر اور شہادتین پڑھ ۱۲

السّهاد تین وانت علی غسل واذا دخلت ورأیت القبر فقف وقل الله اکبر الله اکبر
ثلثین مرة ثم امش قلیلا وعلیك السکینة والوقار وقارب بین خطاك ثم قف و
کبر الله عز وجل ثلثین مرة ثم ادن من القبر وکبر الله عز وجل اربعین مرة تمام مائة مرة
ثم قل السلام علیکم یا اهل بیت الرسالة ومختلف الملائکة ومهبط الوحی وخزان العلم
ومنتهی الحلم ومعدن الرحمة واصول الکرم وقادة الامم وعناصر الابرار ودعایم
الاخیار وابواب الایمان وامناء الرحمن وسلالة النبیین وعترة صفوة المرسلین صلی الله علیه
وسلم ورحمة الله وبرکاته السلام علی ائمة الهدی ومصابیح الدجی واعلام التقی وذوی
الحجی والنهی ورحمة الله وبرکاته السلام علی محال معرفة الله تعالی السلام علی مساکن ذکر الله
تعالی ومساکن برکة الله تعالی ومعادن حکمة الله تعالی سر الله عز وجل وحملة کتاب الله عز و جل
وورثة رسول الله صلی الله علیه وسلم ورحمة الله وبرکاته السلام علی الدعاة الی الله عز و جل
والادلاء علی مرضات الله عز وجل والمظهرین لامر الله عز وجل ونهیه والمخلصین فی توحید
الله سبحانه ورحمة الله وبرکاته انی مستشفع الی الله تعالی بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی
وحاجتی اشهد الله سبحانه انی مؤمن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی الله عز وجل من عدو

لے اور تو نہایا ہوا ہو اور جب اندر جائے اور قبر دیکھے تو ٹھہر اور تیس مرتبہ الله اکبر پڑھ پھر تھوڑا سا تسکین اور وقار کے ساتھ چل اور چھوٹے
قدم رکھ پھر ٹھہر اور تیس مرتبہ تکبیر پڑھ پھر قبر کے قریب ہو اور چالیس مرتبہ تکبیر پڑھ یہ پوری سو مرتبہ ہوگئی پھر کہہ تم پر سلام ہو
ای اہل بیت رسالت اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور وحی کے نزول کی جگہ اور علم کے خزانچی اور حلم کے ختم ہونے کی جگہ اور رحمت کی
کان اور کرم کے اصل اور استون کے سردار اور نیکیوں کے عنصر اور بہتروں کے ستون اور ایمان کے دروازے اور خدا کی امانت اور انبیا کے
خلاصہ اور رسولوں کے برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں سلام اوپر ائمہ ہدی اور اندھیروں کے چراغ اور تقوی کے
جھنڈے عقل و دانش والے اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالے کی معرفت کی محلوں پر سلام اللہ تعالے کے ذکر اور برکت
کی ساکن پر سلام اور اللہ کے حکمت اور بھیدوں کا نونپر اور اللہ کتاب کے اوٹھانی والو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثو نپر سلام اور
اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف بلانی والونپر اور اللہ کی رضی کیطرف راہ بتانی والوں پر اور اللہ کی امر و نہی کے ظاہر کرنے
والونپر اور اللہ کے توحید میں اخلاص والونپر سلام اور اللہ کے رحمت اور برکات ہوں میں اللہ کی یہاں تمہاری شفاعت چاہتا ہوں
اور اپنی مطلب اور سوال اور ارادہ اور حاجت سے آگے تمکو پیش کرتا ہوں میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ مجھکو تمہاری ظاہر و باطن
پر ایمان ہے ۔ ۱۲ ۔

آل محمد من الجن والانس وصلى الله على محمد وآله الطاهرين وسلم تسليما وعن الرضا[۱]
رضی الله عنه وعن آبائه رضی الله عنهم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قیل له یا رسول الله متی یخرج
القائم من ذریتك فقال صلی الله علیه وسلم مثله مثل الساعة لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ
ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً وبرواية اهل البیت فی صفة المهدی
رضی الله عنه یحکم بالعدل ویامر به یخرج من تهامة یصدقه الله عز وجل فی قوله ویصدق
الله عز وجل تجمع الله تعالی له من اقصی البلاد علی عدة اهل بدر ثلثمائة وثلثة عشر رجلا
معه صحیفة مختومة فیها عدد اصحابه باسمائهم وبلادهم وحلاهم له علم اذا حان وقت
خروجه انتشر ذلك العلم وانطقه الله عز وجل وناداه العلم اخرج یا ولی الله وله
سیف مغمد فاذا حان وقت خروجه اقتلع ذلك السیف من غمده وانطقه الله عز وجل
وناداه السیف اخرج یا ولی الله فیخرج ویقیم حدود الله ویحکم بحکم الله عز وجل جبرئیل
علیه السلام عن یمینه ومیکائیل علیه السلام عن یساره طوبی لمن لقیه وطوبی لمن احبه وطوبی لمن قال
به وعن ابی عبد الله جعفر الصادق رضی الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهدیا مضی ستة
وبقی ستة ویضع الله عز وجل فی السادس ما احب ومما قیل فی مرثیة الرضا رضی الله عنه

[۱] اور مین آل محمد کی دشمن سی خواه جن ہو یا انسان الله کی طرف بیزار ہون اور رحمت ہو الله کی محمد پر اور اوسکی اولاد طاہرین پر اور سلام ہو۔ امام رضا اور اونکی آبا سی روایت ہی کہ کسینی رسول الله صلی الله علیہ وسلم سی پوچھا یا رسول الله آپکی اولاد سی قائم کب ظہور فرمائیگا حضرت صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا اوسکی مثال قیامت کی ہی وہی ظاہر کریگا اوسکو اوسکی وقت پر بہاری ہی آسمانون مین اور زمینو نمین تمہاری پاس نہین آئیگی مگر ناگہان اور اہلبیت کی روایت سی ہی مہدی رضی الله عنہ کی صفت مین کرده انصاف کریگا اور حکم کریگا۔ تہامہ کی زمین سی نکلیگا الله تعالے اوسکی قول کی تصدیق کریگا اور وه الله تعالے کی تصدیق کریگا الله تعالی اوسکی پاس آدمی ملک سی تین سو تیره آدمی بقدر تعداد اہل بدر کے اکٹھی کریگا اور اوسکی پاس ایک مہری صحیفہ ہوگا جسمین اوسکی اصحاب کی تعداد اور اونکی نام اور انکو شہر اور انکی حلیے اور اوسکا علم ہوگا جب اوسکی ظہور کا وقت قریب آئیگا تو یہہ علم منتشر ہوگا اور الله تعالی اوسکو گویا کریگا اور پکاریگا ای ولی الله نکل اور اوسکی تلوار میان میں ہی جب اوسکی خروج کا وقت قریب ہوگا وه تلوار اپنی میان سی نکلیگی اور الله تعالے اوسکو گویا کریگا اور تلوار اوسکو پکاریگی ای ولی الله نکل پھر نکلیگا اور الله کی حدود قائم کریگا اور الله تعالی کے حکم کے ساتھہ حکم کریگا جبرئیل علیہ السلام اوسکی داہنی اور میکائل علیہ السلام اوسکی بائین ہوگا مبارک ہو جو اوس سی ملا مبارک ہو جسنی اوسکو دوست رکھا مژده ہو جو اسکا قائل ہوا امام ابو عبد الله جعفر صادق سی مروی ہے فرمایا ہم مین بارہ مہدی ہین چھہ گذر چکی اور چھہ باقی رہی اور الله تعالے چھٹی مین جو چاہیگا رکھیگا۔ امام رضا کے مرثیہ مین کسینی کہا ہے۔

اشعار قبر بطوس به اقام امام * حتم الیه زیارة و لمام * قبر سنا انواره یجلو العمی * و بتربه قد یدفع الاسقام * قبر اذا حل الوفود بربعه * رحلوا وحطت عنهم الآثام * ارواحکم موجودة اعیانها * ان عن عیون غیبت اجسام * تربة الرضا رضی الله عنه بطوس مبارکة کان یستشفی بها الناس وعن بعض وزراء خوارزم انه اصابه البرص فدعا الله تعالی عندها فشفاه الله سبحانه فعمر ذلک الوزیر فیها عمارة انفق فیها قریبا من عشرة الاف دینار وعن بعض کبار اهل البیت انه کان یقول فی دعائه **اللهم العن الرافضة فانهم یتهموننا** وعن زین العابدین علی بن الحسین رضی الله عنهما انه قال له رجل کیف رأیت منزلة ابی بکر وعمر رضی الله عنهما من النبی صلی الله علیه وسلم فقال کمنزلتهما الیوم وعن زین العابدین رضی الله عنه انه قال اقرب ما یکون العبد من غضب الله عز وجل اذا غضب ومن کلامه رضی الله عنه العافیة ملک خفی ومن کلامه قنوطک اعظم من ذنبک ومن روایته رضی الله عنه یقول الله عز وجل اذا عصانی من خلقی من یعرفنی سلطت علیه من خلقی من لا یعرفنی ومن کلامه رضی الله عنه یا اهل العراق احبونا حب الاسلام فما زال حبکم بنا حتی صار علینا عارا ابلغ شیعتنا انا لا نغنی عنهم من الله سبحانه شیئا وان ولایتنا لا تنال الا بالورع - انتهی بلفظه

لہ مرثیہ طوس مین قبر ہی جسمین امام مقیم ہے - اوسکی زیارت اور اوسکی طرف قرب واجب ہے - قبر جسکی انوار کی روشنی اندہے پن کو دور کرتی ہی - اور اوسکی مٹی سے بیماریان دور ہوتی ہین - ایسی قبر ہی جب جماعتین اوسکی صحن مین اترتی ہین - کوچ کرتے ہین اور گناہ اونسے دور ہوتی ہین تمہاری ارواح باعیانہا موجود ہین اگر تمہاری جسم آنکہونکی سامنے سے غائب ہوگئے ہین رضا رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹی طوس مین مبارک ہے لوگ اوس سے شفا طلب کرتے تھی - بعض وزراء خوارزم کی حکایت ہے اوسکو برص کی بیماری ہوگئی اوسنے اللہ تعالی سے اوسجگہ دعا مانگی پس اللہ تعالی نے اوسکو شفا دی اوس وزیر نے دس ہزار دینار خرچ کرکے ایک عمارت بنوائی - بعض کبار اہل بیت سے مروی ہے وہ اپنی دعا مین فرمایا کرتی تھی الہی **رافضیون پر لعنت** فرما کہ وہ ہمپر تہمتین جھوٹی لگاتی ہین - امام زین العابدین علی بن الحسین سے مروی ہی کسی شخص نے اونسے کہا کہ آپکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کیسا تھا فرمایا جیسا آج اونکا مرتبہ ہے - امام زین العابدین سے مروی ہی فرمایا غصہ کے وقت بندہ اللہ کی غصہ سے زیادہ قریب ہوتا ہی - اور آپکے کلام مین سے ہی عافیت پوشیدہ بادشاہت ہے - آپکی کلام مین سے تیری ناامیدی تیری گناہ سے بڑی ہی - اور آپکی روایت سے ہی اللہ عز وجل فرماتا ہی - جب میری مخلوق مین سے میری نافرمانی وہ کرتا ہی جو مجھکو پہچانتا ہے اوسپر اپنی مخلوق مین سے اوسکو مسلط کرتا ہون جو مجھکو نہ پہچانتا ہو - اور آپ کی کلام سے ہی ای عراق والو ہمکو دوست رکھو بقدر اسلام کے محبت تمہاری محبت تو ہمپر عار ہوگئی ہماری شیعہ کو پہنچا دو کہ ہم اونکے لیے اللہ تعالی سے کچھ کفایت نہیں کرسکتے اور ہماری ولایت و محبت بجز پرہیزگاری [illegible] ۱۲

اب اہل علم و انصاف اس عبارت مین بنظر تامل ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ اول خواجہ پارسا نے
نی مذہب شیعہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اوسکی بعد اونکی روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن
سے ائمہ اثنا عشر کی امامت کا ثبوت پایا جاتا ہی اور اون روایات کی مخرج کی مذہب کو بیان کر دیا تا
لوگ اوسکی اون روایات سے دہوکا نہ کہاوین جو متضمن بیان مذہب کو ہوون - اور اگر الحاق نہین ہی
تو غلطی سے استشہاد بخاری نقلاً عن الانساب نقل کر دیا بعد اوسکی اوسی قمی راوی سے کہ چھٹی روایت
جو کتاب الخصال مین مروی ہی - اور مطابق روایات اہل حق ہی نقل کی اور اوسکی تخریج اہل سنت کی
روایات سے کر کے اوسکی تاویلات سابقہ کیطرف اشارہ کیا اور اونکو یاد دلایا اور اس روایت کی
نقل سے اس امر کی طرف ایما کیا ہی کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مخترعہ ہین
اور صحیح یہہ ہی جو موید بروایات اہل حق ہی بعد اوسکی ساتوین روایت اوسی سے نقل کی جو
کتاب الخصال مین مذکور ہی اور اوسمین بطور بشارت کہ دو امر ارشاد ہوئی ہین ایک یہہ کہ اُمت کے
مثل باران عیسی ہی جسکی اول و آخر کی تمیز (خیریت و نفع رسانی مین) دشوار ہی دوسری یہہ
کہ جس امت کی اول مین مین اور ائمہ اثنا عشر ہون اور آخر مین عیسی بن مریم ہون وہ کیونکر
ہلاک ہو سکتی ہی چونکہ فی الجملہ یہہ روایت بہی روایات اہل حق کے مطابق تہی جز و
اول پورا مطابق ہی جزو دوم مین کہ خلفاء اثنا عشر حضرت قمی نے اپنی طرف سے تراش کر بڑہا دیا حالانکہ
اپنی مذہب کے بہی خلاف ہی کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اوائل امت مین شمار کرنا غلط ہی امام قائم
بالامر اواخر امت مین متصل حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہین نہ اوائل امت مین پس حضرت
صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ رہا ورنہ یون فرماتے انا واحد عشر خلیفۃ من بعدی اولہا
والامام القائم بالامر و عیسی بن مریم آخرہا - اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہی انا اولہا و اثنا عشر
خلیفۃ من بعدی والمسیح بن مریم آخرہا کہ مسیح کا عطف اثنا عشر پر ہی تو اول سے بہی زیادہ غلط
چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے لیکر آخر تک جانب آخر امت مین کہنا
بدیہی البطلان اور خلاف واقع ہی تو اسلیے خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی الجملہ اس روایت کی مطابق بہی ذکر دا شارہ کر دیا کہ اس روایت مین لفظ و اثنا عشر خلیفہ من
بعدی حضرت قمی کا افترا و اختراع ہی پہر یہہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کیطرف جو ائمہ
کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا ہے رجوع کیا اور اوسی ابو جعفر قمی کی روایت علامات امام
مین نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل محبت نے اپنی استدلال مین پیش کیا اور اپنی کمال دانشمندی سے
یہہ سمجہہ گیی کہ یہہ روایت خواجہ پارسا کی مقبولہ ہے اور اسپر یہہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل
روایت سکوت کیا تو یہہ سکوت دلیل قبول تسلیم روایت ہے اور یہہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کی
نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچہہ تعلق نہین اوسکی بعد
اور روایتین شیعہ کی متعلق فضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پہ تمام مرویات شیعہ کہ جو ائمہ کی
حق مین مبالغہ آمیز روایتین کرتی ہین اور اونکی مناقب و مدائح مین غلو و اغراق فرماتی ہین یہانتک
کہ انبیاء کے مرتبہ سے بہی بڑہا دیتی ہین جسپر جناب امیر کی یہ بات کہ خوب صادق آتی ہے یہلک
فی صنفان محب مفرط الخ روایات اہلبیت سے تکذیب فرمادی اور کہا کہ اہل بیت سے نقل فرمایا
کہ وہ اپنی دعا مین بجناب باری عز شانہ عرض کیا کرتے تہی اللہم العن المرافضۃ فانہم یتھمونا
افسوس کہ اسپر بہی آپ یہہ ہی فرماتی ہین کہ خواجہ پارسانی بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسیکو
آپ تسلیم کی دلیل قرار دیتی ہین - اگرچہ یہہ بحث کسیقدر طویل ہوگیی ہے لیکن ایک گذارش اور بہی رہگئی ہی
ذرا گوش انصاف و ہوش اسطرف متوجہ فرما کر سن لیجیی وہ یہہ ہے کہ کمال تعجب اور نہایت افسوس ہے
کہ آپنے باوجودیکہ سن تمیز سے ہی آپکو مناظرہ مین توغل انہماک رہا اور بہت کچہہ کتابین دیکہہ ڈالی
اور بہت لوگونسی مباحثہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اسمین صرف کیا اور مسائل خلافیہ
وغیرہ مین حق الیقین کا مرتبہ بہی بزعم خود حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بہی گوئی سبقت
لیگیی با اینہمہ ادعائی ہمہ دانی تحفہ کو بہی ملاحظہ نفرمایا جو اس دبستان کے اطفال کا پہلا سبق ہے
کہ اوسکی مصنف خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیسا استیصال کیا ہے مجہی امید ہے کہ اگر
آپ اوسکو ملاحظہ فرماتی تو اس دلیل کا نام بہی نہ لیتی لیجیی اب مین تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہون

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ فرماتے ہیں ۔ محمد بن علی بن بابویہ القمی و این قمی غیر آن قمی است کہ بخاری بوی استشہاد کردہ است و در روایت حدیث الشفاء فی ثلث شرطۃ محجم و شربۃ عسل وکیۃ بنار در کتاب الطب از صحیح خود گفتہ است ورواہ القمی عن لیث عن مجاہد زیرا کہ این بابویہ قمی از قرن رابع است ولیث از اوائل قرن ثانی امکان نیست کہ لیث را دیدہ باشد و از وی روایت کردہ و اگر روایت عن لیث را بر ارسال و روایتہ با لواسطہ حمل کنیم حالانکہ خلاف متعارف بخاری ہست در امثال این مقامات نیز درست نمی شود زیرا کہ وفات بخاری در سنہ ٢٥٦ ہست پس ابن بابویہ از وی متاخر است بزمان بسیار بوی چہ قسم استشہاد تواند کرد و لنعم ما قیل فی میلاد البخاری فانہ ولد فی صدق وعاش حمید او مات فی نور و ابن مطہر بعضی از بزرگان متاخرین را در فہم عبارت سمعانی غلط افتادہ چنان گمان بردہ اند کہ این قمی ہمان قمی است کہ بخاری بوی استشہاد نمودہ و در ینجا نقل عبارت سمعانی کردہ شود و منشا غلط بیان کردہ آید قال السمعانی فی المنسوبین الی قم وابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی نزل بغداد وحدث بہا عن ابیہ وکان من شیوخ الشیعۃ ومشہوری الرافضۃ روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی ولیعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی استشہد بہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب فقال فی حدیث الشفاء فی ثلثۃ شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس والاسناد العمید ابو طاہر سعد بن علی بن عیسی القمی صار وزیر السلطان سنجر بن ملکشاہ الی اخر ما قال عبارت الانساب وصرح شراح البخاری بان القمی الذی استشہد بہ البخاری ہو یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی ا

عہ سمعانی نے اونکے بیان میں جو قم کی طرف منسوب ہیں کہا ہی اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی بغداد میں اترا اور اپنے باپ سے وہاں حدیث کی شیعہ کے شیوخ اور رافضیوں کی مشہوریوں میں تہا محمد بن طلحہ نعالی نے اوس سے روایت کی اور یعقوب بن عبد اللہ بن سعد قمی بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الطب میں اوسکے ساتھ استشہاد کیا ہی اور اوس حدیث میں جسکا حاصل یہہ ہی کہ شفا تین چیزوں میں ہی سینگی لگانا شہد پینا آگ کے ساتھ داغ دلوانا کہا ہی (روایت کیا ہی اسکو قمی نے لیث سے اور اوسنے مجاہد سے اور اوسنے ابن عباس سے) اور استاد عمید ابو طاہر سعد بن علی بن عیسی قمی جو سلطان سنجر بن ملکشاہ کا وزیر ہو گیا تہا آخر عبارت سمعانی تک ۔ اور بخاری کی شرحوں نے تصریح کی ہی کہ بخاری نے جس قمی کے ساتھ استشہاد کیا ہی وہ یعقوب بن عبد اللہ بن سعد قمی ہے ۱۲ ۔

لا ابن[1] بابویه والضابطة فی کتاب الانساب ان یعطف احد المنسوبین بنسبة واحدة علی اخر بواو وعطف مکتوبة بالحمرة فلعل ناسخ نسخة ذلک البعض سهافکتب تلک الواو بالسواد حتی ظن من رواة ابن بابویه وان ما بعده وهو قوله مستشهد به البخاری مما یتعلق بحال ابن بابویه والواقع لیس کذلک بل تمت ترجمة ابن بابویه الی قوله روی عنه محمد بن طلحة النعالی وابتداء بقوله ویعقوب بن عبید الله بن سعد استشهد به البخاری فی ترجمة اخری وکل هذا نشاء من غلط الناسخ وتحرف الناسخ اشد تغلیطا من هذا القدر والله العاصم عن کل زلل - انتهی

بلفظه الشریف اب اس تقریر سے صاف واضح ہوگیا کہ ابوجعفر قمی سے نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استشہاد کیا اور نہ انساب مین بخاری کا اوس سے استشہاد منقول ہے صرف بعض متاخرین کو کاتب کی غلطی سے غلطی واقع ہوگئی ہے اور واضح ہو کہ بالفرض اگر بعض سے مراد علامہ دہلوی رح کی خواجہ پارسا رح ہی ہین تاہم اس تقریر کا مدار اسی امر پر ہی کہ اس عبارت کو خواجہ مرح کی تسلیم کر لیجاوے اور اوسمین اوسکی الحاق کے نسبت چون و چرا نکی جاوے ہی - چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرائن خارجیہ ہی پر ہی جسمین گفتگو کی گنجایش ہے اور جواب بدون اوسکی بھی حاصل تہا تو اسلیے حضرت خاتم المحدثین صاحب تحفہ نے اوس عبارتکو خواجہ پارسا رح کی ہی تسلیم فرض کر کے جواب تحریر فرمایا تو اب بعد اوسکی اس تقریر مین اور تقریر سابقہ مین جو متعلق الحاق بیان ہوچکی ہی باہم کچھہ تعارض و تناقض نہین ہے اب اسقدر گذارش کرنا اور باقی رہگیا ہی کہ بحمد اللہ تعالی ایسی ایسی واہیہ و موضوعات و مفتریات سے اہل سنت کی مذہب پر خرابی واقع ہونا محالات سے ہے - لیکن یہہ ہی روایت کہ جسکی ناصبیہ کا ذبہ سے امارات وضع و افترا ظاہر

---

[1] ترجمہ ابن بابویہ ختم ہو گیا کتاب الانساب کا قاعدہ یہہ ہی کہ جو لوگ ایک نسبت کے ساتہہ منسوب ہین ان مین سے ایک کو دوسرے پر سرخی کا واو درمیان مین لکہہ کے عطف کرتا ہی شاید اس نسخہ کی کاتب نے یہہ واو سہوًا سیاہی سے لکہدیا یہانتک کہ یعقوب بن عبد اللہ ابن بابویہ کی روات سے گمان کیا گیا اور یہہ کہ مابعد اوسکا اور وہ قول استشہد بہ البخاری ابن بابویہ کے حالات سے متعلق ہی حالانکہ واقع مین ایسا نہین ہے بلکہ ابن بابویہ کا حال قول روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی تک تمام ہو گیا تہا اور قول و یعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشہد بہ البخاری سے دوسرا حال شروع کیا اور یہہ سب کاتبوں کی غلطی سے ناشی ہی اور کاتبوں کی غلطی اس سے بہی زیادہ سخت ہوتی ہی اور اللہ تعالے ہی نگہبان ہی ہر ایک لغزش سے - ۱۲ -

وباہر ہین حضرات شیعہ کی مذہب پر خرابی ڈالنی کے واسطی کافی ہی شرح اس اجمال کی مختصر ایہہ ہی کہ اس روایت مین بعضی جملی ہین جو دوسری روایات کی معارض و مناقض ہین اور نیز باہم متعارض ہین (۱) اس روایت مین مذکور ہی کہ شجاع تر ہو اور جب ہم تتبع روایات و حالات ائمہ کرتے ہین تو نقیض شجاعت ثابت ہوتی ہی روی الاخباریون کلہم من الامامیۃ عن ابی حمزۃ الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزۃ قال لی علی بن الحسین کنت متکئا علی الحائط وانا حزین متفکر اذ دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحۃ فنظر فی وجہی ثم قال ما سبب حزنک قلت الخوف من فتنۃ ابن الزبیر قال فضحک ثم قال یا علی ہل رایت احدا خاف اللہ ولم ینجہ قلت لا قال یا علی ہل رایت احدا سال اللہ فلم یعطہ قلت لا ثم نظرت فلم ار قدامی احدا فعجبت من ذلک فاذا بقائل اسمع صوتہ ولا اری شخصہ یقول یا علی ہذا الخضر عن تحفہ قطع نظر اس ہی اس روایت سی قراین اور حالات کو حسب تصریح علما شیعہ جب دیکہا جاتا ہی تو کچہہ نفی شجاعت کی نہین پائی جاتی بلکہ معاذ اللہ توبہ توبہ قطع نظر عدم شجاعت سی بغیبرت و بحفاظتی حضرات کی دشمنون کی طرف منسوب ہوتی ہی جناب امیر اور جناب حسنین رضی اللہ عنہم کی نسبت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت مین انکی مظلومی کے کیفیت بیان کرنے پر آتے ہین تو نہ شجاعت ہی چھوڑتی ہین اور نہ غیرت و حمیت ہی باقی رہنی دیتے ہین بلکہ دین و ایمان تک خیرباد کہدیتی ہین (۲) و محدث باشد یہہ بالکل خلاف کتاب اللہ ہی کیونکہ قرآن مجید مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصراحت تام مذکور ہی وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کے ختم نبوت کو بالکل باطل کرنا ہی

سلہ امامیہ کے تمام اخباریون نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن الحسین سے روایت کی ہی ابو حمزہ نے کہا مجسی امام زین العابدین نے فرمایا مین اندوہ اور فکر کی حالت مین دیوار سی سہارا لگائی ہوئی تہا ناگاہ ایک شخص عمدہ لباس اچھی خوشبو والا آیا اور میری چہری کیطرف دیکہا اور کہا کہ تیری اندوہ کا کیا سبب ہی مینی کہا کہ مین ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرتا ہون فرمایا وہ ہنس پڑا پہر کہا ای علی کیا تونی کسیکو دیکہا کہ خدا سی ڈرا ہو اور اسکو نجات نہ دی ہو۔ مین نے کہا نہین۔ کہا ای علی کیا تونے کسیکو دیکہا ہے کہ خدا سی سوال کیا اور اوسی نہ دیا ہو مینی کہا نہین پہر مینی نظر کی تو اپنی سامنی کسیکو نہ دیکہا مجکو اسکا سی تعجب ہوا ناگاہ ایک ایسی قائل کے آواز کو سنا جسکی صورت کو نہ دیکہتا تہا کہتا تہا ای علی یہہ خضر ہے ۱۲۔

کیونکہ محدثیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اسطرح پر کہ فرشتہ کی صرف آواز مسموع ہو اور اوسکا مشاہدہ نہو خواہ اوسکا نام وحی رکھا جاوی یا نہ رکھا جاوی یہہ آپکی اختیار ہی آپکی حضرت کلینی نے امام سجاد سے روایت کی ہی وان علی بن ابی طالب[1] کان محدثا وھو الذی یرسل اللہ الیہ الملک فیکلمہ ویسمع الصوت ولا یری الصورۃ (۳) ونزد وی مصحف فاطمہ بہر بود۔ کیا جناب امیر کا مصحف کافی نہ تھا جو صحیفہ جناب فاطمہ کی ضرورت پڑی (۴) وامر معروف کنندہ ونہی از منکر کنندہ نہ بود کیا اسیکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ غلط مسائل خلق کو بتلا کر گمراہ کرین استبصار کو دیکہہ لیجیی حال منکشف ہو جاویگا اور قسم کہا کر امراء جور کی جہوٹی تعریفین اور خوشامد کرین خطبہ فللہ بلا وفلان وغیرہ سے آپکی کیفیت منکشف ہو سکتی ہی اور کیا امر بمعروف ونہی از منکر اسیکا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلع خلافت کر کے کیا (۵) دعای او مستجاب بود کہ بر سنگ دعا کند دو پارہ شود۔ افسوس کہ کام ظالمین کے ظلم و زیادتیان سہتے سہتے ثقلین ذلیل و خراب ہوگئی دین و دنیا ایک عالم کے درہم و برہم ہوگئی ائمہ اوسکا دفع کر سکتی تہی اور نہ کیا اگر ظاہر سے فوج وسپاہ ذو عدد وعدد نہین تہی تو کاش کوئی دعای سحری ہی کام کرتے جس سے حمایت دین کا کام تمام ہوتا ست کی اصلاح ہو حق حقدار کو پہنچتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جسقدر ائمہ کی زمانہ مین حکام وامراء تہی جابر و ظالم و دشمن دین نہ تہی ورنہ پہر استجابت کسدن کیلئے رکہہ چہوڑی تہی (۶) درمیان او و خدا عمودی بود از نور کہ بہ بیند دروی اعمال بندگان ہرچہ بدان محتاج بود یہہ جملہ اور وہ جملہ جو اسکی بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہین اور وہ جملہ یہہ ہی وگاہی بسط کردہ شود برای او پس بداند وگاہی قبض کردہ شود از وی پس نداند جملہ اول دلالت کرتا ہی کہ ہر شی کو ہر وقت معلوم کر سکتی ہین تو ہر وقت بدون تخصیص شی دون شی وزمان دون زمان ہر ایک شی جسکی حاجت ہو معلوم کر سکتی ہین اور جملہ دوسرا اوسکا مدعا یہہ ہی کہ ائمہ پردہ وحجابتین

[1] اور علی بن ابی طالب محدث تہی اور محدث وہ ہی جسکی طرف اللہ فرشتہ بہیجی وہ اوس سے کلام کری اور آواز سنی اور اوسکی صورت نہ دیکہی ۔۱۲۔

طاری ہوتی ہین ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بسط کی حالت بسط مین مغیبات کو جانتی ہین اور حالت قبض مین مغیبات کے ساتھہ علم متعلق نہین ہوتا اور نیز جسقدر ثانیہ اوسکی بہی منافی جو آپکی علماء محدثین و فضلاء شیعہ مین نے جناب امیر کے واسطے علم ما کان و ما یکون ایسی روایات سے ثابت کیا ہی کہ شاید بعض رتبہ مین درجہ تواتر کو پہونچتی ہون چنانچہ آپکی امام کلینی کافی مین اور ابن بابویہ نے خصال وغیرہ مین ثابت کیا ہی بنظر اختصار اسجگہ صرف ایک روایت خصال پر اکتفا کرتا ہون — حدثنا ابی و محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا سعد بن عبد اللہ قال حدثنا عیسی بن عبید و ابراہیم بن اسحق بن ابراہیم عن عبد اللہ بن حماد الانصاری عن صباح المزنی عن الحارث بن حصیرة عن الاصبغ بن نباتہ[۵۱] عن امیر المومنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی الف باب من الحلال والحرام و مما کان و ما یکون الی یوم القیمۃ کل باب منہا یفتح الف باب فذلک الف الف باب حتی علمت علم المنایا والبلایا و فصل الخطاب — اب اس روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور اس جملہ سے مطابقت دیجیے بلکہ اس روایت سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہی کہ جناب امیر کو جسقدر علم ما کان و ما یکون تہا وہ اس تعلیم کے طفیل تہا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی حالت مین سرگوشی فرماکر تعلیم فرمایا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نوری محض حضرات کا اختراع ہی اور یہہ ظاہر ہی کہ یہہ تعلیم ائمہ باقیہ تک انہین پہونچی تو چاہیے کہ انکو علم ما کان و ما یکون نہو علاوہ ازین کتاب اللہ کی بہی مخالف ہی حق تعالی شانہ فرماتا ہی وما تدری نفس ماذا تکسب غدا[۵۲] القمی عن الصادق[۵۳] هذه الخمسة اشياء لم يطلع عليها ملك مقرب ولا نبي مرسل وهي من صفات الله تعالى اور فرماتا ہی عالم الغیب فلا یظہر

---

[۵۱] اصبغ بن نباتہ جناب امیر سے روایت کرتا ہی کہتا ہی مینی جناب امیر سے سنا فرماتے تہی کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حلال سے اور حرام سے جو گذر چکا ہی اور جو آئندہ ہوگا ہزار باب تعلیم فرمائی کہ ہر باب مین ہزار باب کہولتا ہی تو یہہ دس لاکہہ باب ہوئی یہانتک کہ مین نے موتون اور مصیبتون اور جہگڑونکی فیصلہ کا علم سیکہلایا گیا — ۱۲ [۵۲] اور کوئی نفس نہین جانتا ہی کہ کل کو کیا کمائیگا — [۵۳] امام صادق سے روایت ہی ان پانچ چیزون پر نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل مطلع ہی اور یہہ اللہ کی صفات سے ہین ۱۲

علےٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول[1] الخ (۷) ابن بابویہ قمی نے جو روایت خصال میں بیان علاماتِ امام میں لکہی ہی ہم اوسکو نقل کرکے بعض فوائد بیان کرتے ہین۔[2] عشر خصال من علامات الامام علیه السلام عن ابی عبدالله جعفر بن محمد علیهما السلام قال عشر خصال من صفات الامام العصمة و النص وان یکون اعلم الناس واتقیٰهم لله واعلمهم بکتاب الله وان یکون صاحب الوصیة الظاهرة ویکون له المعجزة والدلیل وینام عینه ولا ینام قلبه ولا یکون له فیئ ویرےٰ من خلفه کما یرےٰ من بین یدیه قال مصنف هذا الکتاب معجز الامام ودلیله فی العلم واستجابة الدعوة فاما اخباره بالحوادث التی تحدث قبل حدوثها فذلک بعهد معهود الیه من رسول الله صلے الله علیه واٰله وانما لا یکون له فیئ لانه مخلوق من نور الله عزوجل واما رویته من خلفه کما یرےٰ من بین یدیه فذلک لما اوتی من التوسم والتفرس[3] فی الاشیاء قال الله عزوجل ان فی ذٰلک لاٰیٰتٍ للمتوسمین۔۔ انتہی اب براہ مہربانی اس روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکہیے کہ آپکے صدوق صاحب نے اس روایت میں جو روایت سابقہ سے کسیقدر مخالف ہی ائمہ کی لیے معجزہ بہی ثابت کردیا ہے بعد اسکی آپ اپنے صدوق صاحب کی تاویل بلکہ تحریف کا بہی معائنہ فرمائیے کہ اونہوں نے معجزہ کو علم کے ساتہہ مخصوص فرمایا اور اخبار بالحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اوسکی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث بعہد معہود من الرسول ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو اپنا خانہ زاد ہو اور کسی سے ماخوذ نہو تو آپکے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجہا اور یہہ خیال کیا کہ یہہ بعہد معہود الیه من الرسول نہیں ہے حالانکہ اونہی اپنی کتاب الخصال کی وہ روایت جو ا ہی

---

[1] بہید کا جاننے والا نہین ظاہر کرتا اپنی بہید کو کسی پر مگر جو پسند کرلیا کسی رسول کو ۱۲ [2] امام کی صفات سے دس خصلتین ہین عصمت اور نص اور یہہ کہ زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار اور زیادہ کتاب الله جاننے والا اور ظاہر وصیت والا ہو اور اوسکی لیے معجزہ اور دلیل حاصل ہو اور اوسکی آنکہہ سوتے اور دل بیدار ہو اور اوسکی سایہ نہو اور جیسا سامنے سے دیکہے ویسا ہی پیچہے سے دیکہے۔ اس کتاب کا مصنف کہتا ہی امام کا معجزہ اور دلیل علم اور قبولیت دعا مین ہے اور امام کے پیشین گوئیان یہہ رسول الله صلی الله علیه وسلم کے عہد سے حاصل ہین اور سایہ اسلیے نہین ہوتا کہ وہ خدا کے نور سے مخلوق ہے اور پیچہے کو دیکہہ سکتا ہی کہ اوسکو فراست عطا ہوئی ہی الله تعالی فرماتا ہی اسمین نشانیان ہین فراست والون کے لیے ۔۱۲

[3]

ضلال سے نقل کے گئی علمنی الف باب خود بطریق متنوعہ روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد
نہی علاوہ اسکی جب اخبار بالحوادث بعہد معہود الیہ ہی تو وہ مسعود نوری جو روایت
سابقہ مین بنایا گیا ہی وہ محض وضع و اختلاق ہی اور نیز قصہ قبض و بسط کا بے غلط ہوا

قوله سیوم یہہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبد الحق صاحب دہلوی کی توصیف مین کتاب
ایضاح لطافۃ المقال مین لکہا ہی کہ تصانیفش در علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت
وجماعت وکلامش بجہت اتصاف بجودت و انصاف مستند اصحاب درایت و براعت است
انتہی بقدر الحاجۃ - اور یہہ روایت بہی شیخ عبد الحق صاحب کے تصنیف دینی مین بلا رد و انکار منقول ہی
چاہئی کہ یہہ بہی مسلم الثبوت علماء اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہو - **اقول** فاضل رشید
رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہہ نہین فرمایا کہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم از سہو و خطا ہی بفرض محال
اگر یہہ باب ثابت بہی ہو جاوی کہ یہہ روایت بلا رد و انکار علی سبیل التسلیم نقل کی ہی تو بہی اسکی
صحت کو مقتضی نہین ہی کیونکہ جب بداہۃً نقل مطابق منقول عنہ کے نہین تو کیونکر واجب التسلیم
ہوگی - معہذا اگر یہہ قاعدہ آپکا مسلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام مرویات اور اسیطرح ابنی طوسی
صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہونگی علاوہ ان سب کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے بہی
اصح سمجہی جاتی ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہونگی - اور متقدمین مین سے
جوالیقی و صاحب الطاق وغیرہ بہی مسلم الثبوت ہین انکی روایات بہی بلا دلیل بسر و چشم قبول ہونگی
لیکن ہم دیکہتی ہین کہ یہہ بالکل غلط اور غیر معقول ہی ہشام بن الحکم نے جوالیقی اور صاحب الطاق
پر رد لکہا ہی معالم العلما محمد بن علی بن شہر آشوب ہین دیکہیہ یعنی ہشام بن الحکم کے ترجمہ مین لکہا ہی
جس جگہ اسکی مصنفات بیان کیی ہین - الرد علی ہشام الجوالیقی اور پہر لکہا ہی کتاب علی
شیطان الطاق اور واضح ہو کہ یہہ مبارک لقب آپکی ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہی بندہ کی
طرف سے نہ خیال فرماوین کہ بندہ نے یہہ گستاخی نہین کی - آپکی امام کلینی جو مسلم الثبوت اور
کتاب کافی جو صحاح اربعہ مین اعلی مرتبہ اور امام پر پڑہی گئی ہی آپکو معلوم ہی کہ اسمین تحریف

واسقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہین حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات کو موضوع ومفتری اور اونکے قائل کو کاذب فرمایا ہی - وقال شیخنا[1] الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثراہ فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبیہ ھو ما بین الدفتین وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک قال ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فھو کاذب نقلاً عن التفسیر الصافی صفحہ نمبر ۱۵ اسیطرح ابن مطہر حلی نے حدیث لیلۃ الہریر اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا ہی حالانکہ کلینی مین باسناد صحیح مروی ہین سید مرتضی علم الہدی نے اپنے استاد الاستاد شیخ ابن بابویہ کی حدیث جو میثاق کے باب مین روایت کی ہی تکذیب کی ہی اور موضوع کہا ہی باوجودیکہ اوسکی سند بھی صحیح ہی لیکن اتنا فرق ہی کہ ہمنی اوس روایت کی ہی جسکی سند حسب قاعدہ بالاتفاق مجروح تہی تکذیب کی ہی اور حضرات نے اون روایات کو موضوع ومفتری کہا ہی جنکی سند کی صحت مسلم الثبوت فرقہ سی پہر جو جواب ہماری تکذیب کی روایات کیطرف سی تجویز فرماوین وہی ہماری طرف سی براہ مہربانی قبول فرماوین - باقی رہا رد و انکار کے نسبت اوسکی گذارش مفصلاً ہو ہی چکا ہی قولہ کہا ہم یہہ کہ اگر یہہ روایت جو خواجہ پارسا و شیخ عبدالحق نے اثبات الامامت مین نقل کی ہی موضوع ومفتری ہی اور ہم جانتی ہین کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً ایسے ہی کہنا پڑیگا سو لازم آئیگا کہ حضرت خواجہ پارسا و شیخ عبدالحق صاحب نہایت ہی صاحب حیا و غیرت مین کہ خود سی اپنی بحث مین اہل حق پر اس گمان و وہم سی کہ وہ ایتین موضوعہ نقل کر گئے جناب امیر علیہ السلام کی افضلیت ثابت کرتی ہین نہایت ہی تشنیعات شنیع وتعریضات قبیح وارد کی ہین یہہ کیا اندہیر ہی کہ بمصداق اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم تمام اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی خود مرتکب ہوئی

---

[1] ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی طیب اللہ ثراہ نے اپنی اعتقادات مین کہا ہی ہمارا اعتقاد یہہ ہی جو قرآن اللہ تعالی نے اپنی نبی پر نازل فرمایا تہا وہ وہی ہی جو دو پٹھونکی درمیان ہے اور جو لوگونکے پاس ہی وہ اس سے زیادہ نہین ہے اور جو ہماری طرف نسبت کرے کہ ہم کہتی ہین کہ یہہ زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے - ۱۲ -

کہ جسکا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع و روایت مجعول کہ اونکی زعم مین محض
کذب و افترا ہی حضرت امام رضا علیہ السلام کی نام لگاکر روایت کی اور اوسکو دینی کتاب مین جو ہدایت
خلق سیما اہل سنت کی لیے تصنیف کی ہی لکھی اور کچہہ بہی اوسکا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس اسکی اوسکی راوی
کی توثیق دبخاری کا اعتماد نقل کیا اور سنی مسلمانونکو جو ضعیفونکی ایسی خرافات سے پاک ہین گمراہ
کیا کیونکہ جب وہ دیکہینگی کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل و معتمد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب مین لکہا ہی
اور بجائی رد و انکار کے اوسکی راوی کی توثیق کی ہی تو بیشک اوسکو حق سمجہینگی اور تصدیق کرینگی
اقول یہہ جوش و خروش ہماری مجیب کا محض اپنی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب سے
ہی کہ عبارت فصل الخطاب و رسالہ مناقب جسمین ترجمہ فصل الخطاب مذکور ہی نہین سمجہی نہ فی الحقیقت
نہ اوس روایت کی اوسمین توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہی اور نہ کسیکو گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتہ
فہمی سے گمراہ ہو اوسکا الزام اونکی ذمہ نہین ہو سکتا ہزارہا آدمی معانی قرآن کے نہ سمجہنی کی
وجہ سے گمراہ ہوگیی معاذ اللہ خدا تعالے پر اوسکا الزام آپکے نزدیک نہین حالانکہ وجوب لطف
کی بہی آپ قائل ہین پس بحمد اللہ بقول سامی سنی مسلمان اب بہی ایسی خرافات سے پاک و منزہ
ہین اور اہل سنت کی تشنیعات و تعریضات کچہہ فضائل ائمہ کی ہی بابت نہین ہین بلکہ تمام الٰہیات
و نبوات و اعتقادات و عملیات کی نسبت ہین اگر آپ تہوڑی سے بہی تحقیقات اپنی روایات
و عقائد کی فرمائین تو آپ پر بہی واضح ہو سکتا ہی اور مشرح جواب اس دلیل کا ابحاث سابقہ
کی ضمن مین گذر چکا ہی اوس سے آپکو واضح ہوگیا ہوگا کہ ہمکو کچہہ مجبوری نہین کہ ہم اوس
روایت کو موضوع و مفتری ہی کہین گو فی الحقیقت موضوع و مفتری ہے پس
آپکا یہہ فرمانا صرف آپکی کمالی فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہی۔ باقی کلمات
ناملائم کا جواب ہم دانستہ قلم انداز کرتے ہین **قولہ** اب افضلیت کے باب مین حضرت
خلیفہ اول کی شہادت لیجیی۔ کنز العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے
فصل ثانی کے کتاب الامارت حرف ہمزہ مین لکہا ہی عن ابی النضر قال لما الیعطاء الذہبی

عن بیعۃ ابی بکر قال من احق بھذا الامر منی الست من صلی الست الست فذکر خصالا۔
خلیفہ اول کے یہہ کلام صریح اسپر دال ہی کہ سبقت اسلامیہ و خصال شریفہ مزعومہ اپنی کو اپنی خلافت کی فضلیت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بہی احق خلافت وہی ہی جو فضل ہو۔ **اقول** اجی میر صاحب ہمنی یہہ کب کہا ہی کہ افضل احق بالخلافت نہین ہی مدعا کچھہ ہت آپ کچھہ فرمانے لگی۔ اصل مدعا جسکی اثبات کا آپنے بیڑا اوٹھایا ہی وہ ہی آپکی حافظہ شریفہ سے نکل گیا ہی پہلی اوسکو سوچکر یاد کریجی پہر اس روایت سی اوس مدعا پر استدلال کیجیی۔ افسوس کہ جناب نے یہہ خیال نفرمایا کہ ثبوت احقیۃ مثبت اشتراط افضلیت نہین ہے بلکہ اگر آپ بنظر تامل ملاحظہ اس دلیل کا کرین تو اس آپکے ہی دلیل سی اثبات عدم اشتراط افضلیت ہوتا ہی کیونکہ جسوقت ایک فرد کے لیی افضلیت اور احقیت ثابت ہوئی اور ظاہر ہی کہ افعل التفضیل مین زیادتی نسبی ہوتی ہی جسکو اوسکی وضع مقتضی ہے تو افراد باقیہ کے لیی بہی فی الجملہ فضل احقیق بالخلافت ہونا ثابت ہوا پہر اگر خلافت حق کو کسی وجہ سے نہ پونہچی اور حقیق کو پہونچ جاوی تو کوئی وجہ نہین ہے کہ منعقد نہو کیونکہ جب حقیق بالخلافت ہونا اوسکی لیی پایا گیا تو وہ خود بالبداہۃ مستلزم انعقاد کو ہی ورنہ حقیق ہونا باطل ہوگا و ذلک خلف۔ تو اس سی ثابت ہوا کہ افضلیت شرط انعقاد خلافت نہین وہذا ہو المطلوب۔ **قولہ** چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین اعتراف کرتے ہین کہ اثبات خلافت خاصہ مین افضلیت کو دخل ہی مسند ابی بکر فصل رابع مقصد اول واقع صفحہ نمبر ۵ مین یہہ عبارت لکھی ہے اما اثبات صدیق رض خلافت حضرت فاروق را بافضلیت او۔ فقد اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انک ان قلت ذالک فلقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر واخرج ابو بکر بن ابی شیبۃ عن زید بن حارث ان ابا بکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال

ف — اشتراط افضلیت کے چھٹی دلیل کا ابطال

الناس تستخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افظ و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ واستخلفت علینا عمر قال ابوبکر ابربی تخوفنی اقول اللهم استخلفت علیهم خیر خلقک الحدیث واخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن محمد عن رجل من بنی زریق فی قصۃ طویلۃ قال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی

ناظر منصف درین آثار مضطر میشود درآنکہ این اوصاف را دخلی ہست در اثبات خلافت خاصہ کہ در طبقہ اولے بود والا ذکر این کلمات در مبحث اثبات خلافت خارج از قانون مخاطبات باشد انتہی ۔ دیکھیے حضرت خلیفہ اول کے نزدیک افضلیت خلافت کی لیے ایسی ضروری تہی کہ باوجودیکہ اصحاب کرام خلیفہ ثانی کو فظ غلیظ کہتے رہے اونکی خلیفہ کرنے سے خداوند تعالے سے ڈراتے رہے مگر چونکہ خلیفہ اول کے نزدیک وہ افضل تہے کچہہ بہی خیال نہ کیا اور خلیفہ کر ہی دیا ۔ **اقول** یہہ دلیل بہی مثل دلیل سابق کے موافق مدعا نہین اور اس سے بہی اشتراط افضلیت ثابت نہین ہوتا کیونکہ حسب اعتراف فاضل مجیب اس دلیل سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو اثبات خلافت خاصہ مین دخل ہے اور اسکا ہمنے انکار نہین کیا ۔ انکار صرف اشتراط کا ہے اور مطلق دخل ہونا بداہۃً مستلزم اشتراط کو نہین پس اثبات اشتراط کی لیے اسکو پیش کرنا بجا ہے خود نہین اور جبکہ افضلیت کو دخل ہے تو ہنگام استخلاف ضرور اسکو ملحوظ رکہا جائیگا اور افضل احق بالخلافت ہوگا لیکن اس سے اشتراط افضلیت سمجہنا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خلیفہ بنانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگونکی ڈرانے کے ایسا مثمر خیرات و منتج حسنات ہوا کہ ایک عالم مین خدا تعالے کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈنکا بجگیا اور حسب ارشاد جناب امیر واللہ منجز وعدہ خداوند تعالے شانہ کا وعدہ استخلاف ظاہر ہوا اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فراست صدیقی اس معاملہ مین رضائے خداوند تعالے کے موافق ہوئی اور جو لوگ اس باب مین مخالف تہے اونکی فراست خطا پر تہی ۔ باقی رہا فظ و غلیظ ہونا یہہ وہ صفت ہے جو مقبول و پسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکی اور اوسکے بدر کی

مسئلہ افضلیت کی ترتیب خلافت پر انطباق

قصہ مین اسی وصف مین حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلواۃ والسلام سے تشبیہ عطا ہوئی اَشِدَّآءُ عَلَی
الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ اونکی شان ہے اونپر اعتراض لیغیظ بہم الکفار کا مصداق ہے۔ **قولہ** اب
حضرت خلیفہ ثانی بانی مبانی خلافت خلیفہ اول کی شہادت لیجیے۔ بخاری کی کتاب المحاربین
باب الرجم علے الحبلے من الزنا اذا احصنت مین حدیث فلتۃ مسطور ہے وہ بہت بڑی
روایت ہے انعقاد بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھی ہے اوسکے شروع سے مطلب کا فقرہ
لکھتے ہین آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائین وہ یہہ ہے۔ ولیس فیکم من یقتطع الاعناق الیہ
مثل ابی بکر الخ اب غور فرمائیے کہ باوجود اس بیعت کی فلتۃً یعنی کار بے اندیشہ بدون مشورہ ہونے
کی چونکہ آپکی خلیفہ ثانی کے زعم مین خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع و تامل یہہ بیعت صحیح
ہوگئی چنانچہ آپکی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نہم مین یہہ عبارت لکھتے ہین کہ ودر آخر این
کلام کہ شیعہ او را برای ترویج شبہ خود نقل کردہ اند این لفظ ہم واقع است ولیس فیکم مثل ابی بکر
یعنی کیست در شما مثل ابوبکر در افضلیت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل در حق او۔ انتہی
بقدر الحاجہ۔ **اقول** افسوس ہماری فاضل محجیب نے اس استدلال مین بھی وہ ہی غلطی کہائی
جو دلائل سابقہ مین کہا چکے ہین اور یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھہ مربوط نہین ہے کیونکہ
اس دلیل سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت مین مدخل ہے اور ہم بھی کہتے ہین
کہ افضلیت کو خلافت مین دخل ہے افضل احق بالخلافت ہے لیکن اس سے اثبات اشتراط
افضلیت خیال محال ہے باقی رہا فلتہ کے معنی کار بے اندیشہ و بدون مشورہ کے فرما کر نفی
اجماع کی فرمانا ہم تو کچھہ عرض نہین کرسکتے گستاخی مین شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائین
کہ یہہ کہانکی دیانت ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہین ہے اوسکو اوسپر چسپان کرتے ہین۔ ذرا ادہر بھی
تو سمجھے کہ اجماع کو فلتہ سے کیا تعلق ہے آپ اگر نظر انصاف سے ذرا بھی تامل فرمائینگے تو واضح
ہو جائیگا کہ پہلے سے کام مین تامل و مشورہ نہ کرنا دوسرا امر ہے اور بے تامل و مشورہ ایک امر کو
یا لا اجماع قبول کرلینا دوسرا امر اول کے نفی سے دوسرے کی نفی سمجھنا حضرت کی خوش

اشتراط افضلیت کے ثبوت مین اس دلیل کا ابطال

فہمی کی دلیل ہے **قولہ** تعجب و حیرت ہی کہ آپکی خاتم المحدثین افضلیت کو شرط خلافت نہین
نہتی بلکہ اوسکو ہماری مقابلہ مین خلاف عقل و نقل فرماتے ہین اور خود ہی اسمقام مین تحریر فرماتے
ہین کہ بسبب افضل و خیر ہونے خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے بہی احتیاج نہین - **اقول**
یہہ آپکی حیرت و تعجب خود قابل حیرت و تعجب ہی کیونکہ اس قول سے (کہ بسبب افضل و خیر ہونے
خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے بھی احتیاج نہین) ہرگز اشتراط افضلیت پر دلالت نہین
بلکہ اس سے صرف اسقدر مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہی - پس اس سے اشتراط سمجہنا
آپ جیسی منصف و مناظرہ دان و ذکی و ذہین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کی ہوگا پہر اوسپر
اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اضعاف مضاعفہ ہی - آپکی دلمین افضلیت
کچہہ ایسی سمائی ہی کہ آپکی عادت ہوگیی ہے کہ جسجگہ آپنے لفظ افضلیت دیکہا سمجہا کہ
اشتراط افضلیت کی دلیل ہے اور جہٹ پیش کردیا بیت بسکہ در جان فگار و چشم
بیدارم توئی * ہرکہ پیدا میشود از دور پندارم توئی * اور یہہ نہین خیال فرماتی کہ مقابلہ خصم
ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرمندگی کچہہ حاصل نہین - **قولہ** اصل اجماع
جو حضرات سنیہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تہی اور اوسپر بڑا ناز ہی اوسکا بہی کچہہ
خیال نفرمایا **اقول** ای اہل دانش و انصاف خدا کے لیے ذرا اس جملہ کے مطلب کو فرمانا
اور اوس تعارض و تنافی لغت کو جو فیما بین فلتہ اور اجماع کے ہماری فاضل مجیب نے واقع کیا ہی
دیکہنا اور ہماری مجیب لبیب کے فہم کے داد دینا کیا لاحل اعتراض طبع زاد سے ایجاد فرمایا
سبحان اللہ - انحضرت نے مشورہ و تامل کو اجماع کے ساتہہ تضاد یا اتحاد نہین ہے کہ اگر مشورہ
و تامل نہ ہو تو اجماع بہی نہو - ہوسکتا ہے کہ مشورہ و تامل ہو اور اجماع نہو یا مشورہ و تامل نہو اور اجماع ہوجاے
اسمین کوئی استحالہ نہین ذرا تامل فرمایئے اور سوچیے - **قولہ** افسوس ہی کہ آپکی خاتم المحدثین
اپنا قول بھی یاد نہین رکہتی اور یہہ بہول کچہہ اسی مقام منحصر نہین بلکہ تحفہ مین اکثر جا ایسا
ہوا ہی اور سبب اسکا آپ جانتی ہی مین ہم کیا عرض کرین **اقول** جہانتک ہمکو علم ہی

ادرہمارا تجربہ شاہد ہی ہمہ یہ غلطی ہمین گریا تو آپکی ادر آپکی ان بزرگونکی جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہین خوش
فہمی ہی یا محض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب نماید ہنرش در نظر * کا مصداق
ہورہا ہی - آپنے اپنی اعتراض کا حال دیکھہ ہی لیا ہی اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمائیگا
پس آپ کا یہہ افسوس لائق افسوس کے ہی کہ مطلب خود نسمجہین اور الزام قائل کے ذمہ لگائین
علاوہ ازین آپکو معلوم ہی کہ زبان عناد سے خداتعالے اور اوسکی کتاب پاک اور رسول بھی نہین
بچی تو بمقابلہ اونکے تحفہ و صاحب تحفہ رح کے کیا حقیقت ہی با اینہمہ ہم صاحب تحفہ کو سہو
و نسیان سے معصوم بھی نہین سمجھتے **قولہ** علاوہ اسکی اور بہت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط
افضلیت پر دلالت کرتے ہین بخوف طوالت اونکو ترک کیا جاتا ہی **اقول** جبکہ آپنے اون
اقوال سے تعرض نہین فرمایا تو ہم بھی اونسی اغماض کرتے ہین اگر آپ اون اقوال کو ذکر فرماتے
ہم بھی انشاء اللہ تعالے در پی استیصال استدلال کی ہوتی **قولہ** مگر اسقدر گذارش
کرنا ضرور ہی کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہی کہ محققین اہل سنت
نے اوسکا اقرار کیا ہی چنانچہ صدر المحققین ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری مین کتاب
الاحکام فی اواخر الکتاب باب کیف یبایع الامام مین حدیث شوری کی شرح مین
ابن بطال سے نقل کرتے ہین فان قیل بعض ھولاء الستۃ افضل من بعض وکان رای
عمر ان الاحق بالخلافۃ ارضاھم دینا وانہ لا یصح ولایۃ المفضول مع وجود الفاضل
فالجواب انہ لو صرح بالافضل منھم لکان قد نص علی استخلافہ وھو قصد ان لا یتقلد
العھدۃ فی ذلک فجعلھا فی ستۃ متقاربین فی الفضل لانہ تحقق انھم لا یجتمعون
علی تولیۃ المفضول ولا یالون المسلمین نصحا فی النظم والشوری وان المفضول منھم
لا یتقدم علی الفاضل ولا یتکلم فی منزلۃ وغیرہ احق بھا منہ وعلم رضی الامۃ عمن رضی
بہ الستۃ - انتہی اس سے صاف ثابت ہی کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک
افضلیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی **اقول**

یہہ استدلال بہی ہماری فاضل مجیب کے لیے مثبت مدعا نہین کیونکہ جملہ (وکان یریٰ عمر ان الاحق بالخلافۃ اتقاہم دنیاً) بصراحۃ اس امر کو بیان کر رہا ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہہ تہا کہ احق بالخلافت وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور اوس سے بالبداہتہ یہہ ثابت ہوتا ہی کہ اشتراط افضلیت باطل ہی کیونکہ اسم تفضیل جسکی صفت واقع ہے اوسکی لیے ثبوت فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہہ ہرگز اسکو مانع نہین ہے کہ نفس فعل بدون زیادت کسیکی واسطی ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضاء اصل وضع تفضیل کے وجود ایسی فرد کا ہونا چاہیی جسکی نسبت زیادتی ثابت ہو ورنہ مبالغہ اور تفضیل مین کچہہ فرق باعتبار معنی کے نرہیگا جبکہ اس جملہ کا مطلب ذہن نشین ہو چکا تو دوسرا جملہ جو اس جملہ سے مستنبط اور مستخرج ہے اسکی مطابق ہونا چاہیی اور اوسکا بہی مطلب صاف واضح ہے کہ لاینبغی کی معنی تولیہ کے ہین اور لایصح کی معنی لایجوز کے حاصل مدعا عبارت یہہ ہوگا۔ وانہ لایجوز تولیۃ المفضول مع وجود الفاضل یعنی فاضل کی ہوتے مفضول کو متولی امور بنانا جایز نہین۔ پس اس صورت مین یہہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم معنی ہو گئی کہ دونونکا حاصل احقیۃ بالخلافت افضل کے لیے ہے اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے فرع ہی اوسکی طرف راجع نکیا جاویگا تو باہم اصل و فرع متعارض رہینگے۔ اسکی بعد سینی کہ خاتمہ جواب کے عبارت سے جو لانہ تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہہ سمجہنا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تہی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نجانتی تہی سراسر غلط ہی کیونکہ اول تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ مین دایر نہین کیا تہا بلکہ صرف چہہ شخصو نمین منحصر کر دیا تہا جنکا عبارت اعتراض مین صراحۃً ذکر ہے تو جسقدر ضمایر جمع کی اس عبارت مین مذکور ہین وہ سب راجع بطرف ستہ متقاربین فے الفضل ہین تو اوس سے ہماری فاضل مجیب کا کل صحابہ کو سمجہنا کمال خوش فہمی کا شاہد ہی اور دوسری یہہ کہ بصراحت اوس عبارت سے بہی فاضل کا احق بالخلافت ہونا ثابت ہوتا ہی۔ جو نہ ہماری فاضل مجیب کو کچہہ مفید ہے اور نہ ہمکو کچہہ مضر ہے۔ لیکن اس ہی اشتراط کا سمجہنا البتہ تعجب انگیز ہی۔ منشا اسکا

مدعا کا نسیان یا تناسی ہی۔ معہذا اگر بفرض محال یہہ دلیل مثبت اشتراط ہو تاہم ہماری مجیب کے
مذہب کو مفید نہین کیونکہ مسئلہ امامت جبکہ اصول مذہب سی ہہی تو اوسکا اور اوسکی شرائط کا اثبات
ایسی ادلہ سی ہونا چاہیی جو اپنی مدلول کو قطعی طور پر ثابت کرین ظنیات اسمین ہرگز کارآمد نہین
اور بالفرض اہل سنت کی نزدیک اگر افراد امامت کی کسی فرد مین اشتراط افضلیت ثابت ہوجاوے
تو یہہ مسئلہ چونکہ اونکی نزدیک فروعات مین سی ہی ایسلیی اسکی ثبوت کی لیی ادلہ ظنیہ کافی ہونگی
اور قطعیہ کی ضرورت نہو گی۔ لیکن اون ادلہ کو علمار شیعہ کا بمقابلہ اہل حق پیش کرنا ثبوت
اشتراط افضلیت مین جو اونکی زعم مین اصول اعتقادیات سی ہی باطل ہوگا پس ہماری مجیب
بسبب ان دلائل کو جنکو بزعم خود مثبت اشتراط سمجہہ رکہا ہی ہماری مقابلہ مین پیش کرتے ہین
اور جنپر بہت کچہہ ناز و افتخار فرماکر جامہ سی باہر ہوئی جاتی ہین گو فی الواقع مثبت اشتراط نہین
لیکن اگر واقع کی روسی اشتراط افضلیت ثابت ہو بہی تاہم اپنی مدعا کی ثبوت مین اوسکو پیش
کرنا سراسر غلط اور خلاف قاعدہ ہی علی ہذا القیاس جسقدر شرائط ثلثہ کی اثبات کے دلائل فرمائی
سب کی یہہ ہی حالت ہی کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہہ ہی کہ الزامی جوابات و استدلالات
کافی ہونگی چنانچہ فرد مباہات سی ابتدار بحث مین ایک رباعی بہی زیب جواب فرمائی تہی
جسکا اول مصرعہ یہہ ہتا ع خواہی کہ شود خصم تو عاجز ز سخن + حالانکہ یہہ غایت درجہ کی
بدیہی غلطی ہی اگر بفرض محال ان دلائل سی یہہ مدعا ثابت ہوتا تاہم مفید مذہب شیعہ
نہین ہوسکتا اور خصم کو گنجایش ہی کہ اوسکو صرف اس وجہ ہی سی رد کری کہ چونکہ ہر دو عقائد
اہل سنت و شیعہ مین زمین و آسمان کا فرق ہی اونکی نزدیک مسئلہ متنازعہ فیہا فروعی اور انکی
نزدیک اصولی ہی تو کیا ضرور ہی اگر دلائل ظنیہ سی شرائط کا ثبوت اہلسنت کے نزدیک ہوتا ہو۔ تو
قطعی طور پر بہی ثبوت ہو کر مفید مدعا اہل تشیع ہو بلکہ جب دلائل ظنیہ ہین تو مثبت مدعا
قطعی کو نہین ہوسکتی۔ پہر با وجود ایسی موٹی موٹی اور فاحش غلطیونکی جو ہماری فاضل
مجیب سی سرزد ہوتی ہین یہہ دعوی کیونکر صحیح ہوگا کہ ہمنی تمام مسائل متنازعہ فیہا مین

مرتبہ حق الیقین کا مس کرلیا ہی - افسوس کہ اتنا بڑا دعوی کیا اور اسکا ثبوت کہیں نہ دیا
پس بجز اسکی کہ اسکو سہو و نسیان پر محمول کرکے ٹال دیا جاوی مین تو اور کچھہ عرض نہین
کرسکتا کاش خود ہی چشم انصاف کھولکر ملاحظہ فرماوین - علاوہ ازین ترجمہ عبارت مین جو کچھہ
غلطیان واقع ہوئی اونکو ہم بخوف تطویل ترک کرتے ہین **قولہ** تعجب و حیرت ہی کہ آپکی
خاتم المحدثین نے باایہمہ تبحر فتح الباری کو بھی ملاحظہ نفرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی بلکہ کل صحابہ
کی فضیلت کو شرط خلافت جانتے ہے اس شرط کو لازم نہین مانتی اور نہین تو خلیفہ ثانی کے
تقلید تو اونکو لازم تہی **اقول** یہہ تعجب و حیرت سامی اس سے ناشی ہے کہ باایہمہ ادعای
ہمہ دانی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہین سمجہا - لیکن طرفہ یہہ ہی کہ اس
بی سمجہی پر اپنی سمجہہ پر یہہ کچہہ ناز ہی کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے ندیکھنے کا
الزام لگاتی ہین حالانکہ خود ہی علامہ کنتوری کے شرح ابن ہیثم ندیکھنے کے الزام کے جواب مین
یہہ فرماتے ہین (کچہہ ضرور ہی کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا دیکھی ہو اور اسکا مطلب سمجہی ہی تو)
افسوس کہ یہان اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا تہا تو کیا وہ عذر بہی محو خاطر سامی ہوگیا تہا
قولہ آپنے جو تقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کی خلاف فرمایا ہے
ظن غالب ہی کہ اب تو آپ بہی اس شرط کو مان لین کیونکہ اقتدای صحابہ خصوصاً خلیفہ ثانی آپکو
لازم ہی - **اقول** جو کچہہ مینے ان دلائل کی نسبت گذارش خدمت کیہا تہا وہ محض تقلیداً
ہی نہین تہی چنانچہ ابحاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس مجہکو امید ہی
کہ جناب میری معروضات کو نظر انصاف و تامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرماینگی تو انشاء اللہ تعالی
آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جاینگی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ**
اور نیز خلیفہ ثانی اور اور صحابہ کی یہہ رای کہ افضلیت کو شرط خلافت جانتی تہی اگرچہ اس روایت
سے بخوبی واضح ہے مگر توضیح اسقدر اور گذارش ہے کہ بخاری کی کتاب الفضائل
مین حدیث سقیفہ ملاحظہ فرمائیے کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب مین فرمایا -

بل نبایعك انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ
اور خلیفہ ثانی کی یہہ کلام صریح دلیل اسکی ہے کہ جو شخص بہتر و افضل ہو وہ خلافت کا احق ہی
اقول ہم بہی کہتی ہین کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہی لیکن اس سے
آپ کا مدعا کیا حاصل ہوا بلکہ وہی غلطی ہے جو اکثر استدلالات مین آپکو واقع ہوئی ہی
پس اسکا بہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہی افسوس فہم کا یہہ حال ہے اور اپنی
نزاعیونکا وہ حال ہے **قوله** اور یہہ بہی ثابت ہوا جب کہ الرسول بہی احق بالخلافت ہی اسکو
یاد رکھیگا اگر آپنے یہہ سلسلہ جاری رکھا تو پہر کسی کام آئیگا۔ **اقول** تسلیم شکر گذار ہون
گو بندہ کو پہلی سے ہی یاد ہے لیکن تعمیل حکم یاد کر لیا ہے اور اوسوقت کا بہی منتظر ہون
جسوقت یہہ لفظ کام آئیگا۔ **قوله** غرضکہ اسوقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو
تسلیم کر لیا اور یہہ نہین کہا کہ افضلیت کو خلافت مین کیا دخل ہے شرط خلافت
افضلیت نہین تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تہی **اقول** ای حضرات
اہل انصاف ہماری فاضل محجیب کے اس دلیل کی خوبی و متانت و برجستگی و لطافت کو تو ذرا
ملاحظہ فرمائیگا کہ کسطرح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک اشتراط افضلیت ثابت فرمایا ہی
حضرت عمر رضی الله عنه کے قول سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ افضلیت کو خلافت مین دخل ہی
اچہا مسلم لیکن دخل ہونی سے یہہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت بہی ہوگئی علاوہ ازین
بجواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر اشتراط کی واسطے حجت ہو گیا۔ ممکن ہی کہ یہہ
سکوت اسوجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اوس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کسینی اوسکی
حقیت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کسینی کسی دلیل سے مثلاً بعض نے نص قرآنی سے
اوسکی حقیت سمجہی ہو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے اونکی ساتہہ دلائل قیاسیہ بہی منضم
کیے ہون۔ تو چونکہ مدعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تہا تو کیا ضرورت تہی کہ اون دلائل مین
دیکہتی جو اپنی مدعا کو موید تہی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح تہی اور مطابق واقع کی تہی

شرط افضلیت کی بحث میں اس کا اقوال

پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہی۔ علیہذا اس سکوت کو تو آپ دلیل
تسلیم کی تسلیم فرماتے ہین اور تعجب ہی کہ جناب امیرؓ کی سکوت کو جو زمان خلفا ثلثہ فرمایا
بلکہ سائل بہی اون ہی کے موافق بتلاتے رہی اور سامنی ہوکر یہہ کبہی نفرمایا کہ اہل بیت کے
سوا کوئی خلیفہ نہین ہو سکتا ہی تسلیم کی دلیل تسلیم نہین فرماتے علی ہذا القیاس جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بلکہ تسلیم کو بہی تسلیم نہین کرتے اور ہمیطرح ائمہ باقیہ مین سے جنہون نے
سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھہ نہ بولے تو اسکو بہی تسلیم تصور کیجیگا۔ رہا خوف کے
وجہ سے تقیہ کا جھگڑا وہ خود ایک ایسی عجیب بات ہی کہ اصول شیعہ کے موافق بہی کوئی اوسکو
تسلیم نہین کر سکتا۔ یہہ صرف اسلیے عرض کیا ہے کہ آپنے سکوت کی حجیت کو تسلیم کر کے
استدلال فرمایا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس اعتبار سے بہی تسلیم تہا کہ باعتبار
واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہہ اوصاف حاصل ہے اور اس اعتبار سے بہی تسلیم تہا کہ اون
اوصاف کو خلافت مین دخل ہے **قولہ** اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن
عمر وغیرہ کے یہہ رائے کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازالۃ الخفا وغیرہ مین مفصل درج ہی ارادہ تہا
کہ گذارش ہو مگر بخوف اطناب باز رہا اگر حضرت عجیب چاہین ازالۃ الخفا ملاحظہ فرمادین اکثر
علما اہلسنت کا یہہ ہی مذہب ہی کہ افضل امام ہوتا ہی چنانچہ شرح مقاصد کے مبحث سادس کے
خاتمہ مین تحریر ہی۔ ذہب معظم اہل السنۃ وکثیر من الفرق الی انہ یتعین للامامۃ افضل
اہل العصر **اقول** ظاہر ہی کہ جن دلائل سے جنابنے اشتراط افضلیت پر استدلال
فرمایا ہے تو وہ دلائل بہ نسبت اون دلائل کے جو ترک فرمائی اوضح واقوی ہونگی تو جب
مین دلائل مذکورہ کو جو اوضح واقوی تہی دیکھہ چکا اور اونکو باطل کر چکا تو متروکہ دلائل کے
دیکھنے کے کیا حاجت باقی رہی بہرکیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچھہ کم
درجہ کے ہی ہونگی تو جو اونکا جواب ہی وہی جواب تقریبًا اونکا ہی سمجھہ لیجیے شرح مقاصد کے

عبارت آپکی مثبت مدعا نہین اور اوسکی مطلب کو آپنی نہین سمجھا افضل اہل العصر کی امامت
کی یہی متعین ہونے کے یہہ معنی ہین کہ اگر اہل حل وعقد بیعت خلافت کے لیے امام کو منتخب کرین
تو چونکہ افضل احق ہی اوس سے تجاوز کر کے کسی دوسری کو امام نباوین۔ افضل کے ہوتے
فاضل یا مفضول امام بنانا نہین چاہیے اور اوسکی یہہ معنی نہین ہین بلکہ افضل بدون بیعت
اہل حل وعقد کے امام ہو جائیگا اور اوسکی انعقاد خلافت کے لیے بیعت اہل حل وعقد کی
حاجت نہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضول امام ہوگیا تو اوسکا انعقاد نہوگا اور
اوسکی اطاعت لازم نہوگی پس اس سے بہی اشتراط کا ثبوت نہین ہو سکتا۔ **قولہ**
تعجب ہی و عبرت کا مقام ہی کہ آپکے خاتم المحدثین باینہمہ ہوا ان اپنی کتابون مین احادیث
واقوال صحابہ وعلما بلا ملاحظہ نفرماکر اس شرط کو مخصوص بافضل سے فرماتے ہین اور اوسکی نفی بلفت
کتاب اللہ سے اپنی زعم مین ثابت کرتے ہین۔ **اقول** یہہ تعجب اس وجہ سے ہی کہ عبارت کے
مطالب تک ذہن رسائی رسائی نہین فرمائی ورنہ اگر نظر انصاف سے اون دلائل کو ملاحظہ فرمائینگے
اور معروضات فقیر کو بنظر انصاف دیکھین گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائین گے اور اوسیکو
عبرت کا مقام سمجھینگے چنانچہ پیشتر بہی عرض کیا جاچکا ہی۔ **قولہ** اگرچہ اور بہت سے
دلائل اسکی ثبوت مین ہین مگر بخوف طوالت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچہہ شہادتین
آپکی خاتم المحدثین کے والد بزرگوار کے پیش کرتے ہین وہ کتاب قرۃ العینین مین لکھتے ہین
کہ۔ این سخن حق است کہ تا اعتقاد افضلیت مبلغ قرآن وسنت ومبین معانی مردو نکند
خاطر بر اخذ شرایع جمع نگردد اور یہہ بہی اوسمین لکہا ہی شیعہ قائل شدہ اند باآنکہ امام می باید کہ افضل
اُمت باشد ومعصوم ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسولہ واین قول متضمن
حق وباطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت
ونبوت کہ متقنن قوانین ومبلغ شرائع ومروج دین باشند لازم است والا اہتماد کلی حاصل
نشود وبجائی عصمت حفظ الٰہی وتائید ربانی بحسب عادت می باید اثبات کرد وبجای نص قرآن

طاعت و نصب من عند اللہ و رسولہ استخلاف بنص و اشارت می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد
انتہی - اگرچہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محض خلافت خلفاء ثلثہ بجا ہے کہ یہی شاہ صاحب
یہہ تاویل علیل بدون دلیل فرماتے ہیں اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعوی
ثابت ہے مگر چونکہ یہہ محل صرف افضلیت کی ثبوت کا ہے اسلیے ہم اوس سے تعرض نہین
کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت از امت کو لازم لکھتے ہیں

اقول چونکہ ہماری مجیب لبیب نے اسجگہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے
استدلال فرمایا ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسیقدر بسط و تفصیل کے ساتھہ جواب گذارش
کرین تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل مجیب کو عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی
ہیں رفع ہو جائین اور اس دلیل مین قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتین نقل فرمائی ہین لیکن
ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھہ رکھا ہے
بتمامہ نقل کرتے ہین اس سے یہہ بھی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع مین نقل عبارت مین
شاید سہو یا خطا واقع ہوئی ہے و نیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند باینکہ امام می باید
کہ افضل امت باشد و معصوم و مفترض الطاعت و منصوب من عند اللہ و رسولہ و این قول
متضمن حق و باطل ہر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بنسبت اہل خلافت
نبوت کہ متقن قوانین و مبلغ شرائع و مروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل
نشود و بجای عصمت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمود و بجای
افتراض طاعت و نصب من عند اللہ و رسولہ استخلاف بنص و اشارت می باید ذکر کرد
اہل سنت و جماعت ہمین قول محقق و منقح در شیخین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این
اجمال آنکہ افضلیت کہ میگویند در طبقہ اولی می باید کہ بہنگام احکام دین و ترویج شریعت
و تنقیح قوانین آن بودند در ملک عضوض زیرا کہ در ملک عضوض عامل علم دیگر شد و صاحب
دولت دیگر چنانکہ فتوی موقوف بود بر علم کثیر الحال اینہمہ فتوی ہا را منقح کردہ نوشتہ اند

الحال عبارت وانی می باید دید انتہی - اس عبارت مین لفظ اہل خلافت نبوت بترکیب
اضافی واقع ہی اور ہماری مجیب لبیب کی عبارت منقولہ مین واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت
و نبوت منقول ہوا ہی فرق باہمی حرف اطلاق و تقیید ہے اور عجب نہین کہ اصل نسخہ منقول
عنہ مین یہہ غلطی کاتب سی ہوئی ہو غرضکہ ہمکو اس سے چندان تعرض نہین ہے اسکی
بعد گذارش ہے کہ جو کچہہ افضلیت کے بارہ مین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
فرمایا ہی نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور نہ اوسکی معارض و مخالف ہی جو حضرت خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ مین علم شرائط افضلیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وجہ اوسکی
یہہ ہی کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی مین بیان
فرمائی ہین یہہ ہی کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی نیچی افراد مختلفہ ہین اور اونکی عوارض جداگانہ
اور اس کلی کا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہی پس حاصل مدعا یہہ ہی کہ خلافت جو طبقہ
اولی مین پائی جاتی ہی وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت
معین تک ہی اور متصف بصفت خلافت نبوت ہی اور افراد خلافت مین اکمل ہی ایسی اوسکی
خواص مین سے چند امور ہین مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیبیہ اور
حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشاہد عظیمہ مثل بدر و تبوک مین سے ہو - دوسری یہہ کہ مبشر
بالجنۃ ہو - تیسری یہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی ساتھہ ایسا معاملہ فرمایا ہو جیسا کہ امیر
منتظر الامارت کے ساتھہ معاملہ کیا کرتا ہی - چوتھی یہہ کہ جن امور کی ظہور کا وعدہ حق تعالی
شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض اونمین سے اوسکی ہاتھہ پر بھی ظاہر
ہون - پانچوین یہہ کہ اوسکا قول دین مین حجت ہو بسبب تلویح و تنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی - ساتوین یہہ کہ افضل امت ہو اس سی صاف ظاہر ہے کہ افضلیت گویا نتیجہ
اوصاف و لوازمات سابقہ کا ہی اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولی مین پائی جاتی ہے
وہ منحصر خلفاء اربعہ پر ہی اور مخصوص اونہین کے ذوات مقدسہ کے ساتھہ ہی اسکی

بعد سینی کہ جو لوازم خلافت خاصہ کی مذکور ہوئی اگر ادنمین سے کسیکا تحقق خلیفہ مین نپایا جاوے مثلاً افضلیت ہی مفقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ وہ خلافت منعقد تو ہو جائیگی لیکن مرتبہ اکمل سے کر اوسکا انحطاط ہوگا اور مرتبہ عزیمت سے نکلکر درجہ رخصت مین مستقر ہوگی لیکن اوسکی خلیفہ کی اطاعت واجب ہوگی اوسکی تحت حکم جہاد جہاد کہلائیگا اوسکا نصب عمال وقضات واخذ زکوٰۃ وصدقات صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہی کہ اگر وہ فوت ہوجاے تو مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اوسکی اطاعت واعانت اور اوسکی ساتھہ ہو کر جہاد معصیت ہوگا پس منشاء اختلاف صاف ظاہر ہی کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہی جسکی فوت ہونے سی نفس خلافت فوت نہین ہوسکتی اور حضرات شیعہ نے اوسکو شرط نفس خلافت ٹھرایا ہی جسکی فوت ہونی سے اونکی نزدیک اصل خلافت فوت ہوجائیگی پھر اگر حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ نے تحفہ مین بمقابلہ شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہی تو وہ ہرگز معارض اونکی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کے نہین ہی کیونکہ حضرت صاحب تحفہ نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہی جسکی شیعہ قائل ہوئی ہین وہ یہہ افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہی کہ جسکی شیعہ مثبت ہین اور صاحب تحفہ نافی بلکہ وہ اشتراط اس سی جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہی نہ نفس خلافت کیطرف پس نفی واثبات امرین مختلفین کیطرف راجع ہین اور آپکو شاید معلوم ہوگا کہ تناقض مین آٹھہ وحدتین ماخوذ و معتبر ہین جب ادنمین سے کوئی فوت ہوجاویگی تناقض رفع ہوجاویگا اور اجتماع جائز ہوتا اسیطرح اس تقریر سے یہہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو عقد علیہ ہین ازالۃ الخفا یا قرۃ العینین مین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت اشتراط کیا ہی وہ بیشک صحیح ہی مگر بسبب ... اونکی بسبب شہادت صحیح نہین ہو سکتی کہ اونکی مدعا کی موافق نہین اونکا مدعا اثبات اشتراط

افضلیت کا ہی نفس خلافت کے واسطی اور ان عبارتون کا مدعا ثبوت اشتراط افضلیت کا واسطے نفس خلافت کی نہین ہی بلکہ اکملیت خلافت کی واسطی ہے پس اگر یہہ بار یک فرق اگرچہ عبارات مین تامل کرنے سی واضح ہے تاہم اگر ہماری مجیب لبیب پر پوشیدہ رہا تو ہم معذور سمجھتی ہین علاوہ ازین ہم پہلی گذارش کر آئی ہین کہ آپکا مدعا جو اصول دین مین ثبوت قطعی کو مقتضی ہی اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیی دلائل قطعیہ کے اسطی ضرورت نہین کہ اسکو اصول مین سی نہین سمجھتی تو ہمکو دلائل ظنیہ کافی ہونگی - لیکن آپ انکو ہماری مقابلہ مین اپنی مدعا کی ثبوت مین کیونکر پیش کر سکتی ہین اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کر سکتی ہین پس ان دلائل کا اپنی دعوی کے ثبوت مین پیش کرنا صریح غلط ہے جسکا منشا یہہ ہی کہ آپ ہمیشہ اپنی دعوی کو بہول جاتے ہین اور یا یہہ ہے کہ دہوکہ دہی مد نظر عالی ہے

قولہ اب ذرا ازالۃ الخفا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمایئی مقصد اول کے فصل دوم واقعہ صفحہ ۱۶ اکو دیکہیی یہہ عبارت تحریر ہی ۔ ولوازم خلافت خاصہ آنست کہ خلیفہ افضل امت باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجہت کہ در نکتہ اولی تقریر کردیم کہ چون خلافت ظاہرہ ہمدوش خلافت حقیقیہ است وضع شی در محل خود ثابت گردد لیکن اینجا این نکتہ باید شناخت کہ غیر احض خواص ریاست خواص را لائق نیست پس خلافت او مطلق نباشد نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت عزیمت و رخصت خالی از ضعفی نیست مورد مدح مطلق نتواند شد و از آن جہت کہ در خلافت خاصہ تمکین دین مرضی من کل وجہ مطلوبست و آن بغیر استخلاف افضل صورت نہ بندد چنانکہ حضرت مرتضی نزدیک استخلاف امام حسن فرمود ان یرد اللہ بالناس خیرا فیجمعہم بعدی علی خیرہم - رواہ الحاکم - بخلاف خلافت عامہ کہ آنجا تمکین دین مرتضی من وجہ دون وجہ مطلوبست لا من کل الوجوہ از انجہت کہ خلافت خاصہ بقیست از نبوت زیرا کہ در حدیث آمدہ خلافۃ علی منہاج النبوۃ و نیز آمدہ تکون نبوۃ و رحمۃ ثم خلافۃ و رحمۃ و جامع ہر دو ریاست عامہ است در دین و دنیا ظاہرا و باطنا

پس چنانکہ استخلاف شخصی دلالت میکند بر افضلیت وی بر امت تا قبح از مستقبی جل ذکرہ مرتفع گردد ہمچنان استخلاف شخصی بر امت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امت واز انجہت کہ عامل ساختن شخص مفضول خیانت ہست عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلا من عصابۃ وفی تلک العصابۃ من ہو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ وخان رسولہ وخان المؤمنین وعن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیہم احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جہنم اخرجہما الحاکم۔

ازینجا میتوان دانست کہ خلافت کبری چہ خواہد بود آری نزدیک تزاحم امور واختلاط خیر وشر وعدم نظام امر علی ما ہو حقہ میتوان راہ ترخص پیش گرفت واز انجہت کہ در وقت مشاورت صحابہ مدار استخلاف افضلیت را نہادند لفظ احق بہذا الامر گفتند وجمعیکہ مناقشہ داشتند در استخلاف صدیق اکبر چون خطار رای خود بر ایشان ظاہر شد قائل شدند بافضلیت او در این تقریب سبب است بر انکہ استخلاف بافضلیت مساوق باشد وافضلیت خلفاء اربعہ ثابت است بترتیب خلافت بادلہ بسیار اینجا بر سہ مسلک اکتفا کنیم مسلک اول آنکہ استخلاف این بزرگواران بنص واجماع ثابت شدہ واستخلاف کذا لازم است افضلیت را کما مر تقریرہ انتہی بقدر الحاجۃ - اس عبارت کو بنظر غور وانصاف ملاحظہ فرمایئے کہ عقلا ونقلا افضلیت کے قائل ہین اور جس حدیث کا ہم وعدہ کر آئے ہین وہ بہی یہان مذکور ہے

اقول قول سابق کے جواب ہین جو تقریر مطلب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کر آیا ہون بصراحۃ یہان جاری ہے افسوس کہ آپنے باوجود اس وضوح مرام اور ظہور مطلب کے عبارت کو نہ سمجہا اور مثل لا تقربوا الصلوۃ کے استدلال فرمایا پس مختصرا گذارش ہے متوجہ ہو کر سنئے وہی مدعا یہان حضرت شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جو خلافت نبوت کو مرتبہ کمال مین واقع ہے اور عالی رتبہ ہے اوسکی لیئے افضلیت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہہ خلافت پائی جائیگی افضلیت بہی ضرور پائی جائیگی

اور جبکہ افضلیت فوت ہوگی یہہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہوجائیگی - دلیل اسکی خود
شاہ صاحب کے اپنی عبارتسے ظاہر ہی فرماتے ہین - (نصب غیر افضل حکم رخصت دارد لیکن
عزیمت و رخصت خالی از حکمتی نیست و موردِ مدح مطلق نتواند شد) اس سے صاف ظاہر ہی کہ غیر افضل
کی امامت و خلافت منعقد ہوجاتی ہے - لیکن مرتبہ عزیمت مین نہین رہتی اور مطلق موردِ مدح
نہین رہتی تو افضلیت شرط کمالیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت - اور اس سے آگی
فرماتے ہین - آری نزدیک ما در حکم امور و اختلاط خیر و شر و عدم انتظام علی ما ہو حقہ ہنوز ان راہ
نر خصص پیش گرفت - تعجب ہی کہ آپنے اس عبارت کو نقل کیا - اور اس سے استدلال
فرمایا اور ان جملونکو نہ دیکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا - ای کاش کچھہ بھی فہم و انصاف
سے کام لیتی اب ملاحظہ فرمایئی کہ آپکا استدلال ان عبارتونسے اور جو انکی مماثل ہین
کیونکر صحیح ہوگا اور مدعا و کیا کارآمد ہوگی **قوله** حیرت ہی کہ حضرت شاہ
صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہون اور اونکی خلف رشید یعنی انکی خاتم المحدثین
اس عقیدہ کو مخصوص بروافض جانین اور کتاب اللہ سے اوسکی مخالفت بزعم خود ثابت
کرین اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر - کاش یہہ کتاب اپنے پدر بزرگوار کی ہی جسکا حوالہ
خود فرماتے ہین مطالعہ کرلیتے **اقول** اس افسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب کی
فہم شریف ہی اور یہہ امر عبارات ازالۃ الخفاء وغیرہ کو دیکھکر اور بندہ کی گذارش سنکر ہر شخص
سمجھہ سکتا ہی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہین حضرت خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ اوسکی ہرگز منکر و مخالف نہین یہہ معارضہ محض فاضل مجیب کی خوش فہمی سے
ناشی ہی حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھہ تحریر فرمایا وہ از سرتا پا صحیح ہی یہہ عقیدہ مخصوص
شیعہ کے ساتھہ ہی اور مخالف عقل و نقل کے ہی نہ اسکو کتاب اللہ مساعد ہی اور نہ احادیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اسکی موید فتدبر و ارجع البصر کرتین **قوله** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس عقیدہ صحیحہ
کی تقریر اسی عنوان سے نہین فرمائی - بلکہ ملازمت افضلیت و خلافت ثابت فرمائی

ایک طومار طویل الذیل لکھا ہی اور کتاب و سنت و اقوال صحابہ سے دلائل و براہین لائی ہین چونکہ
وہ عبارت طویل ہی اور اس تحریر مین طول انھونا چاہیی لہذا ہم نہین لکھتی اگر حضرت
مجیب لبیب چاہین تو ازالۃ الخفا کا ملاحظہ فرماوین ہم نشان بقید فصل و مقصد و صفحہ گذارش کرتے
ہین مسلک رابع در اثبات افضلیت شیخین کے مقدمہ اولی کو واقعہ صفحہ ۳۲۸ کو بنظر غور ملاحظہ فرماوین
شروع اسکا بیان ملازمت درمیان خلافت خاصہ و فضیلت شخصی کہ باین خلافت مکرمش
ساختہ اند اور ختم — پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت واللہ اعلم انتہی **اقول**
ہمنے ازالۃ الخفا مین یہہ مقام بہی دیکھا علاوہ اسکی بہت مواضع مین افضلیت کے
ابحاث مین تامل کیا ہماری فاضل مجیب لبیب کے مفید مدعا نہین اور اس سے شرط افضلیت
مطاعن خلافت کی بہی ثابت نہین ہوتا جسکی اثبات کی ہماری فاضل مجیب دینی لائی ہین اور حاصل مطلب
دلائل وہی ہی جو پیشتر گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہین **قولہ** اگرچہ افضلیت کی ثبوت مین جسقدر
گذارش ہوا منصف کی لیے کافی و وافی ہی اور کسیقدر طول بہی ہو گیا مگر اس شرط کا ثبوت مختصر سا آپکی خاتم المحدثین
کی تقریر سے بہی پیش کرتے ہین وہ اور ین بہی یہاں اپنی اقوال ماقبہ کا جواب گوش توجہ سے سنیی اور وہ
یہہ کہ آپکی خاتم المحدثین باب نبوت عقیدہ دوم مین یہہ تحریر فرماتے ہین و عقل نیز صریح دلالت
میکند کہ نبی را واجب الاطاعت کردن و وحی بسوی او فرستادن و او را آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق
ساختن و امام را نائب و تابع او گردانیدن بدون افضلیت نبی بر وصی متصور نیست و چون
ہمہ معانی در حق نبی موجود اند و در حق امام مفقود ہیچ امام از امت ہیچ نبی افضل نمیتواند بود
انتہی بقدر الحاجۃ — یہہ کلام صریح دلالت کرتے ہی کہ نبی کا آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا
افضلیت کا سبب ہی اور امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہی اور آپکی
خاتم المحدثین کے نزدیک بہی امر عقل صریح دلالت کرتے ہی پس الحمد للہ کہ آپکی خاتم المحدثین کے اس افادہ سے امام کا
افضل ہونا سایر رعایا سے ثابت ہو گیا کیونکہ امام بہی آمر و ناہی حاکم علی الاطلاق ہی اور تمام رعایا اوسکی تابع ہین **اقول**
گستاخی معاف عصبیت کے غبار نے نور بصیرت فہم و انصاف سامی کو یہانتک مکدر کر دیا ہی کہ سلیس سہل الماخذ عبارتونکو

آپ نہین سمجہی اور اوسکی فہم مطالب مین سراسر خطا کی راہ پر چلتی ہین افسوس آپ جیسا ذکی الطبع مناظرہ دان جسنی تمام مسائل خلافیہ مین یہانتک تحقیقات کی ہو کہ مرتبہ حق الیقین کا حاصل کر لیا ہو ایسی عبارت تو مین ایسی فاحش غلطی کہاوی فیا للعجب ولفضیحۃ الادب آپنے اس عبارت سے استدلال نہین فرمایا بلکہ اوسکو مسخ و تحریف کر ڈالا اب یہنی مختصر گذارش ہے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ نبی کا واجب الاطاعت ہونا اور وحی کا اوسکی طرف نازل ہونا اور آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اوسکی تابع ہونا یہہ مجموعہ اوصاف جو خداوند تعالی نے نبی مین ودیعت رکہی ہین اس امر کو مستلزم ہین کہ نبی امام سے افضل ہو اور بدون افضلیت نبی کے امام سے یہہ امور متصور نہین اور یہہ تمام اوصاف ہر ایک نبی مین پائی جاتے ہین اور امام مین مفقود ہین تو کوئی امام کسی نبی سے افضل نہین ہو سکتا ہے آپنے اس سے استدلال اسطرح فرمایا کہ آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا سبب ہے اور یہہ امر یعنی آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا امام مین بہی پایا جاتا ہے تو وہ بہی افضل ہوگا اس استدلال مین چند وجہ سے بحث و تامل ہے اول یہہ کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بصراحۃ ان امور کے امام مین نہ پائی جانے کو بیان فرمایا ہے آپنے اپنی استدلال مین اوسکی خلاف اوسکو تحریف کیا اور یہہ کہا کہ امام مین آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا پایا جاتا ہے اور باوجود اسکی اس مخالف دعوی کو کسی دلیل سے ثابت نہین فرمایا پس شاہ صاحب کی عبارت سے یہہ کونسا استدلال ہے آپکو شاید یہہ خیال نہین رہا کہ اس تغیر سے تمام دلیل ہی درہم و برہم ہو جاویگی اور اصل مدعا سے اوسکو کچہہ تعلق نہین رہیگا کیونکہ مدعا یہہ تہا کہ کوئی امام کسی نبی سے افضل نہین ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ کہ جن پر نبی کی افضلیت کا امام پر دار مدار تہا امام مین بہی پائی جانے تسلیم کریں تو تمام دلیل و مدعا کو مسخ کر دیا پس آنکی بحقیقت یہہ استدلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہین بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الذہن سے استدلال ہوا جسکا ثبوت نہ عقلاً ہو سکی اور نہ نقلاً

افضلیت کی صورت مین دلیل و دعوی کا اتحاد

ثانیاً ہم کہتے ہین کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہے نہ ہر واحد کیونکہ واجب الاطاعت
ہونا علی العموم علت افضلیت نہین عمال و قضات بلکہ والدین واجب الاطاعت ہین اور افضلیت
شرط نہین تو یہہ حضرت مجیب کی کمال مناظرہ دانی اور نہایت فہم و انصاف ہے کہ
اوس مجموعہ مین سے بعض اوصاف لیا اور پہر حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہہ سمجہا کہ مجموعہ کا
حکم اجزا کی حکم سے جداگانہ ہوتا ہے اسمین نزول وحی کو بہی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطے
ثابت ہے چنانچہ آپکی حضرت کلینی نے محدث کی معنی مین ایک قسم کے نزول وحی کو روایت
کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپکا استدلال
شاید صحیح ہوجاتا گو خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہین - ثالثاً سلمنا کہ آمر و ناہی و حاکم
علی الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت ہے - لیکن ہم کب تسلیم کرتے ہین کہ امام آمر و ناہی علی الاطلاق
و حاکم علی الاطلاق ہے یہہ تو صرف حضرات شیعہ ہی نے خلاف عقل و نقل تسلیم
فرمارکہا ہے پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہماری مجیب لبیب کی کمال
دانشمندی اور مناظرہ دانی ہے - ہم امام کو آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق نہین کہتے بلکہ
علی التقیید کہتے ہین کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف نبی کے کہ اوسکی اوامر و نواہی خود
تشریع ہین جو کچہہ وہ فرماوی وہ قطعاً حکم خداوند تعالے ہے اوسمین دوسرا احتمال نہین اور نہ
کوئی دوسرا قانون اوسکی لیی ہے کہ جسکی مطابقت و عدم مطابقت سے اوسکی صحت
و غلطی پر مطلع ہوسکین وہ دوسرونکی اوامر و نواہی کیلیے میزان و قانون ہے - رابعاً
اس جملہ کا مطلب ہماری سمجہہ مین نہین آیا معلوم نہین یہہ کیا چیستان و پہیلی ہے (اور
امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہے) ہماری مجیب فرماوین تو سہی کہ
حضرت نے اس جملہ مین مطلب رکہا ہے یا نہین ہماری خیال مین تو یہہ آتا ہے کہ متبوع اسم
مفعول کا صیغہ تہا تو خیال کیا ہوگا کہ اوسکی لیی مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا افضل)
تو مناسب نہین اور باعتبار معنی کے صحیح نہوگا اوسکی لیی اگر صحیح ہوگا تو ہمجنس مفعول کے واسطے

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیے مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ ع برین علم و دانش
بباید گریست * بلکہ بباید خندید - پہر اس فہم و لیاقت پر یہہ دعوی یہہ کچہہ ہندی کی مثل مشہور ہی
اس پر بی پرتا پانی **قولہ** اب امید ہی کہ کوئی غبی بہی چہ جائیکہ ہماری مجیب سے ذکی
و ذی ہوش اس شرط کا انکار نکریگا کیونکہ ہمنی عقل و نقل کتاب و سنت حتی کہ اقوال شیخین
و صحابہ و عترت و علماء اہلسنت و والد ماجد آپکی خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی
ثابت کر دیا و الحمد للہ علی ذلک **اقول** جسقدر آپنے افضلیت بلکہ شرائط ثلثہ کی ثبوت مین
دلائل پیش فرمائی اور بزعم خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شیخین و صحابہ و عترت و علماء
اہلسنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش بر آب بلکہ لمعان سراب ہتا بحول اللہ و قوتہ تعالی
ہماری معروضات سے جو اوسپر متعلق جرح و قدح کے کیی گئی یک لخت بتمامہ کرماد اشتدت بہ الریح
فی یوم عاصف ہبا منثور ہوگیا اور مثل تار و پود عنکبوت کی ہمنی اوسکو توڑ پہوڑ کر رکہہ دیا - اور مثل
آفتاب نیمروز کی واضح کر دیا کہ یہہ استدلالات محض حضرت مجیب کی اور اونکی بزرگونکی خوش
فہمی سے ناشی ہین اب بعد اسکی یقین ہی کہ کوئی اجہل و اغبی بہی چہ جائیکہ ہماری فاضل
مجیب جیسی ذکی الطبع و ذی ہوش ان شرائط کو تسلیم نکریگا کیونکہ جو امر عقل و نقل کے خلاف
ہو اوسکو کوئی عاقل و ہوشیار تسلیم نہین کر سکتا واللہ الموفق للرشاد **قال الفاضل المجیب**
قولہ - اور بیان کرنا چاہیے کہ مدار وجوب نص کا اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہین
اگر ہی تو اسکا اثبات بہی ضروری ہی - اقول - ہم آپکی علماء و صحابہ مقبولہ کی اقوال سے وجوب
نص ثابت کر چکی آپ اپنی علماء سے دریافت کیجیے کہ وجوب نص کا مدار اس اصل پر ہی یا کس اصل پر
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہماری فاضل مجیب علماء و صحابہ کی اقوال سے جیسا
کچہہ وجوب نص ثابت فرما کر آئی وہ اہل علم و انصاف پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے
صاف ظاہر ہی کہ یہہ محض تعلل و رفع الوقتی بلکہ گریز ہی جب ان حضرات کو دار و گیر ابحاث کے
شکنجہ مین پہنسنی کا خوف ہوتا ہی تو اسیطرح راہ فرار ڈہونڈہتی ہین علاوہ ازین

یہہ کیا ضرور ہی کہ جو چیز وجوب نص کے لیے آپکی نزدیک اصل و مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک
ہی ہو - ہماری نزدیک سرے ہی وجوب علی اللہ ہی غلط او لغو ہی لیکن آپکی نزدیک
بروی آپکی عقل کے خداوند تعالے عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا کی ذات پاک پر لطف واجب ہی
اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نص کا مدار ہے اسی پہ ہے - لیکن چونکہ
وجوب نص کے دلائل ہی ہین بہت غلطان وبیجا ان ہوے اور ہزار وقت وہ بہی
غلط سلط دلائل نقل کیے تو اب اگر اس اصل کے دلائل کو چہیڑا جاتا تو دلائل بہم پہونچتی تو
تو معلوم لیکن بحکم المبنی علے الفاسد فاسد - جسقدر دلائل ثبوت وجوب نص مین ذکر فرمائی
ہتی وہ بہی لغو اور باطل ہو جاتے اس وربیبی پر آفرین ہی **قولہ** اگرچہ اسیقدر جواب
کافی تہا اور جو عبارت کہ ازالۃ الخفا کی نقل ہوئی ہین اونمین اس وجوب کا مدار ہی کسیقدر
لکہا ہی مگر ہم حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہین اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے
ہین چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اسکا گذر چکا اور عصمت
سوائے اللہ جل شانہ کے کوئی نہین جانتا اسلیے ضرور ہی کہ امام منصوص من اللہ و الرسول
ہو - عبارت ازالۃ الخفا سے ہی یہہ بات ثابت ہی گو شاہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہین لکہا
اور وہ بپاس خلافت خلفا ثلثہ یہہ لفظ کیونکر لکہہ سکتی تہی - **اقول** کتب عقائد
شروح تجرید و شرح باب حادی عشر المسمی بالنافع یوم المحشر کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اصل
امامت کا ہی مدار اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہی اوسکی یہہ شرائط بہی خواہ بلاواسطہ
خواہ بالواسطہ اوسی اصل کیطرف راجع ہونگی - لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لین اسلیے
نہ اوسکی اصالت کا اقرار کرتے ہین اور نہ اوس سے انکار ہی فرماتے ہین اگر اقرار کرین
تو اوسکا ثبوت کہانسے لاوین اور انکار کرین تو یہہ ڈر ہی کہ کل کو خصم دست بگریبان ہوگا
اسلیے آپنے وجوب نص کا مدار وجوب عصمت کو ٹہرایا اور اصل سوال (اگر وجوب نص کا مدار
اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہین) کی جواب مین لا و نعم کچہہ نفرمایا یہہ مناظرہ مین

دار و گیر خصم سے بچنے کے ہتکھنڈے نہیں تو کیا ہین - لیکن آپکا خصم بحوج کب پیچھا چھوڑنی والا ہی
اور جب وجوب لطف کو اپ چھا رہنی دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھہ ناز ہی تو ہمنی اوسکی دلائل
پر بھی مختصر اگر ادہ کچھہ جرح و قدح کی ہی جو آپ جانینگی اور حضرت شاہ صاحب رح نے اگر عصمت کو
نہین لکھا تو بپاس خلافت خلفاء نہین بلکہ بپاس کتاب سنت نہین لکھا کہ خلاف کتاب
و سنت کیونکر لکھہ سکتی ہی **قولہ** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہی اور اوسکا ثبوت
چاہا ہی اگرچہ یہہ اصل بھی اپنی محل پر ثابت کی گیی ہی مگر چونکہ یہہ بحث الہیات سے
متعلق ہی لہذا اوسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین **اقول** جناب میر صاحب
یون تو آپکا جو دل چاہی فرمائین نہ آپکو ثبوت الہیات کی ضرورت نہ ثبوت آنکے حرف ایک
امامت ہی امامت کافی ہی لیکن پہلی آپ اپنی خصم کے گذارش سنیی اوسکی بعد فرماییی کہ آیا
وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہی یا نہین وہ یہہ گذارش خدمت والا کرتا ہی کہ وجوب
عصمت نفس و غیرہ بلکہ تمام مبحث امامت کے لیی وجوب لطف علی اللہ اصل ہی یا نہین
اگر ہی اور فی الواقع آپکی نزدیک اوسکی اصالت مسلّم ہی تو یہہ اصل فاسد ہی کیونکہ مستلزم
محال کو ہی تو وہ فرع جو اس اصل پر متفرع ہوگی وہ بہی فاسد و باطل ہوگی تو گویا آپکی خصم نے
اس صورت مین آپکے مسئلہ امامت کو مع اوسکی لواحق کے مبدا بحث ہی مین باطل کر دیا تھا
اور خیال کیا کہ ابطال دلائل مین زیادہ تجشم اسندلالات کی ضرورت نہ پڑی اسپر جناب والا کا
یہہ فرمانا کہ چونکہ یہہ بحث الہیات سے متعلق ہی لہذا اسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین
آپ ہی انصاف سے فرماوین کہ بروی آداب مناظرہ کے صحیح ہی یا غلط ہی اور آپکو
بحث امامت ہی مین اوسکی ثبوت و اثبات کی ضرورت ہی یا نہین - علاوہ ازین اس
بحث کے الہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہہ غرض ہی کہ اسکا امامت سے کچھہ تعلق نہین
تو غلط ہی چنانچہ ابھی واضح ہوچکا ہی اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہین تو پھر یہہ
ارشاد فرمانا کہ اسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین میدان مناظرہ سے صریح گریز ہی - **بیت**

حرف مطلب کو بہری سنکی بصد ناز کہا + ہم سمجھتے نہین بکتا ہی یہہ سودائی کیا + شاید
لفظ چیدان ہاہی بڑہا ہوگا کوئی جملہ ضرورت توہی لیکن بمقابلہ کشمکش شکنجہ انتظار کی کا نلم بکن
سمجھی گئی قال الفاضل المجیب قولہ۔ اور اختلاف نص کے صورت مین کسکو امام
سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب سمجھہ مین نہین آتا جبکہ نص کی شرط ہمنی ثابت
کردی اختلاف نص کے کیا معنی اگر نص مین اختلاف ہی تو نص ہی کہان ثابت ہوئی
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ حضرت میر صاحب واقعی اسکا مطلب
جناب کے فہم شریف مین نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعاے تبحر آپکو اپنی مذہب کے
روایات و نصوص کی خبر نہین ہی لیجیے ہم ہی خدمت سامی مین گذارش کرتے ہین کہ حضرت
امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھی ایک اسمعیل دوسرے حضرت موسی کاظم ان مین سے
آپکی فرزند کلان اسمعیل تھی جنکو آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الائمہ سب سے زیادہ محبوب رکھتی
تھی اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت مین تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و ممتاز سمجھتی
تھی اول حضرت نے امامت کو انکی نامزد فرمایا اور انکی ہی امامت کی نص فرمائی یہہ ہی وجہ
ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہی جو فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے
بعد اسکی حسب روایات حضرت شیعہ (دروغ بہ گردن راوی) جب اسمعیل مصدر افعال شنیعہ و حرکات
قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے منصوص
فرمایا اور اپنی اصحاب کے جواب مین جو بابت اختلاف نص صادر ہوا بدا کا عذر فرمایا آپ کے
رئیس المتکلمین شیخ نقد المحصل مین اپنی پیشوایان دین سے نقل کیا ہی کہ حضرت امام صادق رضی اللہ
عنہ اسمعیل پسر خود را قائم مقام خویش فرمودہ بود اما متش نص نمودند چون امور ناشائستہ از وصادر
یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و بجواب اصحاب عذر بدار آغاز نہادند۔ نقلا عن
ازالۃ الغین اور اسکی تائید و تقویت کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جسکو خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے
ازالۃ الغین مین نقل کیا ہی۔ بدا للہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف لہ کما بدا فی

بعد مضی اسمعیل بلکہ روایت کلینی سے اس اختلاف کے علاوہ دوسرا اختلاف الی محمد اور ابی جعفر مین بھی معلوم ہوتا ہے پس ان روایات کو ملاحظہ فرمائیے اور اونکا مطلب سمجھیے اور اختلاف نص کو دیکھیے بندہ کی گذارش بھی سمجھہ مین آجائیگی بعد اسکے جواب کا فکر کیجیے اور اگر پھر بھی سمجھہ مین نہ آوے تو بندہ کا قصور نہین ہے **قولہ** کیا بارگاہ خداوندی مین بھی مثل تخالف وتشاجر صحابہ اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** جناب کیا آپکو معلوم نہین ہے حسب روایات حضرات شیعہ کے بارگاہ خداوندی مین (معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد) مثل تخالف وتشاجر صحابہ بلکہ مثل عوام اختلاف ہوتا ہے اور بمقتضاء ان روایات کے جائز ہے کہ (نعوذ باللہ) خداوند تعالی شانہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا اول خلاف مصلحت ناواقفگی سے کوئی ارادہ یا امر فرمادے اور بعد اوسکی امر قرین مصلحت دسپر ظاہر ہوا دراوسکا حکم فرمادے اور اسکو لفظ بدا سے تعبیر فرماتے ہین چنانچہ روایات سابقہ مین بھی ناوانستگی سے اسمعیل کے نام خلاف مصلحت امامت کی نص ہوئی اور جب اوس سے اعمال ناشائستہ سرزد ہوئی اور معلوم ہوا کہ پہلی نص جو اوسکی نام تھی خلاف مصلحت تھی تو پھر دوسری دفعہ حضرت امام موسی کاظم کے نام امامت کے نص فرمائی اور عذر کر دیا گیا کہ پہلی نص مین خداتعالی کو (معاذ اللہ) بدا واقع ہو گیا تھا۔ علی ہذا القیاس اور بہت روایتین ہین جو اس بدا کو ثابت کرتی ہین تفسیر صافی سورہ رعد تحت قولہ تعالی یمحو اللہ ما یشاء روایت مذکور ہے والعیاشی[2] عن الباقر انہ قال کان علی بن الحسین یقول لو لا اٰیة فی کتاب اللہ لحدثتکم ما یکون الی یوم القیمة فقلت لہ ایة اٰیة قال قول اللہ یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ اس روایت سے صاف ظاہر ہے

[1] ابو جعفر کے پیچھے ابو محمد مین اللہ کو بدا جو اوسکی پہلی نہین پہچانا جاتا تھا واقع ہو گیا جیسا اسمعیل کے گذرنے کے بعد ابو موسی مین ہوا تھا۔ ۱۲ [2] مفسر عیاشی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہا امام زین العابدین فرمایا کرتے تھے اگر کتاب اللہ مین ایک آیت نہوتی تو مین تمکو قیامت تک ہونے والی باتونکی خبر دیتا۔ مین نے پوچھا کونسی آیت ہے فرمایا اللہ کا قول جسکا ترجمہ یہ ہے مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اوسکی پاس ہے اصل کتاب ۱۲ ۔ ۱۲

کہ حضرت امام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے مین خوف تہا تو یہہ ہی تہا کہ شاید
بطور بدا کے بدل سدل ہو جاوے اور ہم جہوٹے ہون اور نہین بیان فرماتے تہے تو اسی وجہ سے نہین
بیان فرماتے تہے اور علاوہ اسکی تفسیر صافی کے مواضع مختلفہ سے بدلالت النص بدا ثابت ہی
اور نیز خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین جو اسکی بنسبت بہت روایات
نقل فرمائے ہین اونمین سے تبرکاً چند روایات نقل کرتا ہون - وما رواہ ایضاً صاحب الکافی[۵۱]
فے کتاب النکاح فے باب اللواطۃ فے تضاعیف حدیث رواہ بالاسناد عن ابی جعفر و
ھذا موضع الحاجۃ منہ قال لھم لوط یا رسل ربی فما امرکم ربی قالوا امرنا ان ناخذھم
بالسحر قال فلی الیکم حاجۃ قالوا وما حاجتک قال تاخذوھم الساعۃ فانی اخاف ان
یبدو فیھم لربی وما رواہ صاحب الکافی فے باب بداء خلق الانسان من کتاب
العقیقۃ ان اللہ یقول للملکین الخلاقین اکتبا علیہ قضائی وقدری ونافذ امری
واشترطا لی البداء فیما تکتبان اور تفسیر صافی مین ہی[۵۲] وعن الصادق انہ سئل عن قول اللہ
تعالی اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ قال کتبھا لھم ثم محاھا ثم کتبھا
لابنائھم فدخلوھا واللہ یمحو ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب - لیکن بقدر گذارش اوہی
کہ اس بدا مذکورہ کو نسخ کہسکرنہ تامل و بحیکا بدا کو آپ کے علما محققین نے اسطرح بیان فرمایا ہے
یقال بدا لہ اذا ظھر لہ رای مخالف للرای الاول وظھر لہ من الامر ما لم یکن ظاہرا —

[۵۱] اور نیز وہ جو صاحب کافی نے کتاب نکاح کے باب لواطہ مین ایک حدیث کی ضمن مین بواسطہ اپنی اسناد کی ابو جعفر سے روایت کیا ہی اونمین سے بقدر حاجت یہہ ہی فرشتونکو لوط نے کہا ای میری رب کے پیغام پہنچانیوالو تمکو میری پروردگار نے کیا حکم کیا ہی اونہون نے کہا کہ ہمکو حکم کیا ہی کہ ہم اونکو وقت سحر پکڑلین کہا تو مجکو تمہاری طرف حاجت ہی اونہون نے پوچہا کیا حاجت ہی کہا کہ اسیوقت پکڑلو کیونکہ مین ڈرتا ہون کہ کہین اونمین میرے پروردگار کو بدا نہو جاوے اور وہ ہی جو صاحب کافی نے کتاب عقیقہ کے باب بدء الخلق مین روایت کی ہی اللہ تعالی پیدا کرنے والی دونو فرشتونکو فرماتا ہی اسپر میری قضا اور میری تقدیر اور میرا حکم جاری لکہو اور میرے لیے بدا کی شرط جو کچہہ لکہو اوسمین کر لیجو

[۵۲] امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اونسے کسی نے اس آیت کو پوچہا ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم - فرمایا اونکی لیے اوسکو لکہا تہا پہر مٹا دیا پہر اونکی اولاد کے لیے لکہا اور وہ داخل ہوئے واللہ یمحو ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ۱۲ —

اور بدا مین ناداشتگی اور خلاف مصلحت ہوتی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ مین بیان انتہائے مدت ہوتا ہی
وبس غرضکہ بدا و نسخ ہر دو متغایر و متباین ہین ہرگز ہین اتحاد نہین **قولہ** اسکو مفصل تحریر فرما کر سمجہائیے
تاکہ جواب گذارش ہو **اقول** ہمنے مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجہا دیا حسب وعدہ جواب عنایت
ہو۔ **قال الفاضل المجیب** قولہ۔ اور زمان فترت مین کیا حکم ہوگا۔ اقول
وہی جو زمان فترت نبوت مین ہوتا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاہ**
یہہ جواب محل بحث و تامل ہی کیونکہ فترۃ الرسل کے معنی حسب تصریح صاحب تفسیر صافی
فتور الارسال اور انقطاع الوحی کے ہین جس سی مراد وہ زمانہ ہی جسمین رسالت بند ہو جاوے
اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہمارے فاضل نے جو فترۃ امامت کو فترۃ رسالت پر قیاس کیا وہ قیاس
قیاس مع الفارق اور غلط ہی کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالی شانہ کیطرف سے
حفظ اور بقا کا وعدہ نہین تہا یہہ ہی وجہ ہوئی ہے کہ لوگ دین کو متغیر کر دیتی تہی
اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تہی بعد اوسکی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تہا تو اوسکی تجدید
کرتا تہا اور جو کچہہ اوسمین خرابیان ہوئی تہی رفع فرماتا تہا کوئی مستقل شریعت جداگانہ دیگر
بہیجا جاتا تہا جب ہمارے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کافۃ العرب والعجم مبعوث
ہوئی اور خداوند تعالی شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اوسکی حفظ و صیانت
کا وعدہ فرمایا اور تمام ادیان پر دین اسلام کی غلبہ کا مژدہ سنایا تو اس سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ اس شریعت مین تغیر واقع نہوگا اور اوسکی کتاب محرف نہوگی تو اگر ایسی شریعت مین
فترۃ امامت واقع ہی جنکا واقع ہونا کچہہ ضرر رسان نہین ہی تو اوسکو انہی شرائع کی فترۃ رسالت پر قیاس
کرنا جو مندرس ہو چکی ہو اور نہ اوسکی کتاب باقی ہو اور نہ اوسکی احکام اپنی حال پر ثابت
رہی ہون سخت بدیہی غلطی ہے قطع نظر اس سے فترۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب
لطف کے خلاف ہی گویا اگر نبی مبعوث نفرماوے یا ائمہ منصوص نفرماوے تو معاذ اللہ
آپکے نزدیک خداتعالے خود تارک واجب اور ملام ہوگا تعالی شانہ عما یصفون اور ظاہر ہی

کہ قضیہ موجبہ میں وجود موضوع کی ضرورت ہی تو اگرچہ حضرات شیعہ خلاف کتاب اللہ
وشواہد حسیہ محض ایک خبر واحد کی وجہ سے جو خود ہی جناب امیر سے روایت کرتے ہین
لا یخلو الارض من قائم للہ بحجۃ اما ظاہر مشہور[1] واما خائف مغمور زمان فترت کو منکر
ہین لیکن ہماری فاضل مجیب نے انصاف فرمایا اور فترت کو قبول فرمایا مگر قیاس مین غلطی کہائی سو خیر ہم اسکو بہی غنیمت
سمجہتی ہین- قال الفاضل المجیب- قولہ اور بعد تحقق امامت نزع و خلع جائز ہی
یا نہین- اقول- اس سوال سے ہی تعجب ہی جبکہ ہم ثابت کر چکی کہ امامت کا کام ہی
بنا یا نہین ہے بلکہ منصوص من اللہ ومن الرسول ہونا چاہیی تو بعد تحقق امامت نزع و
خلع امامت کے کیا معنی- یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی بے شک
اس سوال سے جناب کو تعجب ہوگا لیکن شاید تعجب اسوجہ سے ہوگا کہ اپنی خلیفہ دومی جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصالحت محفوظ خاطر اشراف نہ رہا ہوگا اور عنقریب نہ ہم
خود منصوصیت امام ثابت کرائی ہین تو ایسی حالت مین اس سوال سے زیادہ استعجاب ہوگا
لیکن جناب اسی قصہ مصالحت کو دیکہین اور مصالحت نامہ کو تاریخ کی کتابون مین پڑہین
تو ہر یہہ استعجاب جو سوال سے ناشی ہوا ہی رفع ہو جائیگا اگرچہ دوسری حیرت لاحق حال
ہو جائیگی اول مصالحت نامہ کی نقل کرتا ہون یعنی میرزا غیاث الدین شیرازی نے جنکا تشیع
انکی تاریخ سے ثابت ہی اپنی تاریخ مسمی حبیب السیر مین جلد دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵ پر مصالحت
نامہ باین الفاظ لکہا ہی[2] بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن
ابیطالب ومعویہ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ امر المسلمین
علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین ولیس لمعویۃ

---

[1] اللہ کی زمین امام سے خالی نہین ہوتی یا تو ظاہر مشہور ہوتا ہی اور یا ڈرا ہوا چہپا ہوا- ۱۲-
[2] بسم اللہ الرحمن الرحیم یہہ وہ ہی جسپر حسن بن علی بن ابیطالب نے معویہ کے ساتہ مصالحت کی یہہ مصالحت کہ مسلمانون کی امر کی ولایت اسکو سپرد کردی اس شرط پر کہ انمین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء صالحین پر عمل کری اور اسپر کہ معویہ- ۱۲-

[1] بن ابی سفیان ان یعهد الی احد من بعده عهدا بل یکون الامر من بعده
شوری بین المسلمین وعلی ان الناس امنون حیث کانوا من ارض الله فی شامهم
وعراقهم وحجازهم ویمنهم وعلی ان اصحاب علی وشیعته امنون علی انفسهم
واموالهم ونسائهم واولادهم وعلی معویة بن ابی سفیان بذلک عهد الله
ومیثاقه وما اخذ الله علی احد من خلقه بالوفاء بما اعطی الله من انفسه و
وعلی ان لا ینبغی للحسن بن علی بن ابیطالب ولا لاخیه الحسین ولا لاحد من
اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم غائلة سرا ولا جهرا ولا یخیف احدا منهم
فی الآفاق شهد علیه بذلک وکفی بالله شهیدا فلان وفلان والسلام۔ اس
صلح نامہ کی کلمات کو غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت امام نے امیر معویہ کو کیا چیز
تسلیم فرمائی وہ تولیتا ولایت امر المسلمین ہے جو تعبیر با امامت ہے یا کوئی اور چیز ہے
اگر ولایت امر المسلمین کے سپرد فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائیے کہ امامت کو اپنی سے خلع
کیا یا نہیں کیا اب فرمائیے آپکی وہ نفس کہان گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی۔ اور
علاوہ اسکی وہ جملی علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنت رسولہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین
اور بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین مذہب شیعہ پر کیسی کچھ خرابی و آفت ڈہا رہی
ہیں اور جڑ تشیع کی نکالتے ہیں چونکہ مقصود اختصار ہی اسلیے اشارہ کیے دیتے ہیں اہل فہم

---

[1] بن ابی سفیان کو اختیار نہین کہ اپنی بعد کسیکو اپنا ولی عہد بنا دے بلکہ اوسکی بعد امر مسلمانونمین بطور مشورہ کی ہوگا
اور اسپر کہ لوگ اللہ کے شہرونمین جسجگہ ہونگی خواہ شام مین اور عراق مین اور حجاز مین اور یمن مین امون ہونگی اور اسپر
کہ علی کے اصحاب اور اوسکی شیعہ اپنی جانون اور مالون اور عورتون اور بچون پر امون ہونگی۔ اور اس معاملہ
مین معویہ بن ابی سفیان پر خدا کا عہد اور میثاق ہے اور جو کچھ اللہ نے عہد لیا ہے کسی سے اپنی مخلوق میں سے
وفا کرنے اوس عہد پر جو اوسنی اپنی طرف سے خدا کے ساتھ کیا ہے اور اس شرط پر کہ نہ حسن بن علی بن ابیطالب کو
اور نہ اوسکی بھائی حسین کو اور نہ اہلبیت میں سے کسیکو کوئی فریب ہوگا نہ پوشیدہ اور نہ ظاہر اور نہ کوئی اونمین سے کسی پر
ظلم کریگا اسپر فلان فلان گواہ ہوئے اور اللہ گواہ کافی ہے۔ ۱۲

دو نکا سمجھہ ہین - ہان یہان اسقدر باقی رہگیا کہ حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت امیر معویہ کو تسلیم تو فرمادی - لیکن بیعت بہی فرمائی یا نہین فرمائی سو اسکو ہم جیسیب اہی مین دیکہتی ہین - اوس سی معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت بہی فرمائی ہکذا اعبارتہ

چون امام ہمام اہل اسلام بقبضہ اقتدار حاکم شام درآمد روزی عمرو بن العاص معویہ را گفت کہ حسن را بگو کہ خطبہ خواند و مردم را از استعفای خویش از خلافت تو آگاہ گرداند و بیان نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از اداء خطبہ عاجز خواہد آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را قابلیت این امر نبودہ معویہ نخست از قبول این سخن اباء نمودہ بالآخر بنا بر الحاح عمرو آن امر را از امام حسن التماس نمود آنحضرت ملتمس او را مبذول داشتہ در مجمعی کہ جمہور اعیان عراق و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمود و فرمود کہ ایہا الناس بہترین مراکب تقوی ست و بدترین حمق فجور ست و بدرستی کہ اگر شما طلب نمائید از جابلقا و جابلسا مردی را کہ جد او محمد باشد نیابید کسی غیر از من و برادر من شما دیدہ اید کہ خدا تعالی شما را ہدایت داد بجد من و نجات بخشید از غوایت و شما را عزیز گردانید بعد از ذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدرستیکہ معویہ با من نزاع کرد در امری کہ حق من بود پس من برای قطع فتنہ و صلاح امت این مہم را بوی باز گذاشتم و ترک محاربہ گفتہ ریختن خون اہل شام روا نداشتم ہر آئینہ شما ملامت کنید مرا کہ این امر را بغیر اہل آن دادم و این حق را در غیر موضعش نہادم اما قصد من صلاح امت بود و ان ادری لعلہ فتنۃ لکم و متاع الی حین چون سخن بدینجا رسید معویہ بی طاقت شدہ گفت بس ست ای ابو محمد و غرو دائی و بر دانیکہ در کشف الغمہ مرقوم گشتہ در آخر خطبہ مذکورہ مسطور ست کہ قد بایعتہ[ف] و رأیت ان حقن الدماء خیر من سفکہا و لم ارد بذلک الا صلاحکم و بقائکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم و متاع الی حین -

---

ف تحقیق یعنی اس سی بیعت کر لی ہی اور میری رائی مین یہہ آیا کہ خون ریزی سی اونکی حفاظت بہتر ہی اور میرا ارادہ اس سے بجز تمہاری خیر خواہی کی اور بقاء کے اور کچہہ نہین ہی اور مین نہین جانتا یہہ شاید تمہاری لیی فتنہ اور ایک وقت تک نفع لوٹنا ہو - ۱۲

و ازین عبارت چنان مستفاد میشود که امام حسن با معویہ بیعت نمودہ و از کتب اہل سنت نیز اینمعنی فہم میشود اما باتفاق علماء امامیہ امام حسن علیہ السلام دست بیعت بمعاویہ نداد والعلم عند اللہ الملہم الرشا د — اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ جناب امام رضی اللہ عنہ نے امیر معویہ کے ساتھہ بیعت بہی فرمائی اور جب کشف الغمہ کی روایت مین بیعت کا واقع ہونا بنص صریح موجود ہی اور امام قد بایعتہ فرماتے ہین تو پہر یہہ کہنا کہ علما امامیہ کا اتفاق ہی جناب امام نے امیر معویہ کے ہاتہہ پر بیعت نہین کی سراسر پوچ اور لغو ہی **قولہ** یہہ بعینہ ایسا سوال ہی کہ کوئی کہی کہ بعد تحقق نبوت نزع و خلع جائز ہی یا نہین جو جواب اسکا حضرت مجیب دین وہی ہماری طرف سے قبول فرماوین۔ **اقول** یہہ بعینہ ایسا سوال جب ہو کہ جب کسی نبی نے خلعت نبوت کسی کافر و فاسق کو بخشا ہو اور کسی کافر کے ہاتہہ پر بیعت کی ہو اور اوسکا ربقہ اطاعت اپنی گردن مین ڈالا ہو اور اگر ایسا نہین ہوا تو یہہ سوال بہی بعینہ ایسا سوال نہین ہو سکتا لیکن اگر ہماری مجیب لبیب کے نزدیک کسی نبی سے بہی ایسا واقع ہوا ہو جیسا کہ اونکی امام ثانی رضی اللہ عنہ سے ہوا تو اوسکی جوابدہ وہی ہین نہ ہم بخلاف امام حنفیہ کے کہ اول حضرات شیعہ کی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم مین خلع کیا اور ہر سہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتہہ پر بیعت فرمائی اور یہہ بیعت کرنا کسیطرح ہو علی الظاہر جسپر دار و مدار جملہ امور ہی اپنی سے امامت کا خلع اور دوسرونکی امامت کی تسلیم ہی اگرچہ یہہ خلع قبل از وقوع بیعت اہل حل و عقد ہوا لیکن آپکی نزدیک بیعت کی وقوع اور عدم وقوع کو انعقاد خلافت مین کچہہ دخل نہین ہی بعد اوسکی حضرت امام ثانی رضی اللہ عنہ نے بیعت اہل حل و عقد کے بعد اور باعتبار ظاہر استقرار خلافت کی بعد امیر معویہ کے ساتہہ اس طور پر مصالحت کی کہ ولایت امور خلائق کے جو خدا اور رسول سے آپکو مفوض و مخصوص تہی اپنی سے جدا کی اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی اور خدا تعالی کو اوسپر گواہ کیا اور اوسکی ہاتہہ پر بیعت کر لی پس جب ائمہ مین نزع

اور خلع کا وجود پایا جاتا ہی اور انبیا رمین کہین نہین پایا گیا تو پہر اس قسم کے جواب دینا اپنی لیاقت اور مادہ قابلیت کو ظاہر کرنا ہے اور دار وگیر ابحاث سی جان چہوڑانا جیسا کہ اس بحث مین جو کچہہ جواب بعد اختتام شرائط ارشاد ہوئی ہین سب کی کیفیت ایسی ہی کہ ہر شخص سمجہہ سکتا ہی کہ ہماری فاضل مجیب کو ان جوابات مین راہ فرار تنگ نظر آرہا ہی اور رہائی مد نظر ہے دلیل و دلالت سی مناص

قال الفاضل المجیب قولہ اور در صورت تخطیہ احد ہما الاخر کسکو صواب پر سمجہا جائیگا اور کسکو خطا پر۔ اقول۔ یہہ سوال بہی حیرت انگیز ہی جبکہ عصمت ثابت ہو جائے اور دو یا زیادہ اشخاص معصوم ثابت ہون انکی آپسمین تخطیہ کی کہان گنجایش عصمت اور خطا یعنی چہ ہرگز آپسمین تخطیہ ممکن نہین

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی لاریب آپکو یہہ سوال حیرت انگیز معلوم ہوتا ہوگا کیونکہ اول آپ نے خلاف عقل و نقل ائمہ کی عصمت تسلیم فرمالی بعد اوسکی آپکو اوس تخطیہ کی خبر نہوئی جو ایک امام نے دوسری امام کی نسبت فرمایا اور اگر کتب معتبرہ مین موجود ہی پس آپکو یہہ سوال حیرت انگیز نہ معلوم ہو تو تعجب ہی جبکہ آپکو یا ادعای تبحر وقوع تخطیہ کے اطلاع نہین ہے تو بہی ہم ہی گذارش کرتے ہین کہ صاحب کشف الغمہ وغیرہ امامیہ نے نقل کیا ہی کہ جب وہ مصالحت کی خبر جو فیما بین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو آپنے یہہ خبر وحشت اثر سنکر یہہ کلمہ اپنی زبان مبارک سی نکالا اور فرمایا لَو جُزَّ اَنفِی لکان احب الی مما فعل اخی اب عاقل اس عبارت کے مضمون مین تامل فرماوے اور سوچی کہ یہہ عبارت کس درجہ شناعت و قباحت فعل امام حسن رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہی لفظ جزّ انف کے معنی خواہ حقیقی لیے جائین یا مجازی ہر طور اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہہ فعل جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس درجہ قبیح و شنیع تہا کہ جزّ انف کو اوس سی زیادہ بہتر اور پسندیدہ سمجہتی ہین اور امام حسن رضی اللہ عنہ اوس ہی فعل کو صلاح سی تعبیر فرماوین تو ظاہر ہی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا

اوسکو غیر صحیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ صریح ہی پس ہم پوچھتے ہین کہ عصمت اور خطا
یعنی چہ۔ علاوہ ازین اوائل رسالہ ہذا مین گذر چکا ہی کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیت المال
کی عسل سے ایک ضیف کے لیے بقدر ایک رطل کے عسل لے لیا تہا اوسپر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے بقدر
غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصد کیا اور عذر استحقاق بیت المال کا پذیرا نفرمایا بلکہ تصرف
قبل القسمت کو ناجایز فرمایا اور حضرت امام نے جسقدر عسل بیت المال سے لیا تہا فی الفور
جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قسم اول بازار سے خرید کر کے اوسیقدر لوسمین داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہہ
تخطیہ ہی پس اب فرمایئے کہ عصمت اور خطا یعنی چہ۔ لیجیے آپ امکان تخطیہ کے بہی منکر
تہے ہمنے آپکو اوسکا وقوع ثابت کردیا۔ اور نیز شروع اس رسالہ مین ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات مستہجن مثل جنین پردہ
نشین ہم شدہ الخ فرمانا بیان کر آئی ہین آپکو یاد ہوگا اب مجیب کو نظر آتا ہی کہ آپ حصار الجاث
مین محصور ہوکر ہجاد ماسن قصہ حضرت موسی و ہارون علیہما السلام کو سمجھینگی اور الزامًا اوسکو
پیش فرماینگی لیکن اتنا خیال رہی کہ اول اوسکا تخطیہ ہونا باطل ہی علاوہ اسکا ایسی خطا ہونا
جس سے انبیا معصوم ہین غیر مسلم ہے اور بفرض محال اگر انبیا رمین تخطیہ واقع ہوبہی تو چونکہ
انبیار باتفاق فریقین معصوم ہین اور اونکی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہی تو ایسی انکی
تاویل ضرور ہوگی بخلاف ائمہ کی کہ نہ اونکی عصمت مسلم احد نہ اوسپر کوئی دلیل مثبت قائم ہی
تو اوسکو انبیار کی تخطیہ پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قولہ** مگر ہم حسب مذاق حضرت
مجیب عرض کرتے ہین کہ بفرض محال اگر یہہ امر ثابت ہی ہو تو اسی طرح سمجھا جایگا جسطرح
انبیار ایک دوسری کا تخطیہ فرماوین جو جواب حضرت مجیب وہان دینگی وہی یہان بہی
تصور فرماوین۔ **اقول** ہماری فاضل مجیب کو فرض محال کے تکلیف اوٹھانی کی کچھہ
ضرورت نہین ہمنے آپکی ہی روایات سے وقوع تخطیہ ثابت کردیا اب فرمائین کہ انبیا مین
کونسا تخطیہ واقع ہوا ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک الجواب تصور فرمار کہا ہی

علاوہ ازین اسکا دارومدار ثبوت عصمت ائمہ پر ہی اور اوسکو ہم سابق مین باطل کرآئی ہین تو پس یہہ
محض بناء فاسد علے الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو تامل سے دیکہا جاوے تو یہہ مشترک
الالزام بہی نہین ہو سکتا کیونکہ جو تخطیہ ائمہ مین واقع ہوا ہی وہ اسطرح ہی کہ امام بالفعل نے
امام بالقوہ کا تخطیہ فرمایا ہی اور اگر یہہ ہی صورت تخطیہ کے ابنیا مین فرض کیجاوی توچونکہ
عصمت انبیا قبل البعثہ علی الخصوص صغائر سے مختلف فیہ بین اہل سنت ہی اسلیے کہا جاسکتا ہی
کہ نبی بالفعل کا تخطیہ کرنا نبی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپکی حکم کے موجب ہمنے اس
جواب کو آپکی طرف سے ائمہ مین بہی تصور فرمایا تو یہہ ثابت ہوا کہ جو تخطیہ ائمہ مین واقع ہوگا
اوسمین امام بالفعل صواب پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو غسل کے قصہ مین جناب امیر رضی اللہ عنہ
صواب پر تہے اور معاملہ صلح مین جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر تہی۔ یہی بطلان
عصمت کو یہان تو خود تسلیم فرمالیا قال الفاضل المجیب۔ قولہ اور نیز عصمت کا
تحقق جمیع عمر مین ہی یا بعض مین — اقول۔ مذہب اہل حق یہہ ہی کہ از مہد تا لحد عصمت
متحقق ہی یقول العبد الفقیر الی مولاہ چونکہ عصمت کی نسبت سابق مین
بہت کچہہ بحث ہو چکی ہی جو کافی ہی اسلیے اوسکی اعادہ کی ضرورت نہین یہان فقط اسقدر گذارش
ہی کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا از غایتہ از مہد صحیح ہی یا نہین کیونکہ شاید آپکو معلوم نہین ہوگا
کہ اسمین بہی باہم اختلاف ہی اسلیے اسکو مذہب اہل حق فرماتے ہین۔ بحث اثبات عصمت
مین جسقدر دلائل ذکر فرمائی ہین اون مین سے کوئی دلیل بہی عصمت از مہد پر دلالت نہین کرتی
کاش اثبات کے وقت بہی یہہ ہی دعوی ملحوظ خاطر سامی ہوتا قال الفاضل المجیب
قولہ۔ جب جناب مخاطب اپنی شرائط کو دلائل کے ساتھہ بیان فرمائینگی تو اوسپر رد و قدح اوسیطرح
ہوگی — اقول۔ ہمنے آپکے ہی کتب سے یہہ شرائط مدلل بیان کردیے اگر آپ رد و قدح اپنے
علما کی کلام و صحابہ کی اقوال پر کرسکتے ہین تو بسم اللہ کیجیے ہمارا ہر طرح فایدہ ہی۔ یقول
العبد الفقیر الی مولاہ۔ سبحان اللہ یہہ ہمارے فاضل مجیب کے

فہم ودانش اور مناظرہ دانی ہے کہ اپنی استدلالات کی ابطال کو کلام علما واقوال صحابہ پر رد وقدح سمجھتے ہین۔ کیون حضرت اگر آپنے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ارشادات ائمہ علیہم السلام یا اقوال صحابہ یا تحقیقات علما سے غلط استدلال کیا اور اپنی فاسد مدعا پر استشہاد کے طور پر غلط پیش کیا اور آپکے خصم نے آپکو آپکی غلطی پر متنبہ کیا اور آپکو جتلایا کہ آپکا استدلال ان دلائل سے غلط ہے اور انکو آپکے ثبوت مدعا سے کچھہ مساس نہین اور اونکے دلائل سے ثابت کردیا تو کیا اس صورت مین آپ یہہ ہی فرمائینگی کہ آپکے خصم نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعترت پر رد وقدح کی اور آپ ایسی دہمکی سے ڈرا کر اپنی استدلالات کی ابطال ورد وقدح کسے باز رکہینگی۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی غلط اور واہی باتین آپکی ثبوت فضل وکمال مین سخت قادح ہین آپکے خصم کو ہرگز رد وقدح سے باز رکہنے والے نہین اور نہ آپکا خصم آپکی ایسی باتون پر کان رکہیگا۔ پس آپکا ایسی کہنے سے کسیطرح کچھہ فائدہ نہین بلکہ نقصان ہے۔ چنانچہ جب ہماری رد وقدح سے آپکو روز سیاہ نظر آئیگا تو معلوم ہوگا کہ آپکو کس قدر ضرر رسان ہے **قال الفاضل المجیب** ۔ قولہ۔ سردست جناب نے دعوی کیا کہ یہہ مدعا بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے اور کوئی دلیل ذکر نہین فرمائی تو دعوی بلادلیل کے واسطے تو محض لانسلم ہی جواب ہے بلکہ لانسلم کے بہی حاجت نہین کیونکہ دعوی بلادلیل خود ہی غیر مقبول ہے ان مدلل جواب کے واسطے آیندہ اپنی دلائل کے ساتھہ منتظر رہین۔ **اقول** ۔ اگرچہ اسکی جواب مین بہی کچھہ گذارش ہوتا اور اسیقدر شروع مین عرض کیا گیا ہے مگر چونکہ کوئی مطلب کی بات نہین اسلیے صرف اسیقدر گذارش ہے کہ ہمنے آپکی ارشاد کی تعمیل کردی اب ہم حسب وعدہ منتظر ہین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** ہم بہی اسجگہ صرف اسیقدر گذارش کافی سمجھتے ہین کہ ہمنے اپنا وعدہ وفا کیا اور آپکی استدلالات کا مدلل جواب آپکی دلائل کے ساتھہ گذارش کرکے آپکا انتظار رفع کردیا اب ہم حسب وعدہ انصاف کی منتظر ہین۔ **قال الفاضل المجیب** ۔ قولہ۔ معہذا مجملاً ومختصراً اسقدر گذارش ہے کہ جن شروط کی نسبت

دعوی فرمایا ہی کہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سی ثابت ہین اونکی تکذیب خود کلام امیر المومنین علی
رضی اللہ عنہ ہی جسکو شریف رضی نے نہج البلاغۃ مین ذکر کیا ہی ۔ وانما الشوری
للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی
ملخصاً بقدر الحاجۃ ۔ اقول الحمد للہ کہ شرائط ثلثہ اون دلائل عقلیہ نقلیہ سی
جو آپکے ہی علمانے اپنی کتب معتبرہ دینیہ مین لکھی ہین ثابت کی گییں **یقول العبد**
الفقیر الی مولاہ بحول اللہ وقوتہ شرائط ثلثہ کی ثبوت کو اون دلائل عقلیہ
ونقلیہ سی جو ہماری علمانے اپنی کتب معتبرہ دینیہ مین لکھی ہین بالکل زیر وزبر کا ہیبا منتشر
کر آئی ہین اوس سی بخوبی یہہ بات ثابت ہو لی ہی کہ شرائط خلاف عقل ونقل تسلیم
کر رکھی ہین نہ اونکی عقل مساعد ہی اور نہ نقل موید ہے **قولہ** آپنے جو یہہ تقلید اپنی
خاتم المحدثین کے کہ وہ حضرت اپنی خوش فہمی سے اس قول جناب امیر المومنین علیہ السلام
کو مکذب ان شرائط کا سمجھتی ہین یہہ قول نقل کیا ہی اسکا بہی جواب سُنیئے **اقول**
شاید ہماری مجیب بسبب کچھہ ملہم یا محدث ہونے کی بہی مدعی ہین ۔ اگرچہ خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ہمارا فخر ہی لیکن معلوم نہین اسجگہ ہماری مجیب کس دلیل سی
تقلید سمجھی آپکی عادت ہوگیی ہے کہ ہرگاہ کسینی کوئی دلیل پیش کی خیال کر لیا کہ تحفہ
سی نقل کی ہوگی گو آپکی کتابین بدقت میسر آئی ہین لیکن خداوند تعالے کی فضل سے بعض
کتابین اس عاجز کو میسر آگئی ہین منجملہ اونکی نہج البلاغۃ اور اوسکی شروح ہین پس
ہمنی جو کچھہ عرض کیا تہا تحفہ سی نقل نہین کیا تہا بلکہ نہج البلاغۃ سی ملخصاً عرض کیا تہا باقی رہا خوش
فہمی سو اس بحث مین انشاء اللہ تعالے بخوبی واضح ہوجائیگی کہ آپکی اون اکابر کی
خوش فہمی ہے جنہون نے اس کلام کو دلیل الزامی قرار دیا ہے یا خاتم المحدثین
کی خوش فہمی ہے کہ اونہون نے اسکو دلیل تحقیقی ٹھہرایا ہے **قولہ**
اول ہم اس روایت کو جسکی تلخیص آپنے فرمائی ہی تحفہ سے نقل کرتے ہین آپکی خاتم المحدثین

تحفہ مین یہہ تحریر فرماتے ہین۔ منہا ما اوردہ الرضی فی نہج البلاغۃ عن امیر المومنین
فی کتاب کتبہ الی معاویۃ وھو اما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمتک
وانت بالشام فانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی
ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما
الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ
رضی فان خرج منہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی
اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولی واصلاہ جہنم وساءت مصیرا۔ انتہی
اب اسکا جواب سنیے یہہ امر جلی ثابت ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول سے بیعت
بفور انعقاد خلافت نہین کی بلکہ اوسکی برہم کرنے کی تدبیرین فرماتے رہی چنانچہ ازالۃ الخفا
کی عبارت جو قصد احراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام مین نقل ہوئی ہی اسپر شاہد ہی
اور بعد مین جو بیعت فرمائی وہ بھی بخوشی نہین کی چنانچہ بروایت بخاری بلکہ صحیحین تا شش ماہ
وحیات جناب سیدہ بیعت نہین کی اور اس روایت مین یہہ الفاظ ہین وکان لعلی
من الناس وجہ حیات فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس
مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ پس اگر اس خط سے جو جناب امیر علیہ السلام نے معاویہ کیطرف تحریر فرمایا ہی
خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہو اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہون تو لازم آئی
کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تا شش ماہ منحرف رہی
ہون اور ایسی برحق خلیفہ کے خلافت و امامت برہم کرنے کی ایسی مشورہ کرتے رہی ہون
حالانکہ کتاب اللہ مین یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ وحدیث رسول اللہ مین مَنْ مَاتَ ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ
موجود ہی اور جناب امیر علیہ السلام کے شان اس سے ارفع ہی بلکہ اصل بات یہہ ہی کہ یہہ
خطبہ بطور الزام معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ معویہ خلفاء سابق کو برحق خلیفہ جانتا تھا

اور اونکا بہی حاکم کردہ تہا اسلیئے جناب امیر نے اوسپر حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے
یہہ الفاظ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم اسپر صراحت
دلالت کرتے ہین اگر یہہ امر تحقیقی ہوتا تو اسکی لکہنے کی کیا ضرورت تہی اور خصوصًا وہ
فقرہ جو آپکے خاتم المحدثین اپنی تحریر سلمی کو اصل سمجہے ہین یعنی لزمتک وانت بالشام
الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہہ واب تحریر نہین ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کرکے
خصم پر کوئی بات لازم کرین - **اقول** ہمنے صرفًا اجمالی طور پر جناب امیر کا
وہ الزامیہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصوصًا بدرانہ تکذیب شیعہ اثنا عشریہ کے لیئے اور فی الحقیقت
استیصال اصول و فروع مذہب شیع کا غرض سے گذارش خدمت کیا تہا بجواب اوسکے جناب نے
اوسکی تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اوسکا تسلیم فرمایا گویا اس امر کو تسلیم کرلیا
کہ اگر یہہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شیعہ اثنا عشریہ بلکہ
تمام اصول و فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کرماد اشتدت بالریح ہباءً منثورا ہونگی ع
بس اک نگاہ پہ ٹہرا ہے فیصلہ دل کا - اب ہمپر لازم ہے کہ اوس خط کی الزامی ہونیکا
بطلان اظہر من الشمس و ابین من الامس کرکے دکہلا دین اور ثابت کردین کہ یہہ خطبہ الزامی
طور پر تحریر نہین ہوا بلکہ واقعی تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے - پس واضح ہو کہ جب ہم اس
خطبہ کے جملوں اور اونکی مضامین مین غور و تامل کی نظر سے دیکہتے ہین تو تمام خطبہ مین اول
سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہین پاتے ہین جو اوسکی الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہو اسلیئے
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول تمام خط کی نقل شرح ابن میثم بحرانی سے کیجاوے اور بعد اوسکے اوسکی
جملونسے ثابت کیا جاوے کہ یہہ الزام نہین بلکہ تحقیق ہے اوس خطبہ کی شرح مین جسکا
شروع یہہ ہے - ومن کلام لہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد لحرب
اھل الشام بعد ارسالہ الی معویة جریر بن عبد اللہ - شارح ابن میثم تحریر فرماتا ہے

ف یہہ اسکا اس کلام مین کہ ہی جبکہ آپکی اصحاب نے اہل شام کی لڑائی کی تیاری مستعد ہونیکا مشورہ دیا بعد جریر بن عبد اللہ کو معویہ کی طرف بہیجنے کے

فصل ۶

ثم كتب معه اما بعد فان بيعتي بالمدينة لزمتك وانت بالشام لانه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار فاذا اجتمعوا على رجل فسموه اماما كان ذلك لله رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن او رغبة ردوه الى ما خرج منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولاه الله ما تولى ويصليه جهنم وساءت مصيرا وان طلحة والزبير بايعاني ثم نقضا بيعتي فكان نقضهما كردتهما فجاهدتهما على ذلك حتى جاء الحق وظهر امر الله وهم كارهون فادخل فيما دخل فيه المسلمون فان احب الامور الي فيك العافية الا ان تتعرض للبلاء فان تعرضت قاتلتك واستعنت بالله عليك وقد اكثرت في قتلة عثمان فادخل فيما دخل فيه الناس ثم حاكموا القوم احملك واياهم على كتاب الله فاما تلك التي تريدها فخدعة الصبي عن اللبن ولعمري لئن نظرت بعقلك دون هواك لتجدني ابرأ قريش من دم عثمان واعلم انك من الطلقاء الذين لا تحل لهم الخلافة ولا تعرض فيهم الشورى وقد ارسلت جرير بن عبد الله وهو من اهل الايمان والهجرة فبايع ولا قوة الا بالله

ف پھر اوسکی ساتھہ لکھکر بھیجا بعد حمد وصلواۃ کے - میری بیعت مدینہ مین تجھپر لازم ہوگئی حالانکہ تو شام مین ہی کیونکہ مجھسے اون لوگون نے اوس امر پر بیعت کی ہی جنہون نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی تو اب حاضر کو کچھ اختیار ہی اور نہ غائب رد کرسکتا ہی مشورہ صرف مہاجرین اور انصار کا ہی جب وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جاوین اور امام بنالین وہ اللہ کی نزدیک بہی پسندیدہ ہی پہر اگر کوئی نکلنی والا اوسمین طعن یا اوس سے اعراض کر کی نکلی تو اوسکو اوس جگہ جہان سی نکلا ہی لوٹا دین اور اگر انکار کری تو اوس سے مومنین کے رستہ کے سوا پیروی کرنے پر لڑو اور اللہ اوسکو متوجہ کریگا جدہر وہ پھرا ہی اور داخل کریگا اوسکو دوزخ مین اور وہ بہت بری جگہ ہی اور طلحہ اور زبیر نے مجھسے بیعت کی پھر بیعت توڑ دی تو یہہ اونکا بیعت توڑنا بمنزلہ اونکی ردت کی ہوا تو مین نے اوسپر اونسے جہاد کیا یہانتک کہ آ پہنچا سچا وعدہ اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش رہی تو تو بہی داخل ہو جا جسمین مسلمان داخل ہوئی ہین کیونکہ مجھکو وہ امر زیادہ پسند ہی جسمین عافیت ہو مگر یہہ کہ تو بلا کی درپی ہو پس اگر تو بلا کی درپے ہوگا تو مین تجھسی لڑونگا اور تجھپر خدا سی اعانت چاہونگا - اور تو نی عثمان کی قاتلو مین بہت گفتگو کی ہی تو جسمین لوگ داخل ہوئی ہین تو بہی داخل ہو - پہر قوم سی میری طرف محاکمہ کر مین تجھکو اور اونکو کتاب اللہ پر اوٹھاؤنگا اور یہہ جو تو چاہتا ہی تو یہہ بچی کو دودہ سی فریب دینا ہی اور میری زندگانی کی قسم اگر تو اپنی بدون ہوائی نفسانی کی نظر کریگا تو مجھکو قریش مین عثمان کی خون سی سب سی زیادہ بری پائیگا اور جان تو کہ تو طلقا مین سی ہی جنکی لیی نہ خلافت کا زیور حاصل ہو سکتا ہی اور نہ اونکو کچہہ شوری کی سی تعرض ہے اور مینی تیری طرف جریر بن عبد اللہ کو بھیجا ہے اور وہ اہل ایمان اور ہجرت سی ہی پس تو بیعت کر لے ولاقوۃ الا باللہ - ۱۲

عاقل منصف اول اس تمام خط کی عبارت کو اجمالی نظر سے دیکھے کوئی جملہ یا کوئی حرف وغیرہ
اس خط کی الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہین تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہہ خط
الزامی نہین اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ خبر فی الحقیقت حکایت ہوتے ہے اور اوسکا محکی عنہ یا تو
حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد متکلم بلکہ اعتقاد متکلم کا محکی عنہ ہوتا ہے اسی وجہ سے معتبر ہے کہ متکلم
اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کی سمجھتا ہے یہہ بھی وجہ ہے کہ صدق و کذب کا مدار جمہور کے
نزدیک تطابق یا عدم تطابق واقع پر ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھہ تکلم کریگا تو سامع بمجرد استماع
خبر کے یہہ سمجھیگا کہ متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور اسقدر سمجھنے
مین کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہوگا اور ظاہر ہے کہ تبادر الی الفہم دلیل حقیقت کی ہے
لفظ موضوع کی اطلاق کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ متبادر الی الفہم ہونگی اوسکو حقیقی
سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھے جاوین گے اور محتاج سمجھنے مین قرینہ کی طرف
ہونگی اوسکو حقیقت نہین کہا جائیگا بلکہ اوسکو مجاز کہینگے تو اب اگر اس خط کی مضمون
کو تحقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگی اور بسبب تبادر الی الفہم
ہونے کے کسی قرینہ کی محتاج نہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ حال واقع کی
حکایت فرما رہے ہین۔ اور اگر اسکو الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور
الزام کے حکایت حال اعتقاد مخاطب کے فرما رہے ہین تو یہہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول
نہوگی اور بسبب عدم تبادر الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاویگا
تو اپنی حقیقت سے متجاوز ہوکر اس معنی پر محمول ہوگی ورنہ نہین۔ اب تفصیلی نظر سے اہل فہم
و انصاف ہر ایک جملہ کی مضمون کو بغور ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ اس کلام مین کوئی
قرینہ پایا جاتا ہے جس سے اسکا الزامی ہونا سمجھا جاوے یا نہین اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو
کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر متبادر الی الفہم ہو
اور ہر شخص اوس سے سمجھ سکے کہ یہہ کلام مصروف عن الظاہر ہے اور ما نحن فیہ مین ایسا قرینہ

مفقود ہی اور جسکی نسبت ادعا ہی وہ بلا دلیل ہی اور غیر مسلم اول جملہ لانہ بایعنی القوم الذین
بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوہم علیہ - ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ جملہ حال
واقع کی حکایت ہی اور اپنی محکی عنہ کے مطابق ہی اور یہہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہی
کیونکہ جن لوگون نے خلفاء ثلثہ سے بیعت کی تہی اور اہل حل و عقد تہی اونہون ہی نے
حضرت سے بہی بیعت کی - دوسرا جملہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد
ہی اس جملہ مین کوئی قرینہ دلالت نہین کرتا کہ برخلاف واقع کے عرف مخاطب کے
اعتقاد پر مدار کلام ہی اور اسکی معنی فاذا عندکم لیس للشاہد ان یختار ہین اور جب
کوئی قرینہ موجود نہین تو یہہ جملہ اس معنی خلاف متبادر ظاہر پر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی
پر جو متبادر الی الفہم عند عدم القرینہ ہوتا ہی محمول ہوگا اور وہ یہہ کہ بیعت اہل حل و عقد کی
صورت مین باعتبار واقع و نفس الامر کے نہ شاہد اختیار کرسکتا ہی نہ غائب رد کرسکتا ہی جب
بیعت اہل عقد کی واقع ہوگئی تو پہر کسیکو چون وچرا کی گنجایش نہی تیسرا جملہ وانما الشوری
للمہاجرین والانصار ہی اس جملہ مین بہی کوئی قرینہ نہین جو اسکی الزامی ہونے پر دلالت
کرے بلکہ اگر اس عبارت مین تامل کیا جاوی تو صراحۃً ثابت ہوتا ہی کہ اس سی مرا
تحقیق ہے اور الزام نہین کیونکہ لفظ انما مفید حصر کو ہی جسکی معنی یہہ ہوئی کہ شوری حق
مہاجرین وانصار ہی مین منحصر ہی اور کسی دوسری کو اوسمین دخل نہین تو گویا ضمناً اسجگہ
یہہ ثابت کیا کہ مخاطب کو جو طلقا مین سی ہے شوری مین بہی کچہہ دخل نہین تو خلافت کا
مستحق کیونکر ہوسکتا ہی اور اس حصر کے بموجب یہہ تقریر اوسی وقت صحیح ہوسکتی ہی جبکہ اسکو
تحقیق پر محمول کیا جاوے اور اگر اسکو الزام پر حمل کیا جاوی تو باطل ہی کیونکہ امیر معویہ اس
کے قائل نہین کہ شوری منحصر مہاجرین وانصار مین ہی - بلکہ انکی نزدیک شوری مین
تمام مسلمین کو دخل ہی چنانچہ اس خط کی جواب مین جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت مین
بہیجا ہی اوس سے ظاہر ہی اور اوس خط کو ہم آیندہ نقل کرینگے - اس جگہ کچہہ بے موقع

نہیں ہی اگر ہم اپنی دعوی کے ثبوت میں شارح ابن ہمام کے عبارت جو اس جملہ کی شرح
میں لکہی ہے نقل کریں اہل انصاف و فہم اوس عبارت سے بخوبی سمجھ لینگے کہ یہ عبارت
بلکہ تمام خط تحقیقی ہی یا الزامی وھذہ عبارتہ وحصر الشوری والاجماع فی المھاجرین
والانصار لانھم اھل الحل والعقد من امۃ محمد فاذا اتفقت کلمتھم علی حکم من الاحکام
کاجماعھم علی بیعۃ وتسمیتہ اماما کان ذلک اجماعا حقا انتھی بقدر الحاجۃ
چوتہا جملہ فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی ہے اس میں بہی کوئی
قرینہ نہیں جس سے سمجہا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ عند المخاطب ہے اور صارف عن الحقیقۃ ہو
تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکر جائز سمجہا جائیگا کیونکہ
بلا ضرورت مصیر الی المجاز جائز نہیں تو بس یہ عبارت محمول اپنی معنی حقیقی پر ہوگی اور حاصل
معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل وعقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بناویں تو وہ شخص
فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اوسکی امامت خدا تعالے کے نزدیک پسندیدہ ہوگی
پانچواں جملہ فان خرج منھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ ہے
اس جملہ میں بہی کوئی حرف نہیں جو صارف عن الحقیقۃ ہو اور الزام ہونے پر دلالت کرے
تو اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور نتیجہ مطابق واقع نفس الامر کے متصور ہوگی چہٹا جملہ
فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی واصلاہ جہنم و
ساءت مصیرا ہے اس عبارت میں بہی کوئی لفظ نہیں جو اسکی الزام ہونے پر دلالت کرے
بلکہ یہ عبارت بصراحۃ اس امر پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہے نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بطور اقتباس کے
کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف مشیر ہے جو سورہ نسا میں ہے
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی
ونصلہ جہنم وساءت مصیرا — اور اس آیت سے استدلال فرمایا کہ امیر معویہ کو
متغلب کہا کیونکہ یہ استدلال گویا نص قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اسمیں گنجائش تکلف و تعسف کی

نہین ہو کیونکہ جس دلیل کا مبنی علاوہ اجماع کے نص قطعی پر ہو اوسمین شک وشبہ کو دخل
نہین ہو سکتا اور ظاہر ہی کہ اتباع غیر سبیل کے مذمت حق تعالے شانہ نے بطور الزام
نہین فرمائی بلکہ بسبیل تحقیق فرمائی ہے اور اِس آیت شریفہ سے کسیکو الزام نہین دیا بلکہ
واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے فرمایا ہی پس جناب امیر نے اوسی آیت شریفہ کو اوسی قسم کے
اپنی مدعا کے ثبوت مین پیش فرمایا تو کیونکر ممکن ہی کہ اوسکو الزام پر محمول کیا جا کیونکہ اگر
اسکو الزام پر محمول کیا جاوی تو یہہ ثابت ہوگا کہ جناب امیر اِس آیت شریفہ کے مضمون کے
منکر تہی حالانکہ یہہ بداہتہً غلط ہی ۔ پس اِس جملہ سے مثل بدیہی اولی کے واضح ہو گیا کہ یہہ تمام
نامہ تحقیق واقع پر مبنی ہی اور حضرت علماء شیعہ کی خوش فہمی ہے کہ اس کلام کو الزام پر محمول
کرکے اوسکی معنوی تحریف فرماتے ہین اور نکرین تو کیا کرین صریح دیکھتے ہین کہ مذہب
تشیع کی بیخ وبنیاد اوکہڑی جاتی ہی اسلیے ہاتھہ پانو مارتے ہین تو اِس تمام عبارت مین
باوجود اسقدر بسط وتطویل کے باایہمہ عقل وفراست ودانش وکیاست ایک حرف بہی
ایسا تحریر نفرمایا جو اِس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ بدون قرینہ کے
ہرگز الزام پر حمل نہین کیجا سکتی بلکہ جسقدر بسط کیا اور جسقدر جملی بڑہائی اونسی اس امر کا ثبوت
قوی ہوتا گیا کہ اِس عبارت کی بنا تحقیق پر ہی الزام ہرگز ممکن نہین پس اگر اب بہی اوسکو
الزام ہی پر محمول کیا جاوی تو اِس سے یہہ ثابت ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت
نویسی کا کچھہ بہی سلیقہ نہین تہا اور آپکو یہہ بہی خبر نہین تہی کہ کس مضمون کیلیے قرینہ کی حاجت
ہی اور کونسی معنی قرینہ سے مستغنی ہین علاوہ اسکی جو عبارت کہ اسکے بعد اِس خط کی شارح نے بڑہائی
جسکو حضرت رضی صاحب نے ساقط کردی ہی جسکو ہم اوپر نقل کر آئی ہین وہ بہی دلالت کرتے ہی
کہ مقصود الزام نہین وہ جملے یہہ ہین ۔ وان طلحة والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی وکان
نقضہما کردتہما فجاهد تہما جب حقیت خلافت دلیل اجماعی ونصی سے ثابت فرما چکی
اوسکی بنا پر فرماتی ہین کہ طلحہ اور زبیر نے بیعت خلافت جو دلائل حقہ سے ثابت تہی

توڑی اور یہہ نقض مثل رد تکے ہی کیونکہ گویا انکار بعض کا ہے یعنی یہی تھا وکیا تو اس سے
معلوم ہوا کہ سابق مین جو کچہہ فرمایا تھا وہ تحقیق تھا الزام نہین تھا اوسکے بعد فرماتے ہین
فادخل فیما دخل فیه المسلمون فان احب الامور الی فیلک العافیة
پہر مکرر امیر معویہ کو اتباع سبیل المومنین کی تاکید فرماتے ہین کہ جس امر مین مسلمان داخل ہوئی
تو بہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہی اور اسمین عافیت ہی اور مجکو پسندیدہ وہی امر ہی کہ جسمین
عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کرین وہ حق ہوگا اور اسمین
عافیت دارین منظور ہوگی تو وہ امر جسکو کبراء اہل اسلام نے کیا اور اہل حل و عقد نے منعقد
کیا وہ کیونکر حق نہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبداہت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق
تحقیقی ہی الزامی نہین اسکے بعد آخر خط مین تحریر فرماتے ہین واعلم انک من الطلقاء
الذین لا یحل لهم الخلافة ولا یتعرض لهم الشوری اس عبارت سے
بالکل واضح ہی کہ یہہ الزام نہین بلکہ تحقیق ہی کہ باعتبار واقع و نفس الامر کے خلافت و شوری
مین طلقا کو کچہہ دخل نہین خلافت بہی سوائے طلقا کے اور لوگونکا حق ہی اور اہل شوری بہی
سوای طلقا دوسری آدمی ہین تو اس سے سمجہا گیا کہ شوری حق ہی پس اسکا اپنی شرائط کا
بطلان سمجہہ لیجیگا۔ اب اسکی بعد گذارش ہی کہ جو جواب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا
اور جو کچہہ اوسکا جواب الجواب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اوسکو شرح سے نقل کرتے ہین
آپ اونکو ملاحظہ فرماوین اور دیکہین کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہی ہین کہ ان تحریرات کا
مدار الزام پر نہین اور یہہ دلائل باب مجارات الخصم سے ہرگز نہین بلکہ بیان واقع اور تحقیق نفس الامر
فاجابه معویة اما بعد فلعمری لو بایعک القوم الذین بایعوک وانت بریٔ[1]
من دم عثمان کنت کابی بکر و عمر و عثمان ولکنک اغریت بعثمان وخذلت

---

[1] پس معاویہ نے اسکا جواب لکہا۔ امابعد تجہسے جنہون نے بیعت کی ہی اگر وہ تجہسی بیعت کرتے اور عثمان کے خون سے بریٔ ہوتا
تو تو بہی مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کو بہڑکایا اور اوس سے مددگار ونکو جدا کر دیا-۱۲-

عنه الانصار فاطاعك الجاهل وقوى بك الضعيف وقد ابى اهل الشام الا قتالك حتى تدفع اليهم قتلة عثمان فان فعلت كانت شورى بين المسلمين ولعمري ما حجتك على كحجتك على طلحة والزبير لانهما بايعاك ولم ابايعك وما حجتك على اهل الشام كحجتك على اهل البصرة لانهم اطاعوك ولم يطعك اهل الشام واما شرفك في الاسلام وقرابتك من النبي صلى الله عليه وسلم وموضعك من قريش فلست ادفعه وكتب في اخر الكتاب قصيدة كعب بن جعيل اور بعض روایات سے اس خط کے الفاظ اسطرح معلوم ہوتے ہین من معویة بن ابی سفیان الی علی بن ابی طالب اما بعد فلو كنت على ما كان عليه ابو بكر و عمر و عثمان ما قاتلتك ولا استحللت ذلك ولكنه انما افسد عليك صنيعك خطيئتك في عثمان وانما كان اهل الحجاز الحكام على الناس حين كان الحق فيهم فلما تركوه صار اهل الشام الحكام على اهل الحجاز وغيرهم من الناس ولعمري ما حجتك على اهل الشام الخ اب اس خط کے مضمون مین اہل انصاف و دانش تامل فرماوین اگرچہ یہ امیر کا خط الزام ہو تو بالکل مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے کیونکہ امیر معویہ کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب خلیفہ خلافت

ك توجاہل نے تیری اطاعت کی اور ضعیف بسبب تیرے قوی ہوگیا اور اہل شام نے سوائے تیری قتال کی انکار کیا یہانتک کہ تو عثمان کے قاتلونکو حوالہ کردے پہر اگر تو نے ایسا کیا تو خلافت بطور مشورے کے مسلمانون مین ہوگی اور میری زندگانی کی قسم جیسی تیری حجت طلحہ اور زبیر پر ہے مجہ پر نہین کیونکہ اونہون نے تجہسے بیعت کی تہی اور مین نے بیعت نہین کی اور جیسی تیری حجت بصرہ والون پر ہے اہل شام پر نہین کیونکہ اونہون نے تیری اطاعت کی ہے - اور اہل شام نے تیری اطاعت نہین کی اور لیکن تیری بزرگی اسلامی اور تیری قرابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تیرا مرتبہ قریش کے بیچ مین اسکو نہین اوٹہاتا اور خط کے آخر مین کعب بن جعیل کا قصیدہ لکہا ۱۲ ٥ معویہ کیطرف سے علی بن ابی طالب کیطرف - امابعد - اگر تو اوس طریق پر ہوتا جسپر ابو بکر و عمر و عثمان تہے تو مین تجہسے نہ لڑتا اور نہ تیرا قتال حلال جانتا لیکن صرف عثمان کے معاملہ مین تیری خطا نے تیری بیعت کو تیری ساتہہ بگاڑدیا اور حجاز والے لوگون پر حاکم اوسوقت تک تہے جب تک اونمین حق رہا اور جب اونہون نے حق چہوڑدیا تو اہل شام حجاز والون اور دوسری لوگون پر حاکم ہوئے اور میری حیات کی قسم تیری حجت اہل شام پر ایسی نہین جیسی اہل بصرہ پر ہے - الخ - ۱۲ -

لائق نہوا اور مہمات خلافت کو سرانجام نکر سکی تو بعیت اہل حل وعقد سی وہ شخص خلیفہ
نہین ہو سکتا ہی توجب اونکا یہہ مذہب ہی تو اوسکو یہہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت
ہی کیونکہ ہم سی اہل حل وعقد نے بعیت کی ہی اور جس سی اہل حل وعقد نے بعیت کے
وہ خلیفہ ہی بالکل پوچ اور لغو ہوگا اسلیی کہ معویہ رضی اللہ عنہ بعیت اہل حل وعقد کو
بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو اور فضول سمجہتا ہی بلکہ اس پوچ الزام پر بسط
کلامی اور تطویل اور بہی زیادہ بیہودہ ہی چنانچہ اہل ذوق صحیح اسکو بخوبی سمجہہ سکتی ہین
اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے اسیکی طرف اشارہ فرمایا ہی اسکی بعد اس خط کا جو کچہہ جواب
جناب امیرؓ نے تحریر فرمایا اور اوسکو آنکی حضرت رضی نے نہج البلاغۃ مین نقل کیا ہی
لیکن اپنی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اوسمین کمی وبیشی فرمائی اور سبب
اسکا آپ جانتی ہی ہین کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط مین ایسا تصرف
کیون فرماتے ہین اور کسواسطی اونکی تحریف کرتے ہین اسلیی ہم اصل خط شرح ابن میثم
سی نقل کرتے ہین اور بعد اسکی شارح نے جو کچہہ تحریف کی نسبت لکہا ہی نقل کرینگے
سلہ فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویۃ بن صخر اما بعد فانہ
اتانی کتابک کتاب امرئ لیس لہ بصر یہدیہ ولا قاید یرشدہ قد دعی الہوی
فاجابہ وقادہ الضلال فاتبعہ فہجر لاغطا وضل خابطا ان قال زعمت انما افسد
علی بیعتک ولکنت امرئ من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا

سلہ جناب امیر نے اوسکا جواب لکہا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کیطرف سی معویہ بن صخر کیطرف اما بعد میرے
پاس تیرا خط آیا ایسی شخص کا خط تہا کہ نہ اوسکی بینائی تہی جو راہ دکہلادی اور نہ کہینچنے والا تہا جو سیدہا راستہ چلادے
خواہش نفسانی نے اوسکو بلایا اوسنی اوسکی اجابت کی اور گمراہی نے اوسکو کہینچا تو اوسنی اوسکا اتباع کیا پس
بیہودہ بکواس کی اور خبط مین گمراہ ہوا یہانتک کہ فرمایا تو نے گمان کیا کہ تیری بعیت کو میری ساتہہ
بگاڑ دیا۔ مین بہی ایک شخص مہاجرین مین سی ہون وارد ہوا جسطرح وہ وارد ہوئے اور لوٹا
جسطرح وہ لوٹے ۱۲

وما کان الله لیجمعهم علی ضلال ولا یضربهم بعمی واما ما شجر بین اهل الشام واهل البصرة وبینك وبین طلحة والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلك الا واحد لانه بیعة واحدة لا یثنی فیها النظر ولا یستانف فیها الخیار والخارج منها طاعن والمروی فیها مداهن

اس خط سے جیسی کچھہ خرابی و مصیبت مذہب تشیع پر واقع ہوئی ہے بے پایان اور خارج از بیان ہے اور جو کچھہ فواید و منافع اس سے حاصل ہوتے ہین اونکا حصر و احاطہ خارج از حیطۂ امکان ہے لہذا بخوف اطناب حوالہ اذہان صافیہ اولو الابصار البصائر کرکے صرف اس بحث کی متعلق اسقدر بیان کرتے ہین کہ یہہ خط صریح دلیل ہے کہ جو کچھہ مضامین پہلی خط مین مرقوم تہی جنکی نسبت الزامی ہونیکا دعوی کیا گیا ہتا وہ سب تحقیقی تہے اور الزامی ہونا اونکا بالکل باطل ہے پس واضح ہو کہ جناب امیرؓ نے اپنی پہلی خط مین جسمین بحث واقع ہو رہی ہے جو کچھہ تحریر فرمایا ہتا امیر معویہ نے اوسکی جواب مین اوسکی مضامین مین سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو کنایۃً غیر مسلّم رکہا اور باقی امور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہہ تحریر فرمائی تہی کہ میری خلافت اہل حل و عقد کی بیعت سے ہے کہ جنکی بیعت سے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بہی خلافت ثابت ہوئی تہی واقع ہوئی چونکہ اوس خلافت کی حقیت جو بیعت اہل حل و عقد سے واقع ہو عند اللہ و عند المومنین واقعی اور نفس الامری ہے اسلیے اوسمین نہ حاضر کو بدل سدل کا اختیار نہ غائب کو رد کی گنجایش اور اہل شوری صرف مہاجرین و انصار ہین جسکو وہ امام

ف۱ اور اللہ تعالے اون کو گمراہی پر اکہٹا نہین کرے گا اور اونکو اندہی پن مین مبتلا نہین فرمایگا اور جو کچہ تو نی اہل شام اور اہل بصرہ مین اور طلحہ و زبیر اور اپنے مین فرق کیا ہے۔ پس میری زندگانی کی قسم اسمین صرف ایک حکم ہے کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اسمین مکرر نظر ہو سکتی ہے نہ دوبارہ سری اختیار ہو سکتا ہے اسمین سے نکلنی والا طعن کرنے والا ہے اور اسمین توقف کرنیوالا مداہن ہے۔

بنائین اور جسپر وہ اکھٹی ہو جائین وہی خدا کی نزدیک بہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے
اسکی جواب مین اس امر کو تو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل وعقد نے بیعت کی ہی
اور وجوہ مہاجرین و انصار نے جنہون نے خلفاء ثلثہ سے بہی بیعت کی اونہون ہی نے
آپکو بہی خلیفہ بنایا گویا امیر معویہ نے قیاس کے صغری کو تسلیم کیا لیکن کبرے قیاس کو
نمانا اور اوسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہہ غلط ہی کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار
بیعت کرلین وہ امام برحق ہی بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل وعقد بیعت کرین صلاحیت خلافت
نرکہتا ہو تو وہ بیعت اہل حل وعقد سے خلیفہ نہین ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہین
رکہتی کیونکہ مہمات خلافت کا سرانجام نہین کرسکتی اور قوی سے ضعیف کا حق نہین دلا سکتی بلکہ
بلکہ امام برحق کے خون مین شریک ہوئی کہ اونکی مدد نہ کی یہانتک کہ بغاۃ نے اونکو شہید
کرڈالا پس اگر تم مین صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح للخلافت ابوبکر و عمر و عثمان
تہی ایسی ہی تم بہی ہوتے تو بیعت اہل حل وعقد تمکو بہی مفید اور باعث انعقاد خلافت
ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح للخلافت نہین تو تمکو بیعت اہل حل وعقد
کچہہ مفید نہین اور نہ اونکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کی منعقد
ہو سکتی ہی اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو مین تمہاری ساتہہ ہرگز قتال نکرتا لیکن
جب تم جور پیشہ ہوگئی تو اب خلافت تم مین سے نکل گئی اسکی جواب مین جو کچہہ جناب امیر نے
تحریر فرمایا وہ قابل دیکہنی کے ہی حضرات شیعہ خصوصاً ہماری مجیب بسبب بغور ملاحظہ فرمائین
حاصل جواب یہہ ہی کہ تیری کتاب پہنچی ایسی شخص کی کتاب کہ اوسکی نہ عقل ہادی نہ کوئی قائد
رہنما ہی ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہوکر بیہودہ گوئی کی اور خبط کے ساتہہ ہاتہہ پانو ماری۔ جو
معاملہ شہادت عثمان مین ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب
سمجہا اور فارق میری اور خلفاء ثلثہ کے درمیان خیال کیا سو بالکل بے عقلی اور ضلال اور بیہودہ
گوئی اور خبط ہی۔ کیونکہ مین بہی مہاجرین مین سے ایک شخص ہون جیسی وہ وارد ہوئی مین بہی

مین بہی وارد ہوا - اور جیسی وہ صادر ہوئی مین بہی صادر ہوا اور خدا تعالے اونکو یعنی
مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہین کریگا - اور سبکو اندہے پن مین مبتلا نہین فرمائیگا حاصل یہہ
کہ بموجب اعتراض کے اگر مین صالح للخلافت نہون اور بدون میری صلاحیت کی اہل حل
وعقد نے میرے ساتہہ بعیت خلافت کی ہو تو سب اہل حل وعقد وجوہ مہاجرین واعیان
انصار گمراہی پر ہون کہ غیر صالح للخلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین وانصار کا گمراہی
پر مجتمع ہونا محال ہی کیونکہ خدا تعالے ہرگز اونکو گمراہی پہ مجتمع نہین فرمائیگا اور نہ اونکو حق کر
نابینا کریگا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ مہاجرین وانصار نے میری ساتہہ بعیت کی
تو مین صالح للخلافت ہون ورنہ لازم آوی کہ تمام مہاجرین وانصار گمراہی پر مجتمع ہون اور
یہہ محال ہی اور ثبوت اس استحالہ کا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب
اوس خط کی عبارت مین بانضمام مطلب اس خط کی عاقل منصف تامل فرما ہو اور سوچی کہ آیا
اوس سے مقصود قطع نظر قرینہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے یا تحقیق - اس خط کی عبارت نے
مثل روز روشن روشن کردیا کہ پہلے خط مین جسقدر مضمون شوریٰ کے متعلق تہا وہ
سب تحقیقی تہا ہرگز الزامی نہین تہا کیونکہ اگر اوسکو الزامی تسلیم کیا جاویگا تو یہہ
جواب بالکل لغو اور مہمل ہو جاویگا - ایسی کہ جب امیر معویہ رضا بعیت مہاجرین وانصار کو
بدون صلاحیت لغو سمجہتی ہین تو پہر اونہین مہاجرین وانصار کے بعیت سے الزاما
اپنی صلاحیت استحقاق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہوگا دوسرا معاملہ جناب امیر نے
طلحہ وزبیر کا تحریر فرمایا تہا کہ اونہون نے بعیت توڑی اور میری اونسی جہاد کیا سو اگر
تو بہی مخالفت کریگا تو تجسی بہی جہاد کرونگا - امیر معویہ نے اسکا جواب لکہا کہ میری
اور طلحہ وزبیر اور اہل شام اور اہل بصرہ کے معاملہ مین زمین وآسمان کا فرق ہی جیسی
آپکی حجت طلحہ وزبیر واہل بصرہ پر قائم ہے مجہپر قائم نہین ہوسکتی کیونکہ طلحہ وزبیر نے
آپکی بعیت کی تہی اور میری آپ سے بعیت نہین کی اور اہل بصرہ نے آپکا ربقہ اطاعت

اپنی گردنوں مین ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہین قبول کیا تو آپ کی بیعت و اطاعت
جنہون نے قبول کی اون ہی پر لازم ہے نہ جنہون نے قبول کی ہی اور نہ ہمپر لازم ہو سکتی ہی
جناب امیر علیہ السلام نے اوسکی جواب مین یہہ مضمون لکہا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اسمین کچہہ فرق نہین
حاضر و غائب سب برابر ہین کیونکہ ایک بیعت ہی نہ اسمین مکرر ہو سکتی ہی کچہہ ہو سکتا ہی
اور نہ اوسمین تو کچہہ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہوگیی وہ ہوگیی اوسمین گنجایش
چون و چرا کی کچہہ نہین رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہوگیی جو شخص اوسمین سی خارج ہو
وہ گویا اوسمین طاعن ہی اوسکی ساتہہ جہاد کرنا واجب ہی کہ سبیل المومنین کا مخالف ہی
اور جو اوسمین متوقف ہو وہ مداہن ہی اور یہہ بہی ایک قسم کا نفاق ہی شارح فرماتا ہی
قولہ[1] الخارج منہا الخ قسمہ من لم یدخل فی بیعتہ الی قسمین لانہ اما خارج عنہا
وھو الطاعن فی صحتہا ویجب مجاھدتہ لمخالفتہ سبیل المومنین واما ھو
فی ذلک متوقف وحکمہ انہ مداھن وھو نوع من النفاق فاہل انصاف اس جواب کو بہی ملاحظہ فرماوین
کہ اہل حل و عقد کی بیعت کی ثبوت کو جناب الزاماً فرما رہی ہین یا تحقیقاً اور قسم اوسکی الزام
ہونے پر کہا رہی ہین یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اوسنی کب اسکو تسلیم کیا تہا
اور اگر تحقیق ہی تو فہو المراد غرض جواب الجواب کے انضمام سی مثل آفتاب نیمروز روشن ہوگیا
کہ پہلی خط مین حضرت نے جو کچہہ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہین بلکہ تحقیقی طور پر ہی
اور جس امر کو کنایۃً غیر مسلم رکہا وہ یہہ تہا کہ حضرت نے شوری کو مہاجرین و انصار مین
منحصر فرمایا تہا اور فرمایا تہا کہ طلقا کو اوسمین کچہہ دخل نہین تو اسکی عدم تسلیم کیطرف کنایۃً

---

[1] قولہ الخارج منہا الخ جو لوگ آپکی بیعت مین داخل نہین ہوئی اونکو دو قسمون پر منقسم کیا کیونکہ یا تو بیعت کے اوسمین سی نکلنی والا تہا اور وہ اوسکی صحت مین طعن کرنے والا ہی اور اس سے مومنین کے رستہ کی مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہی اور یا بیعت مین متوقف ہی اور اوسکا حکم یہہ ہی کہ وہ مداہن ہے اور یہہ بہی نفاق کی ایک قسم ہے ۱۲

ایسا کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان رضہ کو ہمارے حوالہ کردو تو خلافت شوریٰ بین المسلمین ہوگی گویا عموماً اہل اسلام جسکو خلیفہ بناوینگے وہی خلیفہ ہوجاویگا کچھہ تخصیص اہل حل و عقد کی نہین ہے۔ اب اسکے بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خطونکی تحریف کی بنیت جو کچھہ الزام حضرت رضی کیطرف شارح نے قائم کیا ہے اوسکو نقل کرتے ہین شارح اس جواب الجواب کی شرح مین جسکا شروع یہہ ہے ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معٰویۃ اما بعد فقد اتتنی منک موعظۃ موصلۃ لکھتے ہین فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین الی معٰویۃ بن صخر اما بعد فانہ اتانی کتابک کتاب امرء الی قولہ خابطا ثم یتصل بہ ان قال زعمت انما افسد علی بیعتک وکنت امرأ من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ویضربہم بعمی واما ما میزت بین اہل الشام واہل البصرۃ وبینک وبین طلحۃ والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلک الا واحد ثم یتصل بہ قولہ لانہا بیعۃ عامۃ الخ آخر مین شارح لکھتا ہے وممّا ینبہ علی ہذا ان ہذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول لان الاول لم یکن فیہ ذکر موعظۃ حتی یذکرہا فی جوابہ غیر ان السید اضافہ الی ہذا الکتاب کما ہو عادتہ فی عدم مراعات ذلک وامثالہ انتہی۔

اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کہ رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ مین عبارت جو اوسمین نہین تھی اضافہ کردی اور واضح ہو کہ یہہ عبارت جو زعمت انما افسد سے شروع ہوکر بغیر بعمی پر ختم ہوئی جو مخالف مذہب کے تھی یہہ بھی حذف فرمادی ہے تاکہ کسیکو موقع استدلال کا ہاتھہ نہ آوے اسکے بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہہ ہے۔

[illegible] حضرت رضی کی تحریف

ل‍ه اور منجملہ ان امور کے جن پر متنبہ کرنا چاہیے یہہ ہے کہ یہہ فصل مذکور پہلے خط مین سے نہین۔ کیونکہ پہلے خط مین موعظت کا ذکر نہ تہا یہانتک۔ کہ اوسکے جواب مین اوسکا ذکر ہوتا مگر یہہ کہ سید نے اس خط مین اضافہ کردیا۔ جیسا کہ انکی عادت ہے کہ اس جیسی امور کی رعایت نہین کرتے۔ ۱۲۔

ومن کتاب له الی معویة فاراد قومنا قتل نبینا شارح اوسکی شرح مین فرماتے ہین
بله ثم یتصل به قوله ولعمری الخ وهذا خبط عجیب من السید رح مع وجود
کتبه رح فی کثیر من التواریخ اب آپ دیکھیے یہ شارح اوسکی کے نسبت دق ہو ہو کر کیا کیا
کچھہ فرما رہے ہین خیر یہہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخاطب کو جتلا دیا ہے یاد رہے کہین
اور کچھہ ایسی جگہہ خاص نہین بلکہ یہہ قطع و برید بہت جگہ ہی اب پہر ہم اصل مقصود کیطرف
رجوع کرتے ہین اور گذارش کرتے ہین کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سے واضح
وعیان ہو گیا کہ خلفاء راشدین کی بیعت اجماع اہل حل وعقد سے منعقد ہوئی اور خداوند تعالے
کی رضوان کے نور نی اونپر نور روشنی ڈالا اور جس شخص نے اوس سے انحراف کیا بغاۃ مین معدود
ہو کر مستوجب جہاد ہوا بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرمایئے کہ جناب امیر خلفاء راشدین رض
خلافت کی وقت اگر ہمراہ مہاجرین و انصار کے تھے جیسا کہ معتقد اہل حق کا ہے تو فہو المراد
اور اگر مہاجرین و انصار سے خارج تھے حاشا ثم حاشا معاذ اللہ جو کچھہ لازم آتا ہے ظاہر
وباہر ہے آپکے بھی زبان اوسکی ادا کی طاقت رکھتی ہے اگرچہ بعد اس وضوح و تبیان کے
حاجت نہین رہی کہ ہم اوس خط کا تحقیقی ہونا اور بھی ثابت کرین۔ لیکن تبرعاً حضرت مجیب کے
مزید اطمینان کے لیے تہوڑی سی اور بھی گذارش کرتے ہین ذرا متوجہ ہو کر سنین علاوہ اوسکی
کہ جو کچھہ نہج البلاغۃ سے نقل کیا گیا اور جگہہ بھی جو بعض آیات اوسمین مذکور ہین اسپر اول دلیل
ہین کہ حضرات ائمہ اہل حل وعقد کو تسلیم کرتے تھے اور امامت کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے
تھے بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجتماع جمیع کا شرط نہین سمجھتے تھے اول ہم ارادۃ الغین سے
نقل کرتے ہین۔ ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یحضرها عامۃ الناس
ما الی ذلک سبیل ولکن اهلها یحکمون علی من غاب عنها ثم لیس للشاهد ان یرجع ولا للغائب

له پہر اسکے ساتھہ متصل ہے قوله ولعمری الخ اور یہہ سید رح سے عجیب قسم کا خبط ہے باوجودیکہ جناب امیر کے خطوط اکثر تواریخ مین مذکور ہین۔ ۱۲

ان یختار الاّ و الی اقاتل رجلین رجلاً ادعی ما لیس له و اٰخر منع الذی علیه

ترجمہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن حسن نام اوست اینست وقسم بزندگانی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان ہمی نباشد با نعقاد امامت راہی در ہیچ زمان واین جواب انکار معویہ ہست واہل شام را بر بیعت آن امام علیہ السلام بنابر آنکہ اجماع محتاج ہست در انعقاد جمیع اہل اسلام وآنحضرت اشارت فرمود باین کلام کہ اجماع باین جمع امکان ندارد واگر ممکن باشد عاقل او را در نہایت دشواری میشمارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع اتفاق اہل حل وعقد ہست از امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم برامری از امور چنانچہ اشارت فرمود بدان ولیکن اہل امامت حکم میکنند برکسیکہ غائب ہست از آن پس از آن نیست مر حاضر را حقی ہمچو طلحہ و زبیر کہ از بیعت رجوع نماید ونہ غائب را ہمچو معاویہ کہ از برای خویش اختیار سازد الخ بلفظہ اس عبارت کو تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماوین اور اوسکی ترجمہ کو جو آپکی زواری نے کیا ہی پڑہین اور دیکہین کہ کس صراحت کی ساتہہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اہل حل وعقد کی اجماع کو ثابت فرمایا اور اونکی اجماع سے انعقاد امامت کو تسلیم فرمایا اور انعقاد اجماع کے لیے حضور جمیع نسبت عدم اشتراط ظاہر فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور بدیہی ہے کہ یہہ عبارت الزام نہین تو وہ خطبہ جو مابہ النزاع ہی اور اوسیکی ہم معنی ہے وہ بہی الزامی ہنہین ہوسکتا الحمد للہ والمنۃ خود جناب امیر نے اہل حل وعقد کی اجماع کی حجیت انعقاد خلافت کی بہی ثابت فرماکر اور مہاجرین وانصار کے اتفاق پر ترتب رضاء آلہی بتاکر خود ہی مذہب تشیع کو بیخ وبنیاد سے قلع وقمع کردیا۔ دوسری نہج البلاغۃ مین ایک خطبہ ہی جسکا شروع یہہ ہی۔ ومنہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ منزلۃ تکرم بہا اماؤکم اس خطبہ مین یہہ جملہ مذکور ہی وکانت امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدر والیکم ترجع[1] شارح ابن میثم اپنی مختصر شرح مین اس جملہ کی شرح اس طرح فرماتی ہین

[1] اور اللہ کے کام تمپر وارد ہوتے تہی اور تمہی سے صادر ہوتے تہی اور تمہاری طرف لوٹتی تہی۔

قولہ لم کانت امور اللہ الی قولہ ترجع ای انکم کنتم اہل الاسلام والحل والعقد
فیہ وہم المہاجرون والانصار اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے
کہ حضرت اپنے اصحاب کو اہل حل وعقد فرما رہے ہین اور شارح کی تصریح سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل وعقد مہاجرین وانصار ہین اور جب اہل حل وعقد ہونا ثابت ہوا
تو انکی شرائط ثلثہ باطل ہوئی تو اصل اصول دین آپکا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہوا لکہ
تمام اصول و فروع بھی باطل ہوگئے اور ظاہر ہے کہ یہہ خطبہ بخطاب اپنے خواص اصحاب
کے ہے تو اسمین نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجایش ہو سکتی
ہے۔ تیسری جو صلحنامہ کہ جسمین حضرت امام حسنؑ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تحریر ہوا تھا
اور اوسکی نقل ہم عنقریب اوپر کر چکے ہین اوسکی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات کے
لیے کرتے ہین ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائین چنانچہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ
امر المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین
واقع ہوا چنانچہ صاحب ازالۃ الغین کے مخاطب نے اسیطرح ضبط کیا ہے اور دوسرا جملہ اسکی
متصل مذکور ہے ولیس لمعویۃ بن ابی سفیان ان یعہد الی احد من بعدہ
بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین انتہی یہہ ہر دو جملے اس صلحنامہ کے حقیقت خلافت خلفا کو
اور صحت و حقیقت اوس بیعت کو جو بطور مشوری کے بین المسلمین واقع ہو ثابت کرتے ہین اور جبکہ
یہہ امر ثابت ہوگیا تو تمام مذہب تشیع اصولاً و فروعاً باطل ہوگیا اور مذہب اہل حق ثابت ہوا للہ الحمد والمنۃ
علی ذلک بعد اسکی اسقدر گذارش کرنا ضرور ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کو الزامی ہونے
پر جب اونکو کوئی دلیل ہم نہ پونہچی تو تاخر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو
جو مشعر ہے کہ جناب نے تا ایام حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہین فرمائی اپنا مستدل
ٹھہرایا تو ضرور ہوا کہ مختصر ہم اسکا بھی جواب گذارش کرین پس واضح ہو کہ ہمکو مجملاً اسکی

جواب مین اسیقدر کافی ہی کہ یہہ فی الحقیقت قرینہ ہی نہین ہی کیونکہ اولاً تاخر غیر مسلّم ہے
چنانچہ ابہی عرض ہوتا ہی۔ ثانیاً اگر تاخر تہا تو قدح فی الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے ثالثاً
ممکن ہی کہ تاخر خطاء اجتہادی کے وجہ سی ہو۔ رابعاً اس تاخر کی دلالت اس خط کے الزامی
ہونے پر تسلیم نہین کیجا سکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخر بیعت سی آپکی ناخوشی مفہوم
ہوتی ہو بہی تو سالہا سال تک آپکا خلفا کی ساتہہ تمام دنیاوی و دینوی امور مین رفیق
و غمگسار رہنا صریح اوسکا مبطل و ناسخ ہے ہان اگر آپ رضی اللہ عنہ خلفاء کی بیعت سی تمام
عمر ناخوش رہتی اور اونکی کسی کام مین شریک نہوتی اور اونکی اعانت نکرتے اور وہانسی
مہاجرت کرکے کہین نکل جاتے اور تمام عمر خلفاء کی عداوت مین رہتی تو شاید یہہ کلام
اس قرینہ سی الزامی سمجہی جاتے۔ علاوہ ازین اسیقدر واضح گذارش ہی کہ جناب امیر کا
مذہب معلوم ہوچکا ہی کہ انعقاد خلافت کی واسطی جمیع کی بیعت کو ضروری نہین سمجہتی تو
جب اکثر افراد اہل حل و عقد نے بیعت کرلی خلافت منعقد ہوگئی تو جناب نے یہہ خیال فرمایا
کہ بیعت تو منعقد ہو چکی ہے خواہ مین بیعت کرون یا نکرون اور آپکی دلمین بطور شکر رنجی کے
استبداد و عدم مشورہ کی وجہ سی ملال تہا ہی نہ یہہ کہ معاذ اللہ آپکو استحقاق خلافت
خلیفہ اول مین تامل ہو اسلیی آپنی تاخر فرمایا اور یہہ نہین ہوا کہ آپنے اطاعت سی
انحراف کیا ہو اور اگر کبہی اتفاقاً بالفرض ہوا ہو تو ہم کب آپکو معصوم اعتقاد کرتے ہین
غرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت مین کبہی تردد نہین ہوا اور نہ کبہی
استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کی مشورہ کی بابت ہم شروع
رسالہ مین عرض کرچکی کہ روایت سی صراحۃً یہہ مفہوم نہین ہوتا کہ نقض خلافت کے مشوری
کیی ہون بلکہ چونکہ یہہ اجتماع و مشوری منجر بفساد تہی تو اسلیی اونکو نقض خلافت کے
مشوری کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہوگئی تو بخوشی و طیب نفس بیعت
کرلے۔ چنانچہ یہہ بہی اوس روایت مین مذکور ہی جسکی تلخیص بخاری سی ہماری محبیب

بسبب نے فرمائی علاوہ ازین ہم حسب مذاق اپنی مجیب لبیب کے ایہ بہی کہہ سکتے ہین کہ حسب
روایات شیعہ کے یہہ بہی ممکن نہین کہ جناب امیر بغرض اتفاق و خلافت صدیقی بیعت نکرین
اور تخلف فرمادین بلکہ شش ماہ تک منحرف رہین کیونکہ بکمال تاکید و تشدید آپ سے صموت و سکوت
کا عہد لیا گیا تہا اور عدم منازعہ و مناقشہ کا حتمی عہدہ کرایا گیا کتاب مختوم بخواتیم الذہب
اسی مدعا کی واسطے نازل ہوئی وصیت نامہ آلہی شہادات و خواتیم کے ساتہہ مرتب ہوا تہا
سابق مین ہم شرح نہج البلاغہ سے لکہہ چکے ہین جسکی مین[1] وکان معہودا علیہ ان لا ینازع
فی امر الخلافۃ الخ اور صدہا روایات اسپر دال ہین تحفہ مین روایت نقل کی ہی
[2] روی ابان بن عیاش عن سلیم بن قیس الہلالی وغیرہ عن غیرہ ان عمر قال
لعلی ان لم تبایع ابا بکر لتقتلنک قال لولا عہد عہدہ الی خلیلی لست اخونہ
لعلمت اینا اضعف ناصرا واقل عددا- قرآن کے تحریف پر اسیوجہ سے نہ بولے نبات
طیبات کے معاذ اللہ توبہ توبہ غضب ہے ایسی چون و چرا کی صدہا احداثات اور بدعات
ہوئی اور جنکی اسی باعث سے بیٹہے دیکہا کیے تو باوجود معصومیت کی کیونکر ممکن ہی کہ حکم
الہی کا خلاف فرمادین اور وصیت رسالت پناہی پس پشت ڈالدین اور تسلیم خلافت مین
چون و چرا فرمادین ہان یہہ ممکن ہے کہ بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غم مفارقت مین
مبتلا رہی ہون اور بعد اوسکی جمع مصحف مین مشغول رہے ہون جسکی نسبت قسم کہائی تہی
کہ جب تک جمع نہین کرلونگا چادر نہین پہنونگا- تفسیر صافی مین ہے[3] روی علی بن ابراہیم
القمی باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہ قال لعلی

---

[1] جناب امیر سے عہد لیا گیا تہا کہ امر خلافت مین جہگڑا نہ کرنا ۱۲ [2] سلیم بن قیس ہلالی وغیرہ سے روایت ہے کہ عمر نے علی سے کہا اگر تو ابوبکر سے بیعت نہین کریگا تو بیشک ہم تجھکو قتل کر ڈالینگے حضرت علی نے جواب دیا کہ اگر عہد نہوتا جو میرے خلیل نے مجھسے لیا ہی کہ جسکو مین توڑ نہین سکتا تو تو جانتا کہ ہم مین کون ضعیف تر مددگارون والا اور تہوڑی تعداد والا ہے ۱۲ [3] امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا- ۱۲

تان اسقدر گذارش کرنا رہا جاتا ہے کہ یہہ روایت بخاری کے جسکو ہماری مجیب لبیب نے
اپنی استدلال مین پیش کیا ہی دوسری روایت صحیحہ سے معارض ہے جسمین صاف مذکور ہی
کہ حضرت علی و زبیر نے ابتداء انعقاد خلافت مین بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور
حاکم اور بیہقی نے تخریج کی ہی اور الفاظ اوسکی بخصہا صواعق سے نقل کرتا ہون ثم بایعہ[۱]
المہاجرون والانصار وصعد ابو بکر المنبر ونظر فی وجوہ القوم فلم
یر الزبیر فدعا بہ فجاء فقال قلت ابن عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحواریہ اردت
ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقام فبایعہ ثم نظر فی وجوہ القوم فلم یر علیاً فدعا بہ فجاء فقال قلت ابن عم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ علی بنتہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال
لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعہ اور نیز اسیکی قریب دوسری روایت
ابن حجر نے صواعق مین نقل کی ہے واخرج[۲] موسی بن عقبۃ فی مغازیہ والحاکم
وصححہ عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابو بکر فقال واللہ ما کنت حریصاً علی الامارۃ
یوماً ولا لیلۃ قط ولا کنت راغباً فیہا ولا سألت اللہ فی سر وعلانیۃ ولکن
اشفقت من الفتنۃ وما لی فی الامارۃ من راحۃ لقد قلدت امراً عظیماً

---

[۱] پھر آپسے مہاجرین اور انصار نے بیعت کی۔ اور ابو بکر منبر پر چڑھے اور وجوہ قوم مین نظر کی زبیر کو نہ پایا اوسکو بلوایا وہ آئے فرمایا مین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا اور آپکا حواری تو نے مسلمانون کی جماعت کا تفریق کرنا چاہا کہا ای رسول اللہ کے جانشین ملامت نہین ہے دیتا اور بیعت کی پھر وجوہ قوم مین نظر کی اور علی کو نہ دیکھا بلایا وہ آئے فرمایا مین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا اور آپکا داماد تو نے مسلمانون کی جماعت کا تفریق کرنا چاہا۔ کہا ای خلیفہ رسول اللہ کے ملامت نہین پھر بیعت کی ۱۲۔ [۲] موسی ابن عقبہ نے اپنی مغازی مین اور حاکم نے تخریج کی ہی اور تصحیح کی ہی عبد الرحمن بن عوف سے کہا خطبہ پڑھا ابو بکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم مین امارت پر کبھی نہ کسی دن اور نہ کسی رات حریص تھا اور نہ مین اوسمین راغب تھا اور نہ پوشیدہ و ظاہر مین اللہ سے اسکا سوال کیا ہے لیکن مین فتنہ سے ڈرا اور مجکو امارت مین کچھ راحت نہین مین ایک امر عظیم گلی مین پہنایا گیا ہون ۔ ۱۲ ۔

یا علی[ف] ان القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوہ واجمعوہ ولا تضیعوہ کما ضیعت الیہود التوراۃ فانطلق علی فجمعہ فی ثوب اصفر ثم ختم علیہ فی بیتہ وقال لا ارتدی حتی اجمعہ قال کان الرجل لیاتیہ فیخرج الیہ بغیر ردا حتی جمعہ

اور ظاہر ہی کہ اس جمع و تالیف کیلیے ایک ممتد زمانہ چاہیے ۔۔ اس سے فارغ ہوئی کہ حضرت فاطمہ رض کی وجعوں اور تیمارداری مرض جانکاہ مین مشغول و مبتلا ہوئی ہونگے تو ان خللوں کی وجہ سے تا بہ حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا عقد بیعت مین تاخیر رہا ہوگا ورنہ بطور منافسہ و منازعہ کی ہرگز ممکن نہین کہ آپنے بیعت سے تاخیر فرمایا ہو بہرحال برخلاف روایات معتمدہ اہل سنت کے اگر اس تاخیر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے نزدیک بروایات خود واجب التاویل اور مصروف عن الظاہر ہے اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق خلیفہ برحق تہے اور اونسی انحراف کبیرہ تہا تو بغرض طہارت ذیل جناب امیر تاویل واجب ہے اور شیعہ کے نزدیک اسیے بہی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلاف حکم خدا اور رسول کرنا محال ہے تو تاویل لازم ہوئی باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال سو شرح نہج البلاغۃ اور تالیفات مجلسی سے خوب روشن ہے کہ خلفا و صحابہ کے نزدیک کیسی وجاہت تہی کیا اسی کا نام وجاہت ہے کہ کوئی دقیقہ تذلیل و توہین و بے حرمتی کا (معاذ اللہ خاک بدہن دشمنان آن پاک نژاد ۔۔) اوٹہا نہ رکہا تفصیل کسیقدر سابق مین مذکور ہو چکی تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و توہین کے اور گہر کو جلا ڈالا تو وہ اونکی وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کرینگے

[ف] ای علی قرآن میرے فرش کے پیچہے صحیفہ اور ریشم اور کاغذ مین ہے اوسکو لیکر اکہٹا کر لیجو اور ضائع نکیجو جسطرح یہود نے توراۃ کو ضائع کر دیا پس علی نے اوسکو جمع کیا زرد کپڑے مین پہر اوسپر مہر لگائی اپنے گہر مین اور فرمایا مین تا وقتیکہ اسکو جمع نہ کرلون چادر نہ پہنونگا۔ کہ بعض شخص آپکے پاس آتا تہا تو بدون چادر آپ اوسکی لیے نکلتے تہے یہانتک کہ آپنے اوسکو جمع کر لیا۔ ۱۲

مالی بہ من طاقۃ ولا ید الا بتقویۃ اللہ تعالی فقال علی والزبیر ما غضبنا الا لانا اخرنا عن المشورۃ وانا نری ان ابا بکر احق الناس بہا انہ لصاحب الغار وانا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم بالصلوۃ وھو حی اور جب ہم اس روایت مین جو ابو سعید سے مروی ہوئی اور اوس روایت مین جو بخاری مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور ہمارے مجیب لبیب نے اوسکو اپنا مستدل قرار دیا ہی وجوہ تطبیق کو دیکھتے ہین تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا اون مجامع مین شریک ہونا ثابت نہین بلکہ بظاہر نہایت مستبعد ہی اور ابو سعید خدری راوی حدیث بعیت ضرور ان مجامع مین شریک تھے تو وہ جو کچھ بیان کرینگے اپنی مشاہدہ و محسوس اور اپنی معاینہ سے روایت کرینگے اور بدیہی ہی لیس الخبر کالمعاینۃ[1] تو اسلیے روایت ابو سعید کے جو مثبت بیعت ہی بہ نسبت روایت ام المومنین کے جو نافی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازین۔ حضرت ام المومنین کے روایت متضمن نفی کو ہی اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو اور قاعدہ ہی کہ عند الترجیح اثبات نفی پر مقدم ہے اور مثبت نافی سے ارجح و اقوی ہی علی الخصوص جبکہ اسکی ساتھ اوس آیت و حدیث کو بھی منضم کیا جاوے جسکو ہمارے فاضل مجیب نے منضم کیا ہی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ و من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ اور اس ضمیمہ سے خیال کیا جاوے کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہی کہ خلیفہ برحق سے ناخوش و منحرف رہین۔ چنانچہ سابقاً بروایت بحار مجلسی گزر چکا ہی کہ تقیۃً امر ابو بکر و عمر بھی مثل خدا و رسول کے واجب الاطاعۃ ہین اور اولو الامر کے زمرہ مین معدود ہین تو ان

سلہ جبکی بجز اللہ کے تقویت کے مجکو طاقت اور قوت نہین تو اسپر علے اور زبیر نے کہا ہم ناخوش نہین ہوئی مگر اسیکہ ہم مشورہ سے پیچھے ہٹائی گئی۔ اور ہم جانتی ہین کہ ابو بکر لوگون مین سب سے زیادہ اوسکی مستحق ہین کیونکہ وہ یار غار ہین اور ان کے بزرگی اور بہلائی کو ہم پہچانتی ہین۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زمانہ حیات مین نماز کے امامت کا انکو حکم فرمایا تھا۔ ۱۲۔ [1] خبر معاینہ کی برابر نہین ہوتے ۱۲۔

وجوہ مذکورہ سے ابو سعید کے روایت کو حسب قاعدہ رجحان و اعتبار ہوگا تو اب اس صورت مین مرجع نفی بیعت اول کا جو روایت بخاری مین ام المومنین سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہے کہ آپکو بیعت سابقہ کی اطلاع نہین ہوئی اور یا وہ بیعت ہے جسکی بعد کچھہ ملال و شکر رنجی رہی ہو چونکہ بیعت اول کے بعد ہی نفسے بجملہ ملال رہا تھا اور معاملہ فدک اوسکا ضمیمہ ہوکر اور باعث کشیدگی ہوگیا اور دلجوئی و تیمارداری حضرت زہرا اور بہی مشغولی اور عدم حاضری مجلس خلیفہ برحق کا سبب ہوا اوسکی بعد جب آپنے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس ملاکر تفصیلاً معذرت فرمائی اور افضلیت کا اقرار کیا اور مکرر بیعت کی تو قلب شریف ملال و کدورت سے بالکل صاف ہوگیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپنے بیعت فرمائی بہر کیف جہانتک روایات مین دیکھا جاتا ہے تو آپ کا ملال یا تاخر عدم اہلیت و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہین تہا جو قادح یا مضر اجماع ہو کہین رواۃ نے اسکو صراحۃً[1] بیان کیا۔ ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورۃ اور کہین کنایۃً روایت کیا اور کہا ولکنا کنا نری ان لنا فی ھذا الامر نصیبا اور ظاہر ہے کہ بقرینہ سیاق عبارت ہذا الامر نصیبا سے مراد مشورہ ہے کیونکہ ماقبل اس عبارت کا یہہ ہے وحدث[2] انہ لم یحملہ علی الذی صنع نفاستہ علی ابی بکر و لا انکار للذی فضلہ اللہ بہ اور بعد مین مذکور ہے واستبد علینا تو اس عبارت کے ماقبل و مابعد کے لحاظ سے ہرگز یہہ معنی معلوم نہین ہوتے کہ لنا فی ہذا الامر نصیبا سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہہ فرماتے ہون کہ ہم جانتی تہی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے اور روایت مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اوسکو شراح بخاری نے بسبب عدم

---

[1] اور لیکن ہم جانتی تہے کہ ہم کو بہی اس امر مین حصہ ہے ۔ ۱۲ ۔ [2] اور بیان کیا کہ ابو بکر پر بڑائی اور اسکی فضیلت کے انکار نے کچھہ اسپر برانگیختہ نہین کیا جو کام کیا ہے ۔ ۱۲ ۔

اسناد زہری کی ضعیف کہا ہی اور صواعق محرقہ مین لکھا ہی قال البیہقی[۱] واما ما وقع
فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخر بیعۃ ہو وغیرہ من بنی ہاشم الی
موت فاطمۃ فضعیف فان الزہری لم یسندہ و ایضاً فالروایۃ الاولی عن ابی
سعید ہی الموصولۃ فیکون اصح انتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق بیعت بلا
خلیفہ اول سے جناب امیر کو کبھی انکار نہین ہوا اور روایت تاخیر بیعت کی رجوع ہی اور
اوس سے استدلال ہمارے فاضل مجیب کا صحیح نہین ہی اور نہ اونکی مفید مدعا تو اس جملہ کا
تحریر فرمانا - انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان اسوجہ سے ہی
کہ وہ خلافتین عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہین اور بیعت اہل حل وعقد
سے ثابت ہوئی ہین اور جس سے وہ بیعت کرین اوسکی خلافت حق ہی تو اس جملہ سے ابطال
استدلال فرمایا کہ اوسکی حقیت مین کسیکو کسیطرح کا تامل نہ تہا اور ہمیشہ دانشمندونکا قاعدہ ہی
کہ ایسی ہی دلائل سے استدلال کیا کرتے ہین کہ جنکی حقیت مثل آفتاب نیمروز روشن ہو۔
پس یہہ دلیل بہی ایسی قضایا حقہ سے مرکب ہی کہ جنکی حقیت عند اللہ و عند الفریقین
مسلم ہی اور فی الحقیقت یہہ دلیل اوسی وقت تام ہوسکتی ہے بلکہ لاجواب ہی جبکہ اسکو
تحقیقی تسلیم کیجاوی اور مقدمات حقہ سے مرکب سمجھی جاوی کیونکہ حسب واقع اور نفس الامر مین
اور عند اللہ و عند الفریقین صحت وحقیت خلافت کے اجماع اہل حل وعقد سے ثابت ہوئی
ہی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بہی حقیت خلافت اسیطرح اور اسی دلیل سے ہم ثابت
کرسکتے ہین تو آپ ہی فرمایئے کہ اس دلیل کا کیا جواب ہی اور امیر معویہ رض اوسکی کیونکر تردید
کرسکتی ہین اگر اسکی جواب مین یہہ کہین کہ صحت وحقیت خلافت بیعت اہل حل وعقد یہ

---

[۱] بیہقی نے کہا ہی کہ جو روایت ابو سعید سے مسلم مین واقع ہوئی ہی سوت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک
بیعت جناب امیر و دیگر بنی ہاشم کی بابت وہ ضعیف ہی کیونکہ زہری نے اوسکو مسند نہین کیا اور نیز پہلی روایت
ابو سعید سی موصولہ ہے تو وہ اصح ہوئی - ۱۲

اوسوقت مترتب ہوتی ہی جبکہ بعیت اہل حل وعقد صالح للخلافت کی واسطی واقع ہو چنانچہ خلفائے
ثلثہ کی لیی ہوئے ہتی اور اگر غیر صالح کے لیی واقع ہوگی جیساکہ جناب کے لیی ہوئی
تووہ بعیت مثبت نہوگی توظاہر ہی کہ یہہ تردید بالکل مردود ہی اور اسکا جواب خود جناب امیر رض
نی اوس خط مین جو اسکی جواب مین لکھا تحریر فرمایا وہ یہہ کہ جب خداوند تعالے نے صحت
خلافت بعیت اہل حل وعقد پر رکھدی ہی تو جسکو وہ خلیفہ بناوینگی اور باختیار خود جسکی ہاتھہ پر
بعیت کرینگی وہ صالح للخلافت ہوگا اسلیی اوسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالے
اونکو ہرگز گمراہی پر مجتمع نہین فرمادیگا اور اگر اونکی بعیت خلافت باختیار خود کسی غیر صالح
للخلافت کے ہاتھہ پر واقع ہوجاوی تو سب گمراہ اور ضال ہوگئی اور تمام ضلالت پر مجتمع
ہوگئی اور یہہ محال ہی تو اہل حل وعقد کا کسی شخص کے بعیت پر متفق ہونا خود اوسکی صلاحیت
اور اہلیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھہ جواب نہین ہوسکتا نہ امیر معویہ اسکا کچھہ
جواب دیسکتی ہین اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اونکی طرف سے اسکی تردید کیجیی اور اگر اس دلیل کو
دلیل الزامی کہا جاوی تو ناقص و ناتمام ہے اور ہرگز مثبت مدعا نہوگی اور اسکی جواب مین
جناب امیر ملزم و مجحوج ہوجاوینگی کیونکہ جب امیر معویہ نے بجواب اسکی اہل حل وعقد کے
بعیت پر ترتب حقیت کی لیی صلاحیت وعدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب
فرمائیی الزام تو باطل ہوگیا اب جناب امیر کو مرحلہ ثبوت صلاحیت واہلیتہ کا پیش آیا تو
اوسکو خود اس بعیت اہل حل وعقد سی ثابت نہین کرسکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامری ہین
تو دوسری کسی دلیل کیطرف مثل نص وعصمت کی رجوع فرماوینگی اور یہہ دلایل ایسی ہین کہ صدہا
مواقع ومعرکی پیش آئی لیکن کبہی ظاہر نہین کی گئین پس انکی نسبت امیر معویہ کو اونکی
ابطال مین اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہہ دلائل خلفاء ثلثہ کے زمانہ مین کبھی نہ
پیش ہوئی ہین جو آج میرے مقابلہ پیش کیجاتے ہین اور جب لوگون نے تسلیم
نہین کی تو مین کیونکہ تسلیم کرون تو آپ ہی فرمائیی کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہی اور اس مرحلے سے کیونکہ خلاصی ممکن ہی بجز اسکی کہ آپ ملزم و محجوج ہون اور
اگر جناب نے کوئی امر اسوقت تراشا بھی ہو تو اوس جواب کا ملحوظ خاطر رکھنا ضرور ہوگا جو
اسکی جواب مین خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا۔ اور اس قول مین جو آپنے
یہہ جملہ تحریر فرمایا (او خصوصاً وہ فقرہ جو آپکے خاتم المحدثین اپنی تبحر علمی سے اصل
سمجھہ گئی ہین یعنے لن متک و انت بالشام الزامی تحریر پر دال ہی کیونکہ یہہ داب تحریر نہین ہے
کہ اپنی مسلمات کو بیان کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین) معلوم نہین آپنے کس
حالت مین یہہ جملہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہی نہ دلیل دعوی کے مطابق اور اسکی مثبت ہی
اب سنیی کہ حضرت خاتم المحدثین ع کی نسبت الزاماً تحریر فرمایا کہ وہ جملہ لن متک و
انت بالشام کو اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھہ گیی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہی اور
یہان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور مین جناب
امیر نے اول اپنا دعوی ذکر فرمایا اور وہ یہہ ہی جملہ ہی یعنے لن متک و انت بالشام
اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکورہ اس اعتبار سے کہ مکتوب مین داخل ہی
اصل ہے اور اس اعتبار سے بھی اصل ہی کہ دعوی مقصود وہ ہی جسکا اثبات مدنظر ہی
پھر حضرت شاہصاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھہ گیی اور گویا فی الحقیقت
اصل نہین ہے سراسر نافہمی ہی قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط کو
نقل فرمایا ہی اور اوسپر بحث کی ہی چنانچہ ہمارے فاضل مجیب ہی اوسجگہ سے اس خط کو نقل
فرماتے ہین وہان اس جملہ کا کچھہ مذکور نہین ہے اور نہ اسکی اصالت و عدم اصالت سے
تعرض فرمایا ہی اور اس جملہ سے تعرض کرنیکی کوئی وجہ بھی نہین ہی کیونکہ یہہ محض دعوی
ہی دعوی ہی اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہی تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات
الزامیہ مسلمہ خصم سے استدلال فرمایا ہی یا مقدمات حقہ ثابتہ فی نفس الامر سے اور اس
جملہ کی اصالت و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق غرض

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی اصالت سے تعرض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اسکی اصالت مین کچھہ
تردد نہین مدعا اصلی ہوا ہی کرتا ہی - پس یہہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری
فاضل مجیب کے خوش فہمی ہی تحفہ کے جوابات مین کہین کچھہ مضمون دیکھا ہوگا بے سمجھے اسکو
کچھہ سے کچھہ نقل و ترجمہ کر دیا اسکے بعد یہہ لکھنا کہ یہہ جملہ الزامی تحریر ہونے پر دال ہے سراسر
تحریر اور واہیات محض ہی مدعا کو دلیل کے الزامی یا تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا علاقہ اسکی لیی
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا مسلمہ ہی اور خصم کا غیر مسلمہ اگر اوسکا ثبوت صحت
وحقیقت نفس الامری وعند الخصم مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجاویگی ورنہ اگر صرف
اسکات والزام خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کیجاوے گی پس یہہ کہنا کہ یہہ جملہ تحریر کے
الزامی ہونے پر دال نہی حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہی ہان حضرت کی تبحر علمی سے
کچھہ بعید نہین کہ اس جملہ مین جو لفظ الزمتک کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا تھا تو اس سے
جناب نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر
دال ہی آگی بعد آگی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہہ داب تحریر نہین ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان
کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین سبحان اللہ یہہ دلیل اور یہی حضرت کے تبحر علمی خصوصًا
مناظرہ دانی پر اوضح دلیل ہے کیون حضرت یہہ دلیل جو جملہ لزمتک وانت بالشام کے
الزام ہونے پر وارد فرماتے ہین اوسکو کیونکر حیثیت ہی ذرا سمجھائیے تو سہی کاش
آپکے ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لبیب دیکھے اور آپکو آپکی علم اور فہم اور مناظرہ دانی کی داد دے
اس عبارت سے صاف مستفاد ہوتا ہی کہ جملہ لزمتک وانت بالشام کو بھی آپ مسلمات
خصم سے سمجھی ہوئی ہین حالانکہ یہہ مدعا ہی یہہ اگر مسلم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیون بنی اور
دلیل سے اوسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ای حضرت یہہ دعوی ہی جو صرف اپنا ہی
مسلم ہی اور خصم اسکا منکر ہی اب اس دعوی کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہی قطع نظر
اس سے ہم پوچھتی ہین اس قول سے کہ یہہ داب تحریر نہین کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کرین) کیا مراد ہی اگر یہہ مراد ہی کہ ایسی اقوال سے جو صرف اپنی ہی مسلمات
ہین اور خصم اونکو تسلیم نہین کرتا اگرچہ واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سے مسلم ہین خصم پر کوئی
بات لازم کرنا داب تحریر نہین تو صحیح و مسلم لیکن آپکو مفید نہین کیونکہ اس دلیل کی
نسبت ہم کب کہتی ہین کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقع کے غیر
مسلم ہی اور اگر یہہ مراد ہی کہ اپنی مسلمات سے گو وہ حقہ واقعہ اور مسلمہ خصم ہی کیون
نہون الزامی خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خارج از داب تحریر ہی تو غلط ہی اور اوسکی غلطی
ایسی بدیہی ہی کہ اوسپر حاجت اقامت دلیل پیش کرنیکی بھی نہین اور ہم اس دلیل کو
ایسا ہی کہتی ہین مثلاً کوئی شخص اہل اسلام مین سے کسی مسلمان پر قرآن کے آیت
پیش کری یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اوسکو کوئی الزامی دلیل نہین
کہیگا حالانکہ اوسنی اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دیا ہی غرضکہ یہہ جملہ عجیب
وغریب ہی جو حضرت کی تبحر علمی کو آشکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ
دانی کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے **قولہ** جناب امیر علیہ السلام چونکہ حجت خدا تھی
خصم پر ایسی حجت ختم فرماتی تھے کہ پہر جواب کا موقع نہ ہی۔ **اقول** اس دلیل کا
ایسی حجت ہونا جسکی پہر جواب کا موقع نہ ہی اوسوقت ممکن ہی جبکہ اسکو باتباع
اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیجاوی اور اوسکی بموجب حضرت امیر کا حجت خدا ہونا
بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء شیعہ دلیل الزامی
کہا جاوے تو پہر یہہ دلیل ہی تام نہین چہ جائیکہ مسکت الجواب ہو اور حضرت کا حجت
خدا ثابت ہونا تو درکنار الزام مفحم ہونا لازم آئیگا چنانچہ مفصلاً ہم ابہی گذارش کر آئی ہین
قولہ [illegible] بعد انعقاد بیعت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بیعت کی واسطی بلایا
تو آپنی فرمایا کہ تمنی قرابت رسول کے ذریعہ سے انصار سی خلافت لی ہی اب تم ہی انصاف
کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون اقرب ہی چونکہ تمنی حق پایا ہی حق [illegible]

جواب بجز سختی و درشتی حسب عادت خود خلیفہ ثانی نے کچھہ ندیا اور جواب ہی کیا تھا چنانچہ یہہ کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا وغیرہ مین مفصل و مشرح مندرج ہی

اقول اس کلام مین بوجوہ چند بحث و کلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت کی معتبر کتابون سے ثابت کیجیے اوسکی بعد جواب لیجیے اور کتب معتبرہ کے اندراج کی نسبت جو کچھہ آپنے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد ہین تو ہم پر حجت نہین اور اگر ہماری معتبرہ مراد ہین تو پہلی اعتبار ثابت فرمایی اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم ہی ثانیاً خود آپکی ہی کتب معتبرہ مین اسطرح مروی نہین نہج البلاغۃ جو نہایت معتبر کتاب ہی اوسمین لکھا ہی ومن کلام له علیه السلام[ا] لما انتهت الی امیر المومنین انباء السقیفۃ بعد وفات رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما قالت الانصار قالوا قالت منا امیر ومنکم امیر قال فهلا احتججتم علیهم بان رسول الله صلی الله علیه وسلم وصی بان یحسن الی محسنهم ویتجاوز عن مسیئهم قالوا وما فی هذا من الحجۃ فقال لو کانت الامارۃ فیهم لم یکن الوصیۃ بهم ثم قال فماذا قالت قریش قالوا احتجت بانها شجرۃ الرسول فقال احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ انتهی - دیکھو نہ اس مجلس مین خلیفہ ثانی کا حاضر ہونا ہی نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ خلفا رسی کلام و گفتگو ہی نہ باہم کچھہ سختی و درشتی ہی اسمین صرف اسقدر مذکور ہی کہ جب آپکو سقیفہ کے خبرین پہونچی تو آپنے حال دریافت فرمایا اور یہہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبرہ ہوتی تو اوسکو آپکے رضی صاحب نقل فرماتے کہ اول علی المقصود تہی - ثالثاً یہہ مطالبہ اپنی حق کا کرنا

[ا] اور آپکی کلام مین سے ہی جبکہ سقیفہ کے خبرین بعد وفات رسول الله صلی الله علیه وسلم آپکی پاس پہنچی پوچھا انصار نے کیا کہا اونہون نے جواب دیا کہ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم مین سے ہو اور ایک امیر تم مین سے فرمایا تمنی اونپر یہہ دلیل کیون نہ پیش کی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے وصیت فرمائی ہی کہ اونکی نیکو کارون کے ساتھہ احسان کیا جاوے اور اونکے گنہگارون سے درگذر کیجاوی اونہون نے کہا کہ اسمین اونپر کچھہ حجت نہین ہی فرمایا اگر اونمین امارت ہوتے تو اونکی وصیت نہوتی فرمایا تو قریش نے کیا کہا کہا کہ قریش یہہ دلیل لائی کہ وہ رسول کے درخت مین یعنی رسول اور وہ ایک درخت کی شاخین ہین لیس فرمایا درخت سے استدلال کیا اور پہل کو چہوڑ دیا ۱۲ -

اور خلفاء کے ساتھہ معاملہ خلافت مین چون و چرا کرنا اُنسے خلاف حکم الٰہی و وصیت
رسالت پناہی ناجائز اور حرام تھا تو کیونکر ممکن ہی کہ آپ باوجود عصمت اُسکے مرتکب
معصیت کے ہوئے چنانچہ اُنکے ایک خطبہ مین جسکا شروع یہہ ہی و منہ کلام له فی
بیعة عثمان فرماتے ہین واللّٰہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الخ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ روایت
بالکل غلط اور موضوع و مفتری ہے - رابعاً جب ہم نفس اس الزام مین تامل کرتے
ہین تو اُسکو غلط اور پوچ پاتے ہین اور دیکھتے ہین کہ اس دلیل سے ہرگز احتجاج
صحیح نہین ہو سکتا ہی اور نہ کوئی عاقل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھہ سکتا ہی کیونکہ
یہہ دلیل حضرت نے اپنی حقیت خلافت کے لیے حسب زعم اولیا سامی فرمائی ہی
پس ہم دیکھتے ہین کہ اس سے آپکی حقیت خلافت کسیطرح ثابت نہین ہوئے کیونکہ
آپکی اس قول سے کہ قریش نے شجرہ کو پکڑا اور ثمرہ کو ضائع کیا یا یہہ مراد ہی کہ ابعد کو لیا
اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے آپکی خلافت متنازعہ فیہا یعنی بلافصل ہرگز ثابت
نہین ہوتے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہی کہ حضرت عباس و عقیل احق بالخلافت ہین
کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب العصبات ہین اعمام کا درجہ بنی الاعمام
سے مقدم ہے - یا یہہ مراد ہی کہ اصول کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہی کہ
جناب امیر اُسجگہ اپنی آپکو فرع ہونے سے تعبیر فرماتے ہین حالانکہ ابن العم فروع
مین داخل نہین اور اگر احقیت بالخلافت فروع کے لیے ثابت ہوگی تو جناب حسنین
بہ نسبت جناب امیر احق بالخلافت ہونگے اور اگر فرعیہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی
امور مین مجازیہ کو دخل نہین اور لفظ شجرہ اور ثمرہ اوس سے ابا کرتا ہی یہہ لازم آتا ہی کہ اسامہ
بن زید احق بالخلافت ہون غرض یہہ دلیل کسی پہلو پہ ٹھیک نہین بیٹھتی اور کسی کل سیدھی
نہین ہوتے - ایسی واہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپکی حجت
خدا ہونے مین قدح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ استدلال کا کچھہ بھی نہین تھا

خاصتاً ظاہر ہی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اوسوقت سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے دعوی خلافت کے تردید مین جو دلیل پیش کے تھی جسکو سب نے تسلیم کیا اور کسینی چون و چرا نہین کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہہ حدیث ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الائمۃ من قریش[۱]۔ صورت استدلال یہہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص سے امامت کا خاص قریش مین ہونا ثابت ہوا کہ جسمین انصار شریک نہین ہو سکتے تو انصار کا استحقاق باطل اور اونکا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیعہ و اہل سنت سے یہہ بہی واضح ہی کہ جب امامت قریش کا ہی حق ہی تو نفس اس حق مین تمام قریش متساوی الاقدام ہین کیونکہ الفاظ نص سے کسیکی تخصیص و ترجیح مفہوم نہین ہوسکتے اور ظاہر ہی کہ خداوند کریم کے نزدیک اوسکی عباد مین سے محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو انہ سے[۲] ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیارا وہی ہے جو احکام آلہی کا زیادہ مطیع ہو خواہ حر ہو یا عبد عربی ہو یا عجمی چنانچہ شرح نہج البلاغہ مین آپ سے نقل ہوا ہی ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمتہ وان عدو محمد من عصی اللہ وان قربت قرابتہ[۳]۔ اسیواسطی خداوند کریم نے حضرت نوح کے فرزند کی نسبت انہ لیس من اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مدار قرب کا قرب قرابت پر نہین بلکہ اوسکی لیی دوسری اوصاف کی ضرورت ہی تو اسے واضح ہوا کہ اس حدیث مین حضرتؐ نے خاص قریش ہی کو اس فضل خاص کے ساتھہ مخصوص فرمایا کہ الائمۃ من قریش یہہ خصوصیت محض توقیفی ہے عقل کو اس مین دخل نہین ہی اور قاعدہ ہی کہ جو امر شارع علیہ الصلوۃ سے خلاف قیاس ثابت ہو اوسکا تعدیہ نہین ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس عموماً یون بہی جائز نہین ہی حضرت خلیفہ اول رضی

---

[۱] امام قریش مین سے ہونگے ۱۲ [۲] خدا کے نزدیک تم مین بزرگ زیادہ وہی جو تم مین زیادہ پرہیزگار ہو ۱۲

[۳] محمد کا دوست وہ ہی جو خدا کی اطاعت کرے اگرچہ اوسکی قرابت بعید ہو اور محمد کا دشمن وہ ہی جو خدا کے نافرمانی کرے اگرچہ اوسکی قرابت قریبہ ہو ۱۲

اگر اس حدیث سے انصار کی امامت کو رد کیا تو آپنے نص سے رد کیا جو خلاف قیاس محض توقیفی
ہتی تو اگر جناب امیر نے اوسکو سنکر یہہ فرمایا ہو احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ جیسا کہ
شیعہ کا زعم ہے اور واقع مین ایسا آپنے نہین فرمایا ہوگا تو گویا آپنے خلاف قیاس نص
مین قیاس کیا اور یہہ ایسی خطا ہے کہ مجتہدین امت سے بہی صادر نہین ہوسکتی آپکے شہید
ثانے نے معالم الاصول مین تحریر فرماتے ہین القیاس هو الحکم علی معلوم بمثل الحکم
الثابت لمعلوم اخر لاشتراکهما فی علۃ الحکم فموضوع الحکم الثابت یسمی اصلاً و
موضوع الاخر یسمی فرعا والمشترک جامعاً وعلۃ وهی اما مستنبطۃ و منصوصۃ
وقد اطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ وحکی اجماعهم فیه
غیر واحد منهم وتواتر الاخبار بانکاره عن اهل البیت علیهم السلام وبالجملۃ
فمنعه یعد من ضروریات الدین واما المنصوصۃ ففی العمل بها خلاف بینهم
فظاهر المرتضی المنع ایضاً الخ اور نیز اس متفق علیہ نص سے یہہ بات بہی ثابت ہوئی
کہ تخصیص ائمہ اثنا عشر کے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کیطرف
عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اوسکی تمام افراد کو شامل ہوگا اور اس قبیلہ کی افراد مین سے جسجگہ
وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کے
بابت نص فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطے ہے تو الائمہ من قریش کی کیا ضرورت تہی اس سے
معلوم ہوا کہ وہ نص محض حضرات کی تراشی ہوئی ہے الغرض یہہ الزام ایسا واہی الزام ہے
کہ ہمکو جسکو بلکہ ذراسی بہی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب امیر کیطرف منسوب کرنا نہایت
شنیع سمجہیگا اور حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچہہ افتخار و ناز ہے اور اسیکو لاجواب
سمجہتے ہین افسوس ایسی وقت مین تمام نصوص و وصایا حضرت کو فراموش ہوگیئی اور یاد آیا
تو یہہ ایک ناقص و لغو مسئلہ لال یاد آیا فاعتبروا یا اولی الالباب **قولہ** اسیطرح اس خط مین
معویہ کو الزاماً تحریر فرماتے ہین کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق جانتا ہے اور مہاجرین

وانصار کا شوری حجت سمجھتا ہی میری بیعت بھی تجہپر لازم ہے کیونکہ یہہ بیعت بھی اون
اشخاص نے کی ہی کہ جنہون نے خلفاء سابقہ کی بیعت کی تھی **اقول** حضرت
خط کے آخر جملونکی مطلب کا خلاصہ ہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو اور
زیادہ تقویت ہوتی - آخر کس مصلحت سے اونکی مضمون کو ترک کیا ہی ہم سابق مین تفصیل کے
ساتھہ گذارش کر آئی ہین کہ یہہ دلیل دلیل الزامی نہین ہو سکتی اور یہہ جو ہمارے فاضل
مجیب اپنی کمال شجر اور تدین سے فرما رہی ہین کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق
جانتا تھا اور مہاجرین و انصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہہ ہرگز اون الفاظ سے
مفہوم نہین ہوتا اگر اون عبارت کے یہہ معنی ہون تو مصداق مثل المعنی فی بطن الشاعر کا
ہوگا اور کیا ضرورت ہی جو ایسی ضرورت خلاف اصل ارتکاب حذف کا اختیار کیا جاوے
پس صاف ترجمہ اور سیدھا مطلب اوس عبارت کا یہہ ہی جو ہم کہتے ہین کہ جناب نے تحریر فرمایا
میری ہاتھہ پر سابقین خلفاء نے بیعت کی ہی اوسمین کسی حاضر و غائب کو چون و چرا
کی گنجایش نہین ہے کیونکہ شوری کا استحقاق صرف مہاجرین و انصار ہی کو ہی جب وے
کسی امر پر مجتمع ہو جاوین اور کسیکو امام بنالین تو اوسمین خدا کی رضامندی ہے اور اگر
کوئی طعن یا بدعت کرکے اوسمین سے نکلی اوسکو اوسمین لوٹا دو اور اگر انکار کرے تو
لڑو - اور خدا اوسکو جہنم مین ڈالیگا - آپ اس مضمون کو بھی مطابق اصل عبارت کی دیکھیے
اور اپنی مدعا کو بھی مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکھیے کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت
کی ہے پھر آنکھین کھولکر دیکھیے کہ الزام ہے یا تحقیق واللہ ہو الموفق **قولہ** آگے خاتم المحدثین جو
یہہ فرماتے ہین کہ وسیہ بدیہی است کہ بیعت مہاجرین و انصار را کہ ہرگز مہ معویہ پوشیدہ
نبود اگر جوی ہمی شمرد چرا در حیات حضرت امیر در مجالس و مکاتیب خود ذکر میکرد
انتہی بقدر الحاجۃ - اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ لازم نہین کہ ہر آدمی اپنے ہر قول
و فعل مین ہمیشہ صواب پر ہی ہو اور اوسکی افعال و اقوال مین تناقض نہو بلکہ اکثر ہوا

وصحاب دنیا کا یہہ ہی حال ہی کہ جسمین اپنا نفع دیکھتے ہین وہ اختیار کرتے ہین جب خلفائ
ثلاثہ کی خلافت مین اپنا دنیوی فائدہ دیکھا اونکی صحت وحقیت خلافت کا قائل ہو گیا
اور جب سمجھا کہ جناب امیر علیہ السلام کے صحت خلافت مین وہ فائدہ دنیوی نہی گا منکر
باغی ہوگیا ورنہ آپ ہی فرمادین کہ اگر معویہ خلفاء ثلثہ کی صحت خلافت پر مہاجرین و انصار
کی بیعت کا قائل نہ تہا تو اونکی خلافت اوسکی نزدیک کیونکہ اورکس دلیل سے ثابت ہوئی تہی کیا
معویہ جو رجال المومنین اور اصحاب رسول اللہ صلعم سے ہی اجماع اہل حل وعقد کو حجت نجانتا تہا
اور وہ بہی مثل روافض نص وعصمت وافضلیت کا قائل تہا یا اوسکی نزدیک خلافت کے
اور شرطین تہین اگر یہہ بات ہی تب بہی اجماع حجت نہ ہا اور خلیفہ اول کے خلافت
جو اجماع سے ثابت ہی اور اہل سنت کا اسپری ناز ہی درست نہی **اقول** اگرچہ اسکا جواب
ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم مین
غلط ہوئی اور یہہ مضمون اوسپر بطور اعتراض بیان فرمایا ایسی آپکے خوش فہمی کا اظہار
بہی واجبات سے ہی پس واضح ہو کہ ای حضرت میر صاحب سخن فہمی جناب پر ختم ہے
جواب تو آپنے تحریر فرمایا لیکن پہلی تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجہا ہوتا بے سوچی
سمجھی انا پ شناپ یونہین لکہہ دینا کونسی عقل کا کام ہی چونکہ تحفہ عام طور سے ہر جگہ
دستیاب ہوتا ہی نقل عبارت کے کچہہ ضرورت نہین صرف بیان مضمون پر اکتفا
کرتا ہون اور اوسکی بعد آپکی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جاینگی۔ حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ
اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال مین فرماتے ہین کہ اگر یہہ دلیل الزامی ہو تو الزامی
دلیل کے واسطی لازم ہی کہ اوسکی مقدمات مسلم عند الخصم ہون - اور امیر معویہ کے نزدیک
یہہ مقدمات کب مسلم تہی اوسکا مذہب جو اوسکی خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی
جواب مین بہیجی اور امامیہ وزیدیہ کی کتابون مین مذکور ہین ظاہر ہوتا ہی وہ یہہ ہی کہ جو مسلمان
قرشی کہ مہمات امامت کو سرانجام کرسکی اور تنفیذ احکام وجہاد کفار وسیاست رعایا

[illegible]

اور تجہیز جیوش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانون مین سے ایک جماعت اوسکے ہاتھہ پر بیعت کرلین
خواہ وہ جماعت اہل مدینہ اور مکہ ہون یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جسکے اندر یہہ صفات
مذکورہ نپائی جاوین اور اونپر قادر نہو اور دفع مفاسد نکرسکے گو وہ مہاجرین اولین سے ہو
اور اگرچہ اوسکے ہاتھہ پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صالح اور اہل للامامۃ نہین اور
بیعت اہل حل و عقد سے وہ امام نہین ہوسکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ رض
کے نزدیک اسیواسطے صحیح نہین ہے کہ اوسکے زعم مین جناب مین یہہ اوصاف مفقود تھے
بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کیلیے شرائط ہین بوجہ اتہام قتل عثمان رضی اللہ عنہ
اور اونکے قاتلین کی حمایت کے حضرت کو غیر مصلح اور ساعی فی الارض بالفساد گمان کرتا
تھا چنانچہ بارہا مجالس و مکاتیب مین اوسکا ذکر کیا اور طعن و تعریض کے طور پر تخطیہ کیا تو اوس
حالت مین جبکہ اوسکے نزدیک معاذ اللہ جناب امیر مین شرائط صحت خلافت ہی مفقود
ہین اور آپ اہل اور صالح للخلافت ہی نہین ہین تو بیعت مہاجرین و انصار اوسکے نزدیک
کیا حقیقت و وقعت رکھہ سکتی ہے اور یہہ بیعت اوسکے نزدیک کب تک صحیح اور مسلم ہوسکتی
ہے اور اس بیعت سے اوسپر کیونکر الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفاء ثلثہ رض کی کہ وہ بحول اللہ
وقوتہ ان سب صفات کے ساتھہ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو اون ہی کی ہمت
عالیہ نے خاک مین ملایا کسریٰ و قیصر کی بڑی بڑی سلطنتین اون ہی کی حسن تدابیر سے
پامال ہوکر اہل اسلام کے قبضہ مین آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع اون
ہی کی قوت ایمانی اور نیک نیتی کا ثمرہ ہے اور اون ہی کے نامہ اعمال مین ثبت ہے
جناب امیر اسیواسطے ہمیشہ حسرت سے فرماتے رہے ابتلیت بقتال اهل القبله
اور اس سے زیادہ اونکی قوت و شوکت و ہمت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل
ہوسکتی ہے کہ اونہون نے امامت کو بزور و زبردستی ایسے شخص کے ہاتھہ سے غصب
کیا جو شجاعت مین یکتا اور تہور مین لاثانی اور جرأت مین بے مثل تمام قوم عاد کو تنہا

۹/۸۸ (عبد الکریم)

ایک لحمہ مین دار الفنا کو پونہچا دیا اور منصوص من اللہ اور منصوب من الرسول تہا موت وحیات کا
بہی اوسکو علم تہا بلکہ اختیاری تہی اگر تمام روی زمین کے آدمی بہی اوسکے مقابلہ مین ہوون
تو کچہ پروا کرتے نعلاً ہ اتفاق الواقع ایسی شخص سے زبردستی غصب کرنا بڑی شجاعت اور
عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہہ ہی کہ معاذ اللہ توبہ توبہ خدا و رسول نے بہی مکرر بکمال تاکید
وتشدید اشجع الناس و اعقل الناس کو فرمایا کہ تو اونکے مقابلہ مین چون وچرا کچہ نکیجو اور
بہولی سے بہی کبہی اپنے حق کا نام نلیجو اور اونکی بیعت بہی کرلینا اور جسطرح گذری تقیہ کے
پردہ مین اپنی عمر وآشتی سے گذارنا پس جب اونکی اندر یہہ کمالات وجوہر تہی تو جب
اہل حل وعقد نے اونکی ہاتہہ پر بیعت کرلی تو معویہ کو اسمین کیا چون وچرا کی گنجایش تہی اور کسی
متمردین عاقل کو اسمین چون وچرا نہین ہو سکتی اب اسپر آپکا یہہ فرمانا کہ اگر معویہ نہ
صحت خلافت خلفاء پر بیعت مہاجرین و انصار کا قائل نہ تہا تو اونکی خلافت اسکی
نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تہی) بالکل لغو اور پوچ ہو گیا منشا اوسکا یہہ تہا
کہ مطلب عبارت کا نہین سمجہی اور بعد اوسکی یہہ فرمانا کہ (کیا عصمت نص وافضلیت کا
قائل تہا یا اوسکی نزدیک اور شرطین تہی سب بہی ثبوت خلافت باجماع نہ ہوا) اس سے بہی
زیادہ لغو اور بیہودہ ہی عبارت تحفہ کو سمجہی اوس سے بخوبی واضح ہے کہ اوسکو کون امر تسلیم
خلافت جناب امیر سے مانع تہا اور وہ خلفاء ثلثہ مین موجود ہی یا مفقود نہ اوسکی
نزدیک شرائط ثلثہ شرط خلافت تہی نہ کوئی اور شرط تہی بلکہ بیعت اہل اسلام کو مع وجود الاہلیة
دنیاوحیثیة شرط خلافت کہتا تہا جو اوسکی زعم مین جناب امیر مین مفقود تہی اور خلفاء
ثلثہ مین موجود۔ پس بموجب اوسکی مذہب کی خلفاء ثلثہ رض کی صحت خلافت مین تامل و تردد
نہین ہو سکتا رہا یہہ الزام کہ امیر معویہ نے جبتک خلفاء ثلثہ کی خلافت مین اپنا دنیوی
فایدہ دیکہا اونکی حقیت خلافت کا قائل رہا اور جب سمجہا کہ جناب امیر کی خلافت مین
وہ فایدہ نہ ہوگا سرکش و باغی ہو گیا عجیب وغریب ہے کیا آپکی نزدیک امیر معویہ بہی شل

جناب امیر کی محدث وعتیب وان ہتا کہ وہ اول ہی سمجھہ گیا کہ حضرت کی خلافت مین وہ فایدہ نہی گا کہ امیر معویہ زیاد بن ابی سفیان سے بہی زیادہ برا ہتا کہ آپنے اوسکو عامل مقرر فرمایا اور امیر معویہ کو نکرتے ـ علاوہ ازین اگر آپکی نزدیک یہہ امر شنیع ہی تو آپکی حضرت محمد بن الحنفیہ نے جناب سید الشہدا کی رفاقت ترک کی اور یزید کی خدمت اور استانہ بوسی کا احرام باندہا دستان بینہما ـ آپکی صحابہ مقبولین نے جناب امیر کی خدمت چہوڑ کر خلفاء کا عامل ہونا قبول فرمایا ـ پس آپکی نزدیک اگر یہہ حضرات مطعون بطلب دنیا ہین تو امیر معویہ بہی سہی ورنہ جو جواب یہان دین وہ ہی وہان بہی قبول فرمادین ـ **قولہ** واقعی یہہ الزامی حجت جناب امیر نے اوسپر ایسی ختم فرمائی تہی کہ اوسکا کچہہ جواب نہ لیکا اور حرف دو کاغذ سفید وسادہ بہجیدہ کرکے اور یہہ عبارت لکہکر من معویہ بن ابی سفیان الی علی بن ابی طالب بہیجدئے چنانچہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار سے جو محدثین اہل سنت سے ہے نقل کیا ہی کہ اونسے جریر بن عبد اللہ بجلی سے ایک طویل روایت کی ضمن مین روایت کی ہے فلما جاء هذا الكتاب وصل بين ابيضين ثم طواہما وكتب عنوانهما من معوية بن ابي سفيان الى علي بن ابي طالب ودفعهما الى لا اعلم ما فيهما ولا اظنهما الا جوابا و بعث معي رجلا من بني عبس لا ادري ما معہ فخرجنا حتى قدمنا الكوفة واجتمع الناس في المسجد لا يشكون انها بيعة اهل الشام فلما فتح علي الكتاب لم يجد شيئا انتہى پس جو سبب اسکا آپکی خاتم المحدثین نے لکہا ہی اگر وہی ہوتا تو اس خط کی جواب مین کیون نہ اسکو لکہا اس سے صاف ظاہر ہی کہ یہہ حجت الزامی اوسپر ایسی ختم ہوئی ہتی کہ بجز سادہ کاغذ کچہہ جواب نہ دیسکا کیونکہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی مین ہوسکتی ہی ورنہ اور قسم کا جواب تو ہر شخص اپنی عقل کے موافق دیسکتا ہی **اقول** امیر معویہ رض کے جواب نہ دینی اور سادہ کاغذ لپیٹکر بہیجنی کی نسبت جو کچہہ لکہا وہ حضرت کے باوجود ادعائی ہمہ دانی ہی کے کمال تبحر علمی پر صراحۃً دلالت کرتا ہے اور اوسکی تکذیب ہماری پہلی قول سے جسمین ہمنی ابن ہشام سے جواب

اور جواب الجواب نقل کیا ہی کما حقہ ہوئی ہے اور ابن ابی الحدید باوجود معتزلی ہونے کے اگرچہ
علماء شیعہ کے نزدیک فی الجملہ معتبر ہی لیکن بمقابلہ ابن میثم اسکا قول ہرگز قابل احتجاج
نہین ہوسکتا ہی اور اہلسنت پر انکی قول و روایت سے حجت لانا ہماری فاضل مجیب جیسی مناظرہ
دان کا ہی کام ہی غرض آپ شرح ابن میثم دیکھہ لیجئی آپکو ابن ابی الحدید کی روایت کی غلطی
معلوم ہوجاویگی اور ثابت ہوجائیگا کہ امیر معویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہہ تحریر الزام ہو
تو آپ ملزم و مفحم ہون اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہی بجنسہ کرکے بہیجدیا تو اس سے ہماری مجیب
لبیب کا یہہ مطلب سمجھنا کہ چونکہ جواب کچہہ ندی سکا اسلیے سادہ کاغذ لپیٹ کر بہیجدیا
بالکل غلط ہی بلکہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے سادہ کاغذ بہیجا ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہوجاوے
کہ آپکا مدعا یہان حاصل شدنی نہین - چونکہ آپنے جریر کے ہاتہہ جو خط بہیجا ہے اوسمین
بیعت کی واسطی لکہا تہا تو یہہ سادہ کاغذ اوس سے انکار کے طور پر بہیجی تاکہ اوسمین ناکامیابی
پر دلیل ہوجائی - یا ممکن ہے کہ سادہ بہیجنے سے ایما اسطرف ہی کہ یہہ تحریر قابل جواب
ہی نہین کیونکہ پہلی آپ اپنے آپکو اہل اور صالح للخلافت تو ثابت کرین - باقی رہا
یہہ فرمانا (کہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی مین ہوسکتی ہے - ورنہ اور قسم کا جواب
تو ہر شخص اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے) حضرت کی کمال مناظرہ دانی پر دال ہی
حضرت کو یہہ بہی ابتک معلوم نہین کہ اقسام ادلہ مین سے کونسی دلیل زیادہ قوی اور معتبر
ہوتی ہے - حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے واسطی یہہ لازم نہین ہے کہ باعتبار واقع
اور نفس الامر کے بہی صحیح ہو یا نہو پس اگر اوسکی صحت ہوگئی ہی تو صرف بزعم مستدل عند الخصم
ہوئی ہی خواہ واقع مین اور عند الخصم غلط ہی کیون نہو اور ہم اس تحریر کو جو دلیل تحقیقی
اور مقدمات حقہ سے مرکب کہتی ہین اوس سے یہہ مراد ہی کہ یہہ دلیل عند اللہ حق ہے
اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اوسکا اتباع واجب ہی کیونکہ جسکی حقیت
اصول شرع سے ثابت ہو وہ تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور مستدل اور خصم کے

نزدیک مسلم ہوگی اب خیال فرمائی یہہ تحقیق قوی ہی جو سب کے مسلم ہی یا وہ الزام قوی ہے
جو صرف خصم کا ہی بزعم مستدل مسلم ہی - اگر بالفرض اسپر بہی امیر معویہ کیطرف سے آپ وہی
اعتراض فرماوین جو اونہون نے کہا ہی سو اوسکا جواب وہی ہی جو جناب امیر نے تحریر
فرمایا کہ جب خدا تعالے نے اتباع سبیل المومنین کا حکم فرمایا اور اوسکی مخالفت سے ڈرایا
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی تو اب یہہ کہنا
کہ بیعت اہل حل وعقد کی غیر صالح للامامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تضلیل ہے جو مستلزم
تکذیب خداوند تعالے شانہ ہی چنانچہ اسکا جواب امیر معویہ رض کی طرف سے ہماری نظر سے نہین
گذرا اور اگر کوئی اسکا جواب ہوگا بہی تو غالباً اوسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تہا جسکے
تردید ایک جملے مین کردی گئی تو اب آپ خیال فرمائین کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجہا جائے تو
امیر معویہ کے اعتراض کا کچہہ جواب نہین ہوسکتا اور جب تک اسکو تحقیقی تسلیم نفرماوین
اوسوقت تک یہہ خط لاجواب نہین ہوسکتا لیکن اسکی تحقیقی ہونے مین مذہب تشیع سے
دست بردار ہونا پڑیگا کیونکہ یہہ خط قلع اساس تشیع بالبداہۃ کر رہا ہی - **قولہ** اگر
جب یہہ ثابت ہوگیا کہ یہہ خط اوسکو الزاماً لکہا گیا ہی تو یہہ فقرہ انما الشوری الخ بہی الزام
ہی ہی آنکی خاتم المحدثین یہہ جو فرماتے ہین کہ بازہشتم بوہشتی بمودن الزا اطراف وجواب
کلام کہ زائد بر قدر الزام است الخ انکی اس تحریر سے سخت تعجب ہی کیونکہ دلائل الزامیہ
اسطرح بیان کرنے چاہئین کہ مخالف کے نزدیک اونکی قدر ومنزلت ہو اور یہہ بدون بسط کلام
ومکریہ بسط ہو نہین سکتا - **اقول** جو کچہہ آپنے بزعم خود ثابت سمجہا تہا کہ یہہ خط
الزاماً لکہا گیا ہے وہ محض نسج عنکبوت تہا اوسپر بندہ نے جو کچہہ گذارش کیا
اوس سے مثل روز روشن واضح ہوگیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہی بلکہ تحقیقی ہونا
ثابت ہی خاتم المحدثین رح کی تحریر سے اگر آپکو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچہہ تعجب
نہین معلوم ہوتا آپکا فہم عبارات مین یہہ ہی حال ہے کہ سہل عبارتو مین غلطان وپیچان

ہوتی ہین اور نہین سمجھتی اگر اس عبارت کو بھی نہ سمجھی تو کچھ تعجب نہین اس کلام مین
قدر الزام ہی جسقدر زیادہ بسط کیا ہی وہ صاف طور پر اوسکی تحقیق ہونے پر دال ہے
توجب آپکی کھیلی بڑائی جائیگی جو الزامی ہونے کو باطل کریگی تو کیونکر مخالف کی نزدیک
باعث قدر و منزلت و ذلیل کے ہونگی نوشاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہین پہر ختم ہوئی
کرنا اطراف و جوانب کلام کی جو زاید قدر الزام سے ہی الزام صرف ایسقدر ہی حاصل
ہو سکتا ہت کہ ذکر بیعت اگر بار دیتی اور باقی عبارت کو فاذا اجتمعوا علی رجل سے آخر
تک الزام مین کچھہ دخل نہین ہی ترک کرتے امام معصوم بفایدہ کیون جھوٹ بولی اور وہ بھی
خدا تعالے پر کر کان للہ رضی ویصلہ جہنم وساءت مصیرا کمال نشاط و تحسین و تاکید
وتکریر کے ساتھہ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف و جوانب جو زائد قدر الزام سے ہین وہ
ہین جنکو الزام مین کچھہ دخل نہین بلکہ کذب بیجا حاصل در الزام کے مخالف ہین اس مین
بسط و نشاط کرنا سراسر بیجا اور ناجائز ہی۔ افسوس کہ کلام مین اسقدر بسط و نشاط ہو
اور ایک لفظ بھی ایسا نہ فرماوین جو اسکی الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جسقدر بسط کرین وہ
الٹا اوسکی تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جائے آپ ہی کی اعتقاد کے بموجب حجت خدا
کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھہ کرین اور زبان سے اوسکی خلاف کچھہ ظاہر ہو معاذ اللہ
من سوء الظن **قولہ** سہنہ اپنہ کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع مین عین صدق
محض حق ہی اور اسی سے بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہی کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت
پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہین ہوا کیونکہ جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم وغیرہ و سعد
بن عبادہ نے بیعت نہین کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر بھی
داخل ہے کیونکہ آنحضرت بھی منجملہ مہاجرین بلکہ رئیس المہاجرین تھی فی نفسہ
ہماری موید ہی اس تقریر پر چاہیی کہ شش ماہ تک خلیفہ اول خلیفہ نا ہوں **اقول**
الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اسوقت ہماری فاضل محب نے اس دلیل کا تحقیقی ہونا

قبول فرمایا شعر ای مسیحا میرے آیام پہلے آئینگے جب + بن بلائی میرے گہر آپ چلی آئینگے + ہماری فاضل مجیب فرماتے ہین گو یہہ کلام بطور الزام کے ہی لیکن واقع مین عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اوسیکو کہتے ہین کہ جو باعتبار واقع اور نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو تو جب یہہ کلام باعتبار واقع کے عین صدق و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اوسکا مطابق واقع کے ہی اور صغری و کبری قیاس کے عند اللہ حق ہین تو صغری قیاس اقترانی کا جو اس دلیل سے مستنبط ہوتا ہی یہہ ہے لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوهم علیہ اور اسکا کبری یہہ ہوگا وکل من بایعہ هولاء القوم فلیس لمن شهد بیعتهم ان یختار غیر من بایعوه ولا للغائب عنها ان یردها اور یہہ ہر دو صغری و کبری حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق و محض حق ہین تو نتیجہ اسکا بہی حق ہوگا وہ یہہ کہ انہ لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہ لی اور یہہ اس امر کو مستلزم ہی کہ حاضر و غائب سب پر بیعت لازم ہوگئی کیونکہ جب بیعت عند اللہ حق ہولی تو سبکو حاضرین و غائبین مین سے چون و چرا کی گنجائش نہین ہو سکتی عبارت شرح ابن میثم کی آگی موید عرض کرتا ہون۔ فقولہ اما بعد الی قولہ الشام صورة الدعوی وقولہ لانہ بایعنی الی قولہ علیہ صورة صغری القیاس ضمیر من الشکل الاول لینتج منہ ملزوم تلک الدعوی لغایة صدقها لصدق ملزومها وتقدیر الکبری وکل من بایعہ هولاء القوم فلیس لمن شهد بیعتهم ان یختار غیر من بایعوه ولا للغائب عنها ان یردها ینتج انہ لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہ لہ وذلک یستلزم کونها لازمة لمن حضر او غاب وهذه النتیجة هی قولہ فلم یکن الی قولہ

لہ قولہ۔ اما بعد سے قولہ الشام تک دعوی کی صورت ہی اور قولہ بایعنی سے قولہ علیہ تک شکل اول سے قیاس کا صغری ہی تاکہ اس سے اس دعوی کے ملزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائے کیونکہ اوسکی ملزوم کے صدق کو منتج ہے اور کبری کی تقدیر یہہ ہی وکل من بایعہ هولاء فلیس لمن شهد بیعتهم ان یختار غیر من بایعوه ولا للغائب عنها ان یردها۔ تو نتیجہ یہہ ہوگا لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہ لہ۔ اور یہہ مستلزم ہوگی کہ بیعت حاضر او غائب کو لازم ہو جاوے ۱۲۔

یرد وقوله وانما الی قوله تولی تقریر لکبری القیاس وحصر الشوری والاجماع فی المهاجرین والانصار لانهم اهل الحل والعقد من امة محمد صلی الله علیه وسلم فاذا اتفقت کلمتهم علی حکم من الاحکام کاجماعهم علی بیعته وتسمیته اماما کان ذلک اجماعا ورضی لله ای رضا له وسبیل المؤمنین الذی یجب اتباعه فان خالف امرهم وخرج عنه لطعن فیهم او من اجمعوا علیه کخلاف معویة وطعنه فیه بقتل عثمان ونحوه او ببدعة کخلاف اصحاب الجمل وبدعتهم فی نکث بیعته ردوه الی ما خرج عنه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیه وولاه الله ما تولی واصلاه جهنم وساءت مصیرا۔ اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف وصریح مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اوسکی تحقیقی ہونے پر کسی شاہد وبرہان کی ضرورت نہین تو یہہ عبارت صرف بطور تنبیہ وتشریح اجزاء قیاس عرض کی گیی ہے توجب اس کلام کا حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق اور محض حق ہونا ثابت ہوا تو اس کلام مین ابوبکر وعمر وعثمان کے حقیت خلافت کی ساتھہ اپنی خلافت کے حقیت پر استدلال کیا ہے اگر اونکی خلافت کے صحت وحقیت کسی دلیل سے باطل ہو تو آپکے خلافت بہی ثابت نہوگی اور اگر اونکی خلافتین حق ہونگی تو چونکہ یہہ خلافت بہی اون ہی پر متفرع اور اون ہی کی قدم بقدم ہے یہہ بہی حق ہوگی تو اس کلام کے عین صدق ومحض حق ہونے کی صورت مین ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ کی

لہ اور یہہ نتیجہ قولہ لکین سے قولہ یرد تک ہے اور قولہ انما سے قولہ تولی تک کبری قیاس کے تقریر ہی اور شوری اور اجماع کو مہاجرین اور انصار مین حصر کیا کیونکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین وہ ہی اہل حل وعقد ہین جب وہ متفق الکلمہ کسی حکم پر احکام مین سے ہو جاتے مین جیسا آپکی بیعت اور آپکی امام بنانے پر تو یہہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور مومنین کا رستہ جسکا اتباع واجب ہی ہوگا پہر اگر کوئی اونکی امر کی مخالفت کری اور اون مین سے اون پر طعن کرکے نکلے جیسا کہ معویہ نے خلاف کیا اور جناب مین قتل عثمان کا طعن کیا یا مثل اسکی یا کوئی شخص بدعت کرکے نکلے جیسا اصحاب جمل نے خلاف کیا اور بدعت نکالی تو اونکو لوٹا دو جس جگہ سے نکلے ہین اور اگر انکار کرے تو لڑو مسلمانون کے سوا دوسرے رستہ کی پیروی کرنے پر یہانتک کہ اسطرف لوٹے اور متوجہ کریگا کہ اوسکو اللہ جدہر وہ پہرا ہی اور جہنم مین اوسکو داخل کریگا اور وہ بری جگہ ہے - ۱۲ -

اولاً ہی اور ثبوت حقیت خلافت جناب امیر ثانیاً کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اہل حل و عقد کے
صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اوسکی صحت و حقیت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکے بعد
حضرت کی خلافت کی حقیت ثابت ہوئی اسپر ہماری فاضل مجیب کا یہہ ارشاد کہ اسی سے
بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہی کیونکہ خلیفہ اوّل کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا
اجتماع نہین ہوا الخ قابل تماشا ہے منصفان روزگار اولو البصائر و الابصار ہی کیونکہ اس
قول مین کہان ہی کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہی
اور اس کلام مین کس جگہ اشتراط اجتماع جمیع اہل حل و عقد حقیت خلافت کے لیے لکھا ہی
اسمین تو صاف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری ہاتھ پر بیعت اون لوگون نے
کی۔ جنہون نے ابوبکر و عمر و عثمان کی ہاتھ پر کی تہی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تہی
اور خواہ وہ بعض تہے اور خواہ وہ دس ہی یا پانچ تہے یا ہزار تہے یا دس ہزار تہی
جسقدر تہی اونکی بیعت کرنے سی انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیت خلافت متحقق ہوئی
خواہ جناب امیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تہی یا نہین تہی حضرت امیر نے اس
قول مین صدق اور محض حق مین یہہ تسلیم فرما لیا کہ جنہون نے خلفاء سے بیعت کی وہ
کوئی تہی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بہی نہین تہی کیونکہ معرفت حجت کے جو شرط ہجرت
علی مزعوم الامامیہ ہی مفقود تہی تاہم اونکا بیعت کرنا موجب حقیت خلافت تہا پہر اس
پر دعوی عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذرا سوچیے اور دلمین شرمایئے حفظت شیئاً و
غابت عنک اشیاء خود اس خط کا یہہ جملہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد
اور شارح کا یہہ قول فلیس[1] لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب
عنہا ان یردہا اور یہہ فرمانا وذلک[2] یستلزم کونہا لازمۃ لمن حضر او غاب

[1] اور شخص کہ اونکی بیعت مین حاضر ہے اوسکو یہہ امر حاصل نہین ہے کہ اوسکی سوا کسیکو اختیار کرے جسکے ساتھہ اہل حل و عقد نے بیعت کی ہی اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اوسکو رد کرے ۱۲
[2] اور یہہ حاضر و غائب پر لازم ہونی کو مستلزم ہی ۱۲

بدلالت مطابقی اس امر کو ثابت ہی کہ بعد اون لوگون کے جنھون نے خلفاء ثلثہ سی بیعت کے تہی کسی غائب کے غیبوبت اور کسی متخلف کا تخلف اسکو قادح نہین ہی اور نہ اوسکی انعقاد کو مانع ہے بلکہ جب اونھون نے بیعت کر لی چونکہ اونکا ضلالت پر اکہٹا ہونا محال ہے اور سب کا حق سی الگ ہونا ناممکن پہلی یہ خلافت راشدہ ہوئی ہی اور سب غائبین پر لازم ہو جاتی ہی تو جیسا طلحہ و زبیر و معویہ و جمیع اہل شام پر باوجود اونکی تخلف کی لازم ہوگئی ہی اسیطرح جناب امیر و زبیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر لازم ہوگئی تہی پس ہمکہ حسب اعتراف سامی یہہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور فی الواقع ایسی ہی ہے اور اس سی جو آپ نے اپنی خوش فہمی سے بطلان خلافت خلفاء سمجہا تہا وہ بالبداہۃ باطل ہوا تو اس ہی ملاحظہ فرمایئے کہ آپکے شر انگیز لشہ بلکہ تمام امامت بلکہ تمام اصول و فروع کا کیا حال ہوا سب پر یکقلم پانی پہر گیا اور مٹی چہٹ گیی اور آپکی بلکہ جناب امیر کی اعتراف سی صحت و حقیت مذہب اہل حق ثابت ہوئی فالحمد للہ علی ذلک بمضمون آیت۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله صادق آیا باقی رہا نفس تخلف کی نسبت گذارش ہی کہ جناب امیر و حضرت زبیر کے تخلف کے نسبت پہلی مفصلاً عرض ہو چکا ہے سعد بن عبادہ کا بیعت سی تخلف کرنا مرجوح اور ضعیف ہی چنانچہ صواعق اور صواقع اور منتہی الکلام وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی اور ابن میثم بحرانی نے بہی اپنی کبیر شرح نہج البلاغۃ مین اسکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہی وحمل سعد بن عبادة وهو مریض فادخل منزله وقیل انه بقی ممتنعا من البیعة حتی مات بحوران فی طریق الشام۔ علاوہ ازین حسب اقرار سامی اگر بفرض محال خلیفہ اول چہ ماہ تک امام نہون اور بعد چہ ماہ کے امام مطلق اور خلیفہ برحق

ف اور سعد بن عبادہ کو مرض کی حالت مین اوٹہا کر گہر مین لیگئی اور کہا گیا ہی کہ وہ بیعت سے باز رہا یہانتک راہ شام مین احوران مین اوسنی وفات پائی ۱۲ سعد

ہوجاوین تو آپ خیال کریں کہ مذہب شیعہ کی استعمال کیسے واسطے تو یہہ بہی بہت بہی کہ بعد پہر آپکا بعد چہہ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کرنا خود آپکی حق مین باعتبار آپکی مذہب کے سم ہوگیا۔ اچہا اگر آپکی دین و ایمان و عقل و انصاف کے روسے خلیفہ اول چہہ ماہ تک خلیفہ نہون اور بعد شش ماہ اونکی خلافت ثابت ہوئی ہو تو آپ اوسی وقت سے اونکی حقیت خلافت کے قائل و معتقد ہو جیسا بعد شش ماہ کے لیے پہر ہم آپ سے سمجہ لینگے ہان خوب یاد آیا اسکی تو ہم آپکی نہایت شکرگذار ہین کہ آپنے اس کلام کو باعتبار واقع اور نفس الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپنے اوسکی ساتہہ یہہ کیا فرمایا کہ (یہہ کلام گو بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ یہہ کلام دلیل الزامی ہے لیکن باوجود اسکی پہر واقع مین عین صدق اور محض حق ہے تو ظاہر البطلان ہے کیونکہ دلیل الزامی صرف اوسکو ہی کہتی ہین جو صرف مسلمہ خصم ہو اور بطور مجاراۃ مع الخصم ذکر کیجاوی اور اگر یہہ مراد نہین ہے تو اسکی ذکر کے کیا ضرورت تہی اور کیا اسمین فائدہ تہا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے بہی مقصود یہی ہوتا ہی کہ خصم پر مدعا کو لازم کرین اور اسکا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام و تحقیق کا اجتماع اسجگہ ذکر فرمانا صرف حضرت مجیب کے مناظرہ دانی کے اوضح دلیل ہے۔ ہم نے یہہ چند حرف آپکی دعوی مناظرہ دانے کی ہی وجہ سے ذکر کردیا ہے و بس۔ **قوله** اور نیز نہج البلاغہ مین اس خط سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہی جسمین یہہ عبارت ہی لا یقع اسم المهاجر علے احد الا بمعرفة الحجة فمن عرفها واقر بها فهو مهاجر اور ابن ابی الحدید نے اسکی شرح مین لکہا ہی لا یصح ان یعد الانسان من المهاجرین الا بمعرفة امام زمانه وهو معنے الا بمعرفة الحجة في الارض قال فمن عرف الامام واقر بها فهو مهاجر۔ انتہی۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی بیعت کرنے والی مہاجرین بہی نہ رہے کیونکہ اسوقت حجۃ اللہ و امام وقت جناب

امیر علیہ السلام ہی تھی کہ اونہوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کے اسکے معنی لیے جائیں تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم وغیرہ مہاجرین نہیں رہتے **اقول**

اس قول میں بوجوہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہمارے فاضل مجیب نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھکر رضی شیعی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعی کے اقوال سے ہم پر استدلال فرمایا ہم نے کب تسلیم کیا ہے کہ یہہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم ایسے پوچ لچر اقوال کو جو باعتبار لغت و اصطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کب جناب امیر کیطرف منسوب کرتے ہیں ثانیاً ہمنے کب کہا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے حجۃ اللہ اور امام مطلق تھے جنکی نہ پہچاننے سے آدمی مہاجر نہیں رہتا۔ ثالثاً ہمنے ہرگز نہیں کہا ہے کہ ثبوت ہجرت کے واسطے معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ رابعاً ہم ہرگز نہیں کہتے کہ جناب امیر و بنی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خامساً ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہے اور اوسکی معرفت سے مراد اوسپر ایمان لانا ہے یعنی مہاجر انسان اوسوقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لاکر ہجرت کرے ورنہ مہاجر نہیں ہوتا سادساً اگر مہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی موقوف ہو تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفاء ثلثہ اور اونسے بیعت کرنے والے سب مہاجرین نہیں تھے کیونکہ انکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل نہیں ہوئی کہ اونہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی زعمہم الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزارہا نصوص سنی تھی خصوصاً آیتہ تاکیدات و تشدیدات قارع صماخ ہوئی اور یہی نہیں تو خم غدیر کا خطبہ تو ضرور یاد تھا جو اب تک اہلسنت کی بھی کتابوں میں مروی ہے علاوہ ازین بہت روایتیں شیعہ کی ایسی دال ہیں کہ صحابہ نے نکث عہد کیا اور اوسکو پس پشت ڈال دیا خلاصہ یہہ کہ اسمین کسی شیعہ کو چون و چرا نہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر کو امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تھے لیکن باوجود امام برحق جاننے کے بطمع نفسانی

مقصد ہی خلافت ہوئی اور حق جناب امیر کا غصب کیا غرض اس ساری گفتگو سی
یہہ ثابت ہوا کہ علے رغمہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہچانتی تہی - لیکن
معاذ اللہ طمع نفسانی کے نا تہہ سکی لاچار ہوکر مخالفت اختیار کر رکہی تہی پس اس سی ثابت
ہوا کہ وہ مہاجرین ہوئی کیونکہ مہاجر ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اونمین پائی
گیئی اور چونکہ مہاجر ہونے کے واسطی صرف معرفت شرط ہی تسلیم و انقیاد کا ہونا اس سی
مفہوم نہین ہوتا اسلیی عدم انقیاد و تسلیم انکی مہاجر ہونے کو مضر اور قادح نہوئی
چنانچہ خداوند تعالے شانہ نے اوس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حاصل ہے جسکو ان الفاظ کے ساتہہ تعبیر فرمایا ہے یَعْرِفُونَہٗ[1] کَمَا یَعْرِفُونَ اَبْنَائَھُمْ وَ
جَحَدُوْا بِھَا وَ اسْتَیْقَنَتْھَا اَنْفُسُھُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا - ایمان کے تحقیق کے واسطی
کافی نہین فرمایا اور باختصیہ مین صرف معرفت ہی ضروری ہی اور وہ متحقق ہے تو مہاجر
ہونا صحابہ کا متحقق ہوا - سابعاً آپکی صحابہ مقبولین ہی جنہون نے خلفاء ثلثہ کی
بیعت کی اور انکی حکم کے موافق خدمات بجالائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا وہی مہاجرین
نہی جو جواب انکی طرف سی دیجیگا وہی ہماری طرف سے قبول کر لیجیگا ثامناً باعتبار
لغت کی مہاجر وہ ہی جو ایک جگہ سے چہوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع
مین وہ ہی جو مومن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دار الایمان مین آکر
متوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیی نہ لغۃً ہی نہ اصطلاحاً تاسعاً اگر اقبت
کوئی شخص دار الکفر مین ایمان لاوی اور اوسکو چہوڑ کر دار الاسلام مین توطن اختیار کری
تو ظاہر ہی کہ اسوقت بعد غیبت کبری کے امام کی معرفت شیعان اخص الخواص کو
بہی حاصل نہین ہی چہ جائیکہ ایک بیچارہ نومسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت مین شیعیان

[1] اوسکو پہچانتی ہین جیسا اپنی بیٹونکو پہچانتی ہین ۱۲ [2] اور اونہون نے اسکا انکار کیا از ظلم
اور بڑائی کے اور انکی دلون نے اوسکا یقین کر لیا تہا ۱۲

پاک اونکی ہجرت کو معتبر رکہینگی یا نہین - عاشراً بطور حل گذارش ہے کہ آپنے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اس عبارت کے فہم مین بہی خطا کی اور صحیح مطلب نہ سمجہے سلیے مختصر شرح ابن میثم بحرانی کی عبارت اسکی متعلق نقل کر کے اصل مطلب عرض کرتا ہون شیخ منتجب کمال الدین بحرانی فرماتے ہین قوله والهجرة قائمة على حدها الاول اى كما كانت حقيقة الهجرة ترك منزل الى آخر لم يكن تخصيصها بهجرة الرسول صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة ومن تبعه من مهاجريها من حدها اللغوى واذا كان كذلك كان مراده من بقائها على حدها الاول صدقها على من هاجر اليه والى الائمة من اهل بيته عليه السلام فى طلب دين الله كصدقها على من هاجر الى الرسول ع وفى معناها ترك الباطل الى الحق كقوله ومن يهاجر فى سبيل الله الآية وكقوله صلعم المهاجر من هاجر ما حرم الله عليه والمقصود من الهجرة ليس الا اقتباس الدين وتعرف كيفية سبيل الله وهذا المقصود حاصل ممن يقوم مقام الرسول ع بحيث لا فرق الا النبوة والامامة ولا مدخل لاحد هذين الوصفين فى تخصيص مسمى الهجرة بمن قصد له دون من قصد الائمة - انتهى لفظه الحاجة شارح کی یہہ کلام عنوٰ طور پر دلالت کرتے ہیں کہ جناب امیر کا مقصود اس کلام سے یہہ ہے کہ وائمہ تخصیص کا رفع ہو جائی اور تحقق ہو جائے کہ جسطرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین متحقق تہی اب بہی

ل قوله والهجرة قائمة على حدها الاول - یعنے جیسا حقیقت ہجرت کی ایک مکان کو چہوڑ کر دوسری جگہ جانا ہے تو اسکو ہجرت رسول کے ساتہہ خاص کرنا جو کہ سے مدینہ وغیرہ کیطرف ہوئی لغوی حد سے نکالنی والا ہنین اور جب یہہ ہے تو اسکی حد اول پر باقی رہنے سے مراد اسکا صدق ہے اوپر جنہون نے جناب کیطرف اور ائمہ اہلبیت کیطرف اللہ کی دین کی طلب مین ہجرت کیے جیسا کہ اونکا صدق ہے اوپر جنہون نے رسول کیطرف ہجرت کی اور اسکے ہم معنی ہے باطل کو چہوڑ کر حق کیطرف ہجرت کرنا جیسا کہ قول اللہ تعالی نے ومن يهاجر فى سبيل الله الآية اور مثل قول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر وہ ہے جو حرام چیز سے ہجرت کری اور ہجرت سے غرض دین کا حاصل کرنا ہے اور اللہ کی راہ کی کیفیت پہچاننی ہے اور کچہہ مقصود نہین اور یہہ مقصود رسول کے قائم مقام سے حاصل ہے کہ کچہہ فرق دونون مین بجز نبوت اور امامت کچہہ فرق نہین اور ان دونو صفتونکو مسمی ہجرت کی تخصیص مین انکی ساتہہ جنہون نے رسول کا قصد کیا انکی ساتہہ جنہون نے ائمہ کا قصد کیا کچہہ دخل نہین ہے ۱۲

متحقق اور ظاہر ہی کہ رسول صلعم کے زمانہ مین جن لوگون نے بعد ایمان لانے کے دار الکفر کو
چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین توطن اختیار کیا تو اونکو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل اتھی تو اس اعتبار سی وہ لوگ مہاجرین تھی اور
اسلیی خداوند تعالے نے جابجا اونکو مہاجرین کے نام سے ذکر کرکے مشرف فرمایا
توجب اونکا مہاجر ہونا متشخص ہوگیا تو پہر اونکی لیی کسی حالت منتظرہ کی ضرورت و احتیاج
نہین رہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے
زمانہ مین ہجرت کرین گے اونکی لیی بموجب اس قول کے اوس امام کے معرفت ضرور
ہوگی و بس لیکن اگر نظر تدقیق سے دیکھا جاوی تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود کے
شرط ہجرت ہی بالکل غلط ہی کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہین اخبار پہ بکتفی ہی تو جس طرح گذشتہ
ائمہ مین سی بہی کسیکو پہچان کر بلکہ نبی ہی کو پہچان کر ہجرت کیجاوی کہ وہ مہاجر ہی
اور جملہ ولا یدخل لاحد ھذین الوصفین فی تخصیص معنی الھجرۃ الا امیر صاف
دلالت کرتا ہی کہ معرفت لا علی سبیل التعیین کسیکی ہونی چاہیی علاوہ ازین کیا ضرور ہی
کہ حجت سی مراد بقلید ابن ابی الحدید خلیفہ ہو بلکہ حجت سی مراد حکم خداوندی ہی جو نبی نے
اور خلیفہ نے پہنچایا اور ایمان کیطرف دعوت کی جو شخص اوس حکم خداوندی کو جو انبیاء و ائمہ
کی واسطہ سی پہنچا پہنچانی اور ایمان لاکر دار الکفر سے قطع تعلق کرکے دار الاسلام مین آباد ہو
وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ اسپر دلالت کرتی ہی و لا یقع اسم الاستضعاف[1]
علی من بلغتہ الحجۃ پس اسجگہ حجت سی خلیفہ مراد لینا [illegible] غلط ہی۔ ہان حسب اعتراف
فاضل محجب خط انہ ما یعنی القوم الذین الخ عین صدق و محض حق ہی جو مثبت حقیت
خلافت خلفاء ثلثہ ہی اور بجائی خود امام کو حجت اعتقاد کرسی رکھا ہی جسکی نہ پہچاننی سے
مہاجر ہونا باطل ہوتا ہی اور یہہ بہی اعتراف ہی کہ جناب امیر نے خلفاء ثلثہ کو خلفاء

---

[1] استضعاف کا نام اوسپر واقع نہین ہوتا جسکو حجت پہونچ چکی ہو ۱۲ –

نہین مانا تو لازم آیا کہ حضرت امیر و بنی ہاشم و زبیر وغیرہؐ مہاجر نہ ہی اور من لم یعرف امام زمانہ کی وعید مین زیادہ نہین تو شش ماہ تک حسب اعتراف فاضل مجیب داخل ہوئی۔ تعجب یہہ ہی کہ مہاجرین ہونے مین تو یہہ تصرف کیا لیکن انصار ہونے مین کچھہ کیون نہ تراشا گیا۔ شارح ابن میثم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہی معلوم ہوتا ہی کہ اس جملہ مین بہی آپکی حضرت رضی نے قطع و برید فرمائی ہی شرح مختصر مین لکہتی ہین والکلمة وماقبلها ومابعدها وهو قوله لايقع اسم الهجرة الى قوله قبله كلمات ملتقطة منقطعة اب آپ اس گذارش کو بہی ملاحظہ فرمائیے اور اپنی استدلالات کو بہی دیکھیے **قولہ** جناب امیر علیہ السلام حجت خدا تہی ایسی کلام جامع مانع فرماتے تہی کہ مخالف کو چون و چرا کی گنجایش ہی نہ ہی **اقول** یہہ تو حضرات کا محض زبانی دعوی ہے دعوی ہے جسقدر آپکی ثبوت مین تحریر فرمایا وہ فی الحقیقت اس دعوی کو تو مثبت نہین ہان اسکی نقیض کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھہ مجملاً و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف لبیب کے لیے وہ ہی کافی و وافی ہی۔ **قولہ** انما الشوری الخ جملہ مین جو واقعہ مین قائع بنیان خلافت خلفاء سابقہ ہی اور ظاہر مین انکی مذہب کے موافق ہی سوائی حجت الہی یہہ ہر کسیکا کام نہین **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول تشیع مین حجت الہی اوسکا نام ہی جو ظاہر مین کچھہ ہو اور باطن مین کچھہ اور اوسکا قول ذو وجہین ہو ایسی حضرت امیر کی کلام مین یہہ اعجاز ہی جیسا آپکا ظاہر و باطن یکسان نہ تہا ظاہر مین خلفاء سابقہ کے ساتھہ خلا و ملا محبت و الفت رکہتے تہی اور باطن مین خلاف و عداوت اوسیکا اثر گویا حسب زعم مجیب لبیب آپکی کلام مین ہی کہ اوسکا ظاہر کچھہ اور باطن کچھہ اور ہی ہی لیکن سوائی مخلصین لسانی کے دوسرے انکو اوسکا سمجھنا محال ہی اہل فہم اس تقریر سے اس قول کے لغو اور واہی ہونے کے علاوہ یہہ بہی سمجھہ گئی ہونگی کہ اصول تشیع پر جناب امیر معاذ اللہ وحاشاہ عن ذلک

[illegible]

---

۵۱ اور یہہ کلمہ اور اسکا ماقبل اور مابعد اور وہ قولہ لایقع اسم الہجرہ سے قولہ قبلہ تک کلمات ملتقط اور منقطع ہین ۱۲

صفت نفاق مین تمام منافقین سی بڑہکر تہی کہ اونکا راز تو فاش ہی ہوگیا ہے لیکن یہہ
عقدہ کہل ہی نہین سکتا نعوذ باللہ من ذلک - ان حضرات دشمن دوست نما اہلبیت
سی کوئی پوچہی کہ ایسی واہیات باتونسی جن سے علاوہ توہین اہلبیت کی خود اپنی عقل و فہم پر
دہبہ لگی اور الزام آدمی کیا حاصل ہے اسیکی بدولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون روایات
کی صحت سی ہاتہہ دہو بیٹہی جنہین تودہ تودہ مناقب شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء
روایت کیی جاتی مین کیونکہ جب جناب امیر کو یہانتک اخفا منظور تہا اور یہانتک
رعایت فرمائی تہی کہ محض اونکی خوشنودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تہی جو بظاہر
اونکی موید ہو اور فی الحقیقت اونکی خلافت کی قاطع بنیان ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ ایسی
امور جو باعث اثارہ و ہیجان فتن ہون بر ملا عمل مین لاوین بعد ا ہماری فاضل
مجیب نے اپنی زبان شریف سی یہان ہی اسقدر اعتراف فرمایا کہ یہہ کلام بظاہر خلاف
کی مذہب کے موافق ہی اور یہین ہمارا ادعا ہے کیونکہ جب ہمکو ظاہر کا ہی ماموراور پابند فرمایا
اور یہہ حکم نہین کیا کہ لوگونکی دل چیر کر دیکہین تو جب ظاہر کے اعتبار سی جب اعتراف
سامی ہماری موید ہی تو ہماری استدلال کے حقیت کے لیی بس ہی خداوند تعالے کی یہان
ہی ہماری لیی یہہ ہی آپکی حجت الٰہی کا قول سند کافی ہوگا اور واضح رہی کہ ظاہر مین
اس خطبہ کا خلفاء ثلثہ کی مذہب کے موید ہونا اوسی وقت ممکن ہے جبکہ اوسکو دلیل تحقیقی
قرار دیا جاوے اور عدم وجدان اجماع سی بطلان خلافت پر حجت نہ لایا جاوی اور اگر
اوسکو دلیل الزامی قرار دین جیسا کہ علماء شیعہ نے تو ہم فرما رکہا ہے تو پہر بظاہر موید
ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت مین آپنے اوسکی تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمالیا
والحمد للہ - باقی رہا اس قول کا فی الحقیقت قاطع بنیان خلافت خلفاء ہونا سو
بحول اللہ تعالے و قوتہ بخوبی ہم اسکا قلع بنیان کر چکی ہین ضرورت اعادہ نہین قال
الفاضل المجیب - قولہ - اور دوسری جگہہ مذکور ہے - وانہ لابد للناس من

امیر برّ او فاجر یعمل فی امرتہ المؤمن ویستمتع فیہا الکافر ۔ اقول ۔ حضرات
اہل سنت کے فہم وعقل پر تعجب ہی کہ اصل مطلب کو نہین سمجھتے فحوائی کلام کو نہین
دیکھتے ماقبل ومابعد کا کچھہ خیال نہین کرتے جہان لفظ امیر وغیرہ دیکھا اور فوراً سند الزاماً
نقل کردیا اور اپنے زعم مین اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو کچھہ تو عقل وعلم سے بھی کام لینا
چاہیے انصاف بالائی طاعت مشہور ہی یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
اسکے جواب مین ہم اور کچھہ نہین صرف اسقدر بادب گذارش کرتے ہین کہ اہل علم وانصاف
فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً وفروعاً عموماً اور ہماری اور ہمارے فاضل
مجیب کے تقریرات کا خصوصاً موازنہ کرکے دیکھین اور جو کچھہ امر واجبی انصاف سے اونکی
سمجھہ مین آوے فرماوین ۔ قولہ اب ذرا انصاف فرماوین کہ اگر آپکا یہہ توہم صحیح ہو
تو اوس سے لازم آتا ہی کہ معاذاللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرط
امامت نہ تھی کیونکہ آپکی غرض اس نقل کرنے سے یہہ ہی کہ آنجناب نے فرمایا ہی کہ آدمیونکو
امیر نیک یا فاسق وفاجر سے چارہ نہین پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت
امامت کیون صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی وفاجر معصوم
نہین اگر یہہ بات درست ہی تو باوجود ادعای تمسک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت
کی قید کو وقت نصب ہی کیون ہو کیون لگاتی ہین چنانچہ آپکے خاتم المحدثین تحفہ مین فرماتے
ہین آری در وقت نصب باید کہ مرتکب کبایر و مصر بر صغایر نباشد کہ معنی عدالت است
اقول مناظرہ دانان روزگار وارباب قانون توجیہ واستدلال کہان ہین جو ہمارے
فاضل مجیب کے ادعائی مناظرہ دانی کا تماشا دیکھین کہ حضرت کو اپنے منصب کا بھی
ہوش نہین رہا بندہ نے ابطال شرائط امامت کے لیے الزاماً نہج البلاغۃ کی ایک عبارت

لہ اور یہہ کہ ضرور ہے کہ لوگون کے لیے امیر خواہ نیک ہو یا فاجر مومن اوسکی امارت مین عمل کرے
اور کافر اوسمین فائدہ اوٹھاوے ۔۱۲

نقل کی تھی جس سے صاف متحقق ہوتا ہی کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف عدالت بھی شرط نہین ہی کیونکہ فاسق وفاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزعم شیعہ ضروری تسلیم فرمائی اور فرماتے ہین وانه لابد للناس من امیر برا وفاجر اس کے جواب مین ہمارے حضرت فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہین (کہ اگر آپکا یہہ توہم صحیح ہو تو لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہو) مین کہتا ہون کہ یہہ توہم نہین بلکہ واقعی مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہی کہ بزعم شیعہ جناب امیر کی نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہین پس اسکا لزوم آتا ہی مخالف ومضر ہی نہ ہمکو اور آپ ہی اسکی جوابدہ ہین نہ ہم تو اس لزوم سی آپکا ہمکو ڈراتا یہہ آپکی مناظرہ دانی اور کمال عقل وفہم کی دلیل ہے۔ ہمنی خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہلسنت پر الزام دینا کہ جب تم بھی مدعی مسلک اہلبیت ہو تو یہہ الزام درباب تعارض عدالت تمہاری بھی مخالف ہی اور زیادہ عقل وفہم سامی کا اندازہ بتاتا ہی کیونکہ جب یہہ لزوم محض نہج البلاغہ کی عبارت سی ہے تو اس سی اہل حق کو الزام دینا اسیر خلاف عقل ہی ہم کب کہتی ہین کہ جو آپکی رضی صاحب نے نقل کیا ہی وہ صحیح ہے **قوله** اگر فرمایئی کہ ہمنی الزاماً یہہ روایت پیش کی ہی جو اعتراض اسپر ہوگا اوسکی جوابدہ شیعہ ہین نہ اہلسنت **اقول** یہہ تو صاف واضح تھا کہ یہہ الزاماً عرض کیا گیا ہی پھر سابق مین اس حشو وتطویل سے کیا فائدہ تھا ہان اس کلام سے یہہ مترشح ہوتا ہی کہ پہلے تو بزعم خود جواب لکھا اوسکی بعد تنبہ ہوا اور آنکھہ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہہ جواب تو کچھہ بھی نہین ہے کیونکہ خصم الزام دی رہا ہی تو اوسکو اسطرح پھیرا سوا اسکی کیفیت بھی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قوله** اسکی جواب مین گذارش ہی کہ اول تو کتاب نہج البلاغہ ثقات اہلسنت مثل نو شیحی وتفتازانی ویعقوب لاہوری وگاذرونی کے اعتراف سی جناب امیر کی کلام سی ہے **اقول** سبحان اللہ ثقات اہلسنت کے اعتراف سی کہ نہج البلاغہ کا کلام جناب امیر ہونا اب ضرور ثابت

فرمائینگی حالانکہ ہمنی آپکی فاضل متبحر ابن میثم شارح نہج البلاغۃ کے اعتراف سی ثابت کردیا کہ
کہ اوسمین جابجا حضرت رضی صاحب کے طرف سی خلط وخبط وحذف والحاق ومحو واثبات ہی
پس کیونکر ممکن ہی کہ اہل سنت جو کلام حق وباطل کے امتیاز کے لیے نقاد ومعیار ہین اسکو
خالص کلام جناب امیر رضہ کا تسلیم کرلین اہل سنت کے اصول حدیث کا عام قاعدہ ہی
کہ جس روایت کے سلسلہ سند مین کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اوسکو صحیح نہین
سمجھتی پس نہج البلاغۃ کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی
اوسکو کیونکر کلام جناب امیر کا باور کرین گے۔ علی الخصوص اوسمین جا بجا اوسکی عقیدہ فاسدہ
کیطرف دعوت پائی جاتی ہی۔ ہان نہج البلاغۃ کو جناب امیر کی ایسی کلام سمجھین تو
کچھہ بعید نہین جیسا کہ توراۃ وانجیل کو جو آب یہود ونصاری کے پاس ہی بابعد
تحریف کے بہی کلام خداوند تعالے شانہ کی سمجھتی ہین۔ اور آپکو یہہ تسلیم کچھہ مفید نہین ہی

قولہ ثانیاً اہل سنت کے اور کتابونمین یہہ کلام جناب امیر علیہ السلام سی وارد ہی
چنانچہ شہرستانی نے کتاب ملل نحل ترجمہ خوارج حکمیہ مین لکھا ہی ولما سمع امیر المؤمنین
علی رضی اللہ عنہ ہذہ الکلمۃ قال کلمۃ عدل یراد بہا جور انما یقولون الا امارۃ و
لابد من امارۃ برۃ او فاجرۃ اور درمنثور مین فی آیت اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ الخ یہہ عبارت
لکھی ہی اخرج البیہقی عن علی بن ابیطالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجر الخ
اور اوسکی وجہ بہی بیان فرمائی ہے ہمنی صرف اشارہ کر دیا ہے آپ تفسیر مذکورہ کا یہہ مقام
ملاحظہ فرماوین ثالثاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
سی بہی نقل کی ہی چنانچہ کنز العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف مین تحریر ہی لابد للناس
من الامارۃ برۃ او فاجرۃ فاما البرۃ فتعدل فی القسم وتقسم بینکم بالسویۃ واما الفاجرۃ
فیبتلی فیہا المومن، والامارۃ خیر من الہرج قیل یارسول اللہ وما الہرج قال القتل و
الکذب طب عن ابن مسعود۔ انتہی اب فرمائیی کہ اگر کوئی ان رواتیونسی دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فجار کے امارت و خلافت
جائز فرمائی اور تم عدالت کی قید گو وقت نصب ہی ہو کیون لگاتی ہو تو آپ کیا
جواب فرمائینگے کیونکہ یہان باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہی بالجملہ جو جواب
اب عدالت کے شرط قائم رکھنے کے واسطے فرمائین وہی ہماری طرف سے عصمت
مین قبول فرمائین۔ **اقول** للہ الحمد ہر چیز کہ خاطر میخواست آمد آخر ز پس
پردہ تقدیر پدید + یہان تو ہماری فاضل مجیب نے اپنی شرط عصمت کی خود اپنے ہاتھ سے
جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ اسجگہ امارت برہ اور فاجرہ ہماری روایات
سے ثابت کر کے فرماتے ہین کہ یہہ جیسا عصمت کی منافی ہی ویسا ہی عدالت کی
مخالف ہی جو معتقد علیہ اہلسنت ہی پس جو جواب عدالت کیطرف سے اہلسنت دیوین
وہی جواب شیعہ کیطرف سے عصمت کے بارہ مین قبول فرمادین۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی
جواب ہماری فاضل مجیب کو عصمت کے بابمین تسلیم ہوگا خواہ اوس جواب سے عصمت
باقی رہی یا نرہی۔ پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا اشتراط عدالت کی نسبت ہی۔
اوسکو یہہ روایات ہرگز مخالف نہین ہین اول روایات کی الفاظ مین تامل کرنا چاہیے اور
پہر مذہب اہلسنت کو سمجھکر اوسکی مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر
ہی کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجر اور وقت
ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ نہو سکے تو فاجر ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ
و استیلا کی وجہ سے امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی برکو امیر بنایا تھا اور بعد امارت کے
وہ فاجر ہو گیا اور جور پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت مین اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاویگا
کیونکہ اسکی رفع مین نائرہ قتل و قتال متضمن افناد نفوس مشتعل ہوگا جو بہ نسبت اس
امارت کے مفاسد کے اشد ہی۔ بالجملہ اسوقت اس امارت کی لابدیت جو لفظ لابد سے
مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت مین اشتراط عدالت کی